حسب ارشاد و سرپرستی

حضرت خواجہ فرخ میاں چشتی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ احمد آباد گجرات انڈیا

کتاب خانوادۂ عالیہ چشتیہ (گجراتی)

(ترجمہ و تحقیق، تجدید و اضافہ)

شیخ یوسف نور محمد ادب

چشتی

(خلیفۂ مجاز)

☆طباعت نامہ☆
جملہ حقوق محفوظ ۲۰۱۳ء

عنوان: **چراغِ چشت**

☆خانوادۂ عالیہ چشت (گجراتی) تصنیف اکتوبر ۱۹۸۶ء☆
(خاکپائے نصیر غلام عبد الحق منشی ﷫)

☆اردو ترجمہ و تجدید و اضافہ ۲۰۱۳ء☆
شیخ یوسف نور محمد اَدب چشتی۔ کراچی پاکستان
خلیفۂ مجاز
درگاہِ خاص۔ حضرت خواجہ نصیر الدین نصیر چشتی" روشن چراغ گجرات

☆**ترتیب و اصلاح** (۲۰۱۳ء)☆
19 ویں صاحب شجرہ خواجہ نظام الدین اولیاء دھلی
انجینئر حافظ خواجہ محمد امین الدین نظامی (پریذیڈنٹ آف پاکستان گولڈ میڈلسٹ)

ایڈیٹوریل بورڈ: ☆خواجہ طٰہٰ عامر نظامی ☆حافظ خواجہ فیضان نظامی
☆حافظ سحرش امین نظامی ☆محمد فرقان نظامی

☆طباعت: نظامی پرنٹرز ☆پہلا ایڈیشن ☆تعداد: ایک ہزار

☆اشاعت بموقع: عرس مبارک حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، عرس مبارک
حضرت فرید میاں چشتی" احمد آباد گجرات، 24 محرم الحرام 1436ھ
پاکستان میں اجراء بدست شیخ یوسف نور محمد اَدب چشتی

ناشر: **بزمِ خواجہ نصیر** ﷫ (C170 بلاک C ناظم آباد، کراچی پاکستان)

بہ سرپرستی
درگاہ حضرت خواجہ نصیر الدین نصیر چشتی" روشن چراغ شاہی باغ احمد آباد گجرات

فہرست

قال اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۝ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(یونس ۶۲ تا ۶۴)

★ترجمہ★

خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے ۝ (وہ) ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) تقویٰ شعار رہے ۝ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں (بھی عزت و مقبولیت کی) بشارت ہے اور آخرت میں (بھی مغفرت و شفاعت کی / یا دنیا میں بھی نیک خوابوں کی صورت میں پاکیزہ روحانی مشاہدات ہیں اور آخرت میں بھی حُسنِ مطلق کے جلوے اور دیدار)، اللہ کے فرمان بدلا نہیں کرتے، یہی وہ عظیم کامیابی ہے ۝

قال الرسول ﷺ

☆ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَيَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ ۝

خبردار بے شک اللہ کے دوست مرتے نہیں وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نذرِ عقیدت

کتاب چراغِ چشت!

اپنے پیر و مرشد

جدِّ امجد مخدومِ عالم فردِ حقیقت خواجۂ خواجگان

حضرت نصیرالدین محمود چشتی چراغِ دہلیؒ

یعنی

حضور پُرنور آگاہ رموزِ خفی و جلی پیشوائے شریعت، رہنمائے طریقت، مشعلِ حقیقت، خورشید معرفت، شیخ المشائخ

مخدومنا مرشدنا خواجۂ خواجگان

حضرت خواجہ نصیرالدین نصیر چشتیؒ (روشن چراغ)

﴿شاہی باغ احمد آباد گجرات انڈیا﴾

اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ توام

وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ توام

دیباچہ

☆چراغِ چشتیاں راروشنائی☆

دو چار برس کی بات نہیں یہ صدیوں کے روحانی مجاہدے ہیں برسوں کی تحقیق ریاضتیں ہیں مہینوں کی کتابت ہے ہفتوں کی طباعت ہے تب جا کے یہ کتاب تیار ہوئی۔ جسکا ترجمہ وتجدید **"چراغ چشت"** کے عنوان سے حضرت پیرِ طریقت شیخ **یوسف نور محمد آدب چشتی** (مجازِ درگاہِ خواجہ نصیر الدین چشتی گجراتی") کے دستِ مبارک سے ہماری نسلوں کو عطا ہوگئی کہ جب جب سجادگانِ قطب المدینہ کی معرفت کے پیاسے

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم

(مری جاں لبوں تک آئی بس اب آ کے زندہ کردے)

کی فقیرانہ صدا لگائیں گے تب تب ورق ورق چراغ چشت یہ امانتیں تشنہ لبوں کو سیراب کردیا کریں گی۔ جو بات سینہ بہ سینہ محفوظ تھی وہ اب سفینہ بہ سفینہ مربوط کررہی ہیں۔ الحمد للہ کہ 12 برس کی یہ کاوش اب ان ہاتھوں میں جائے گی جن کیلئے کہا جاتا ہے کہ

قدر جوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

یوسف بابا میں آپ کا بے حد شکر گزار بے حد ممنونِ احسان ہوں کہ آپ نے ہم بے خبروں کو خزانہ چشتیت کی خبر دی جو سرزمینِ گجرات میں معمورِ انوار ہے حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے مشائخ وسجادگان کے

تذکرے، کرامات، حیات و خدمات اور مناقب وفضائل پر جتنا لکھا جائے کم ہے۔ جتنا پڑھا جائے ھَلْ مِن مَّزِیْد کا نعرہ ہے جتنا اسکے مطالعے میں گم ہو گئے اتنا ہی پا گئے۔

400 سالہ تاریخ سجادگان مرتب ہو گئی بہت بڑا کام ہو گیا۔ یوسف بابا کے ہاتھوں اور وہ بھی اتنی مصروفیاتِ علالت اور ہجوم عاشقاں کے درمیان رہ کر رت جگے اور تحقیق و تسوید کا کام بذاتِ خود انجام دینا! یہ ہمت والوں کا کام ہے اولوالعزم یوسف بابا کا انہی ہمت والوں میں اک نام ہے اک مقام ہے جبھی ارواحِ اولیائے گجرات کی نگاہ انتخاب اس کام کیلئے اُن پر ہی مرکوز ہوئی اور ایسی ہوئی کہ اتنے برس انتظار گوارہ کر لیا مگر یوسف بابا کے علاوہ کسی اور سے یہ کام لینا گوارہ نہ کیا۔

بریں نازم کہ پاکستان کے عروس البلاد کراچی کی قسمت چمکی اور یوسف بابا نے یہاں مقیم رہ کر خدمتِ چشت اہل بہشت انجام دی اور اس شہر کو ہزار آفتوں میں بھی محفوظ رکھا۔ برباد نہ ہونے دیا۔ سورۂ فتح کے مصداق

(وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔سورہ فتح۔۲۵)

اگر یہ اللہ والے مرد اور اللہ والی عورتیں نہ تو ہوتیں تو نجانے کتنی ناگہانی آفتیں ٹوٹ پڑتیں۔ اسی لئے تو خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء کا دیباچہ اس حدیث سے شروع کیا جس پر میں چراغ چشت کا یہ دیباچہ ختم

کررہا ہوں کہ

عِنْدَ ذِكْرِ الْاَوْلِيَاءِ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ

اہل ذکر کے تذکرے کے وقت رحمت نازل ہوکررہتی ہے۔

اللہ ہمارے یوسف بابا کے مرتبے بلند سے بلند تر فرمائے۔ان کے خانوادے کو روشن چراغ نصیر بنائے کہ یہ کتاب عطا فرما کر ہم کو زندگی سنوارنے آخرت نکھارنے کا موقع دیا اس نصیحت کے ساتھ کہ

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نام نیکت برقرار

آرام فرما نیک ناموں کے نام ضائع نہ کر

تاکہ تیری نیک نامی برقرار رکھی جائے

خاک پائے خواجہ نصیر" احقر و فقیر خواجہ امین نظامی "

خادم درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء۔دہلی شریف

خواجہ
شیخ
محمد
چشتی
مظہراللہ
الصمد رحمۃ اللہ علیہ

﴿حضرت شیخ محمد چشتی مظہر اللہ الصمد رحمۃ اللہ علیہ﴾

﴿ولادت ۹۵۶ھ وصال ۲۹ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ﴾

سجادہ نشین

۹۸۲ھ سے ۱۰۲۰ھ

خواجہ شیخ محمد چشتی مظہر اللہ الصمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتی "کا وصال ٢٨ ذیقعدہ روز دوشنبہ ٩٨٢ھ میں واقع ہوا۔ صاحب مجمع الاولیاء فرماتے ہیں، کہ جب مرض موت آپ پر غالب ہوا اور وصال کا وقت عنقریب پہنچا تو اللہ اللہ فرماتے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے اور شیخ نصیر الدین بھی کہتے، اور پہلو بہ پہلو ہو کر دست مبارک بلند فرماتے اور اپنے سر مبارک کو پشت مبارک حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد چشتی پر رکھتے اور اُن کو اپنے کنار شریف میں لیتے اور اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ فرماتے اور پہلو بہ پہلو ہوتے اور فرزند دلبند سے حضرت قطب الاقطاب موصوف نے پوچھا کہ وقت ظہر کا ہوا آپ نے عرض کی جی ہاں اُس وقت حضرت قطب الاقطاب کو دیکھ کر فرمایا:

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (سورۃ یوسف،١٠١)

ترجمہ: اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! تو دنیا میں (بھی) میرا کارساز ہے اور آخرت میں (بھی)، مجھے حالتِ اسلام پر موت دینا اور مجھے صالح لوگوں کے ساتھ ملا دے ٥ (سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ١٠١۔ پارہ ١٣)

پھر چند بار اللہ اللہ چند بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند بار شیخ نصیر الدین چراغ دہلی "کا نام لے کر اندک تبسم فرما کر گریبان جاں بحق سبحانہ تعالیٰ تسلیم فرمائے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عمر شریف آپ کی ٥٩ سال کی

تھی۔ قبر شریف تختہ نور شاہپور احمد آباد گجرات میں واقع ہو کر حاجت روائے خلق ہے اور آپؒ کے خلیفہ گرامی اوّل حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد چشتی محبوب اللہ، دوسرے حضرت قاضی علاء الدین عیسیٰ رونپوری اور حضرت ممدوح کو چار فرزند دلبند تھے۔ اور دو دختر نیک اختر اوّل شیخ کمال الدین کہ پدر عالی قدر سے اپنے کچھ مناسبت نہیں رکھتے تھے، دوسرے فرزند دلبند حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد چشتی محبوب اللہ، تیسرے حضرت شیخ قطب محمد کہ بعد وصال پدر بزرگوار کے چند سال رہ کر برہانپور تشریف فرما ہوئے، اور وہیں سکونت اختیار کی، اور ۲۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، قبر شریف آپؒ کی برہانپور میں نزدیک روضہ مخدوم بہاء الدین عرف شیخ باجن چشتی قدس سرہٗ کے واقع ہے، چوتھے فرزند نے عالم شباب میں مرض تپ سے انتقال فرمایا۔ (کذا فی مخبر الاولیاء)

الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت قطب الاقطاب بلا شک والارتیاب شیخ محمد مظہر اللہ الصمد چشتی محبوب اللہ گجراتیؒ آپ شیخ الکونین دُر دریائی مجمع البحرین عظمائی مشائخ چشت نیک سرشت سے ہیں، جمال طریقت اور کمال حقیقت اور کرامات ظاہر و کمالات باطن رکھتے تھے، شرف ارادت و خرقہ فقر و خلافت پدر عالیقدر حضرت قطب الاولیاء شیخ حسن محمد چشتیؒ سے حاصل فرمایا، اسم گرامی شیخ محمد کنیت سامی ابی الحسن، لقب لطیف شمس الحق والدین اور نام والدہ ماجدہ کا آپکی بی بی امت الغنی بنت شیخ عطاء اللہ بن شیخ امان اللہ بن شیخ رفیع الدین بن شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ قدس اللہ اسرارہم۔

تولد گرامی سنہ ۹۵۶ھ میں واقع ہوئی چنانچہ لفظ شیخ ولی سے سن ولادت واضح ہوتا ہے۔ صاحب مرأت ضیاء و یہ کہتے ہیں کہ حضرت قطب الزمان مقتدائے اہل عرفان شمس الدین ابوالحسن شیخ محمد چشتیؒ سے جو خوارق عادات ظہور میں آئے ہیں حد و حصر سے باہر ہیں، علوم ظاہری اور باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیے، اور روح شریف سے اپنے والد کے معاملہ میں مشکلات حل کرتے تھے۔ حضرت مرشدی و مائی قبلۂ عالم ادام اللہ برکاتہم فرماتے ہیں کہ آپؒ کی ذات والا صفات کو ایک بڑا شرف حاصل ہوا تھا یعنی مجلس واحد میں بہ حضور انور حضرت رسالت پناہ ﷺ بغیر وسیلہ کے نعمت ولایت عظمیٰ سے اور دولتِ فیض کبریٰ سے مشرف ہو کر مقام بلند پر پہنچے ہیں، اور اسی سلسلہ کا نام سلسلہ محمدیہ ہے۔ اور یہی طریقہ بغیر اولاد و اقرباء سے حضرت قطب المدینہ کے دوسرے خلفاء وغیرہ کو نہیں پہنچا اور نعمت اس طریقے کے مخصوص اولاد ہی کے لیے رہی۔ حضرت ممدوح نے اذکار و اشغال و مراقبہ کو درجہ کمال پر پہنچایا تھا، خصوصاً شغل ہوا کہ خاصہ خاندان چشت کا ہے اور اکثر اوقات سر و پا برہنہ دریا سے سابہر پر گشت فرماتے تھے، اور ہر قدم پر ذکر لفظ اللہ کا کرتے اور شغلِ زیارت نقش قبر مبارک حضرت رسالت پناہ ﷺ بھی بہت کرتے تھے، اور صایم الدہر رہتے، صاحب مخبر الاولیاء نے آپؒ کا دستور العمل اس طرح تحریر فرمایا ہے، کہ حضرت ممدوح اوائل ایام مشیخت میں وقت طلوع صبح خانہ مبارک سے باہر تشریف فرما ہو کر مسجد میں اپنے والد کے نماز ادا فرماتے، اور بعض اوقات خود امامت کرتے بعد اسکے

تلاوت میں مشغول رہتے نمازِ اشراق وضحیٰ ادا کر کے محل مبارک میں تشریف لیجا کر قیلولہ فرماتے اور ظہر کے اوّل وقت بیدار ہو کر نمازِ زوال سے فارغ ہو کر نمازِ ظہر ادا کرتے بعد اُسکے روضہ متبرکہ میں اپنے والد کے تشریف لیجا کر مطالعہ اور تصانیف وتلاوت میں مشغول رہتے، نمازِ عصر تک اگر کوئی شخص مابین اِسکے حاضر ہوتا تو کتب سلوک یا ملفوظات سے فوائد بیان فرماتے، اور بعض اوقات کسی سے پڑھوا کر خود سماعت فرماتے بعد اُسکے نمازِ مغرب و عشا مع نوافل واوراد ادا کر کے خاصہ تناول فرمانے کے لیئے محل مبارک میں تشریف لے جاتے، بعد الفراغ مطالعہ کتاب میں نصف شب تک مشغول رہ کر نمازِ تہجد ادا فرماتے، اور پھر وقت طلوع صبح باہر برآمد ہو کر انہیں اوقات میں مشغول رہتے۔

جب حضرت قطب الاقطاب کو ہاتفِ غیبی سے آواز آئی کہ قطبیت بشرط تحمل واظہار بنام تو مقرر کردہ ایم وترا تفویض مسکینم اُسوقت حضرت ممدوح اِس الہام کو سماعت فرما کر تین روز تک مست ومدہوش رہے، بتاریخ ۲۶ ماہ رمضان المبارک سن ۱۰۲۰ھ میں حضرت قطب الاقطاب محبوب اللہ نے اپنے خادم کو بلوایا اُنکا نام ولی تھا فرمایا کہ بازار سے سبزی خرید کر کے لاؤ اور حجرے میں رکھ دو جب میں کہوں گا کہ فلاں شخص کو دو اُسکو دینا دوسرے روز تہجد کے وقت آپ ؒ کو خلعتِ قطبیت عطا ہوا اور قبل صبح صادق حضرت شریف عبد القادر عیدروس کہ عمدہ بزرگان وفضلا اور سرآمد عرفا و علماء سے تھے، تنہا تشریف لا کر نمازِ فجر ہمراہ حضرت قطب الاقطاب کے ادا

فرمائی اور بعد نماز کے مصافحہ کر کے کہنا قطبیت مبارک باد قطب الاقطاب نے دلی خادم کو اشارہ فرمایا اُنہوں نے سبزی لا کر پیش کی اور تمام حاضرین مجلس نے آ کر مبارک باد دی، اور ہر طرف سے آواز آئی کہ شیخ محمد قطب یہاں تک کہ در و دیوار سے بھی یہی آواز برآمد ہوئی، اور جب یہ آواز اکناف و اطراف میں شائع ہوئی تو مردمان خواص و عوام آتے تھے، اور مبارک باد دیتے تھے، شریف موصوف بھی چاشت کے وقت تک رہ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔

بحر الاولیاء میں نقل ہے کہ جب حضرت قطب الاقطاب واسطے زیارت تُربت مبارک حضرت فرد حقیقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے تشریف فرما ہو کر عرض گزار ہوئے کہ "یا جدی میں مزار دیکھنے نہیں آیا ہوں مجھ کو اقدام والا سے مشرف کیجیے، اس کے بعد قبر مبارک حضرت چراغ دہلی جو کہ ایک سنگ سے تراشی ہوئی ہے، شق ہوئی اور حضرت قطب الاقطاب قبر شریف کے اندر تشریف لے گئے، اور کچھ دیر کے بعد قبر کے اندر سے باہر تشریف لائے، ایک خادم چشم حشم دیکھا حال حیران و پریشان ہو کر دوسروں کو بھی آگاہ کیا اور سب لوگ مزار مبارک کے دروازے پر جمع ہوئے، مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ گنبد شریف کے اندر جا سکے، جب آپ قبر شریف کے باہر تشریف فرما ہوئے تو چہرہ مبارک آپ کا مثل آفتاب و مہتاب تابان و درخشاں تھا۔ جب یہ کرامت دیکھ کر تمام خادم اور مجاور لرزاں و گریاں قدم مبارک پر گرے اور اکثر نے اُن میں سے غلاف قبر شریف کا اُٹھا کر دیکھا تو ظاہر ہوا کہ قبر شریف سرے پائیں

تک ایک شگاف پڑا ہے۔ اور اب تک شگاف باقی ہے، چنانچہ اس قصہ کو شاہ محمد فاضل درویش نے کہ مصنف مفتاح الکرامات اور مرید حضرت قطب المدینہ کے اور خلیفہ حضرت امام الطریق شیخ رکن الحق والدین احمد بزرگ کے ہیں نظم کیا ہے؛

ایبا تباز شد تربت نصیر الدین	قطب در قبر رفت بہر دو صال
چند ساعت بقبر ماہ چنین	بعد ازاں شد بروں چو خور بجمال

مرأت ضیائی میں اسطرح لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ محمد چشتی" دہلی میں زیارت حضرت نصیر الدین چراغ دہلی جب آپ" قبر شریف کے باہر تشریف فرما ہوئے تو چہرۂ مبارک آپ کا مثل آفتاب ومہتاب تابان درخشاں تھا۔ اور ہاتھ میں نان اور حلوا تھا، اور گلے میں پھولوں کا ہار تھا، اور جو تبرکات حضرت نصیر الدین چراغ دہلی ہمراہ لے کر گئے تھے وہ سب لیکر باہر تشریف فرما ہوئے، اور زبان دُرفشاں سے ارشاد ہوا کہ تو قطب ہے، اُس وقت سے جو آپ کو دیکھتا تھا، قطب ہی کہتا تھا، صاحب مخبر الاولیاء فرماتے ہیں کہ جب حضرت قطب الاقطاب محبوب اللہ باہر قبر شریف کے تشریف فرما ہوئے اور یہ حکایت دہلی کے اکناف واطراف میں مشہور ہوئی تو تمام خلائق نے حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی تاریخ نویسوں نے اس کیفیت کو داخل وقائع کر کے حضرت کو اجمیر کی طرف روانہ ہوئے (اُسوقت بادشاہ وقت جہانگیر تھا، وہاں سے لکھا کہ کسی طرح حضرت کو یہاں روانہ کرو تا کہ میں یہ شرف قدم بوسی حاصل کروں، ملازمان بادشاہی نے حضرت کو رضامند کر کے اجمیر کی طرف روانہ کیا اور بادشاہ نے نہایت عقیدت و

احترام کے ساتھ حضرت سے ملاقات کی اور ایک قریہ چہالوری نذر کیا حضرت قطب الاقطاب حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ اعظم نے قبول فرما کر احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔) حضرت کا وصال ۲۹ ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۴۰ھ ہوا۔ آپؒ کا مزار شریف احمد آباد گجرات میں مرجع خاص وعام ہے۔

جلوہ اب شیخ محمد نے دکھایا مجھ کو ‏ ‏ شمع رخسار کا پروانہ بنایا مجھ کو
قطب الاقطاب جہاں عبداللہ صمد ‏ ‏ یہ وردِ نام ہے تیرا شہ والا مجھ کو
ماسوا اللہ نہیں کوئی نظر میں آتا ‏ ‏ کر دیا یار نے کیا محو تماشا مجھ کو
سورۂ نور ہوا دل پہ اسی دم کندہ ‏ ‏ دھیان جب مصحفِ رخسار کا آیا مجھ کو
لیں چلیں گے مجھے خضرِ رہ مقصد بن کر ‏ ‏ اب ستاتی ہے زیارت کی تمنا مجھ کو
خسروِ دربارگہ عالی محمود منیر ‏ ‏ دین و دنیا میں نہیں کوئی سہارا مجھ کو

حضرت
شیخ
یحییٰ
قطبُ
المدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ یحییٰ مدنی قطب المدنی چشتیؒ

(ولادت ۲۰ رمضان ۱۰۱۱ھ وصال ۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ)

سجادہ نشین

۱۰۳۰ھ سے ۱۱۰۱ھ

فہرست

☆☆☆☆☆☆

☆ حضرت شیخ یحییٰ قطبُ المدنی رحمۃ اللہ علیہ ☆

﴿ ۲۰ رمضان سنہ ۱۰۱۱ھ، وصال ۲۸ صفر سنہ ۱۱۰۱ھ ﴾

✿ ... ولادت باسعادت ... ✿

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی ہستی کو خاص درجہ عطا فرمانا چاہتا ہے تو اُس ہستی کی پیدائش سے پہلے ہی ایسے حالات پیدا فرما دیتا ہے، جنہیں اُس ہستی کے بلند مرتبہ ہونے کی پیش گوئی کہا جا سکتا ہے۔

☆ بشارتِ نبوی ﷺ

۲۰ ذی الحج سنہ ۱۰۱۰ھ کو سلسلۂ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت قطب الاقطاب خواجہ شیخ محمد چشتی "محبوب اللہ" اپنی خانقاہ کی مسجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک دورانِ ذکر حضور سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ نے بشارت دی کہ "اے شیخ محمد" اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے محمودؒ کی پشت سے ایک لڑکا عنایت فرمانے کی نوید دی ہے۔" جو معشوقِ حقانی اور غوثِ وقت ہوگا۔ معشوقیت کے بلند مرتبے پر فائز ہوگا، یہ سن کر شیخ محمدؒ نے آنکھ کھولی اور اپنے اطراف نظریں دوڑائیں اُسی اثناء میں آپؒ کے صاحب زادے شیخ محمودؒ حاضر ہوئے، آپؒ نے اپنے بیٹے کی پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا، مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ تیری پشت سے فرزند پیدا ہوگا۔ اِس نوید مبارک کا ظہور بیس (۲۰) رمضان المبارک سنہ ۱۰۱۱ھ بروز جمعرات، محلہ شاہ پور احمد آباد، گجرات میں ہوا۔ اس بشارت کے نو (۹) ماہ بعد آپؒ کی ولادت ہوئی، اور بوقتِ ولادت پیدائش گاہ نور سے منور ہوگئی، حضرت رسالت مآب ﷺ نے

تشریف فرما ہو کر اِس پیدا ہونے والے بچے کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھالیا اور شیخ محمدؒ کو دیتے ہوئے فرمایا: "یہ میری امانت ہے، اِس کا نام یحییٰ رکھو، اور اِس کی حفاظت ونگرانی بہت عمدگی سے کرو۔" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت شیخ محمد نے اِس لڑکے کی پیشانی پر سات بوسے دیے اور دونوں کانوں میں اذان واقامت کہی ۔ وہ ابھی اپنی قسمت پر نازاں اور شادماں تھے کہ نبی کریم ﷺ دوبارہ بہ نفسِ نفیس حضرت شیخ محمدؒ کے گھر تشریف فرما ہوئے اور بچے کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا اور حضرت شیخ محمدؒ کو سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ ہماری ہدایات پر قائم رہے گا۔" رمضان المبارک کے آخری عشرے میں سحری کے وقت سے اِفطار تک اِس بچےؒ نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا۔ جو آپ کے پیدائشی ولی ہونے کی دلیل ہے۔

☆تعلیم وتربیت

آپؒ نے دوسال کی عمر سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی، اور سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن تکمیل فرمایا۔ حضرت شیخ یحییٰؒ نو سال کی عمر میں تمام ظاہری وباطنی علوم سے فارغ ہو چکے تھے۔ ایک دن آپؒ بچوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے یکا یک غائب ہو گئے آپؒ کے غائب ہونے کی خبر حضرت شیخ محمدؒ کو دی گئی، آپؒ نے اُسی وقت مراقبہ فرمایا تو دیکھا کہ شیخ یحییٰ "عرش پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ہر سال کی طرح جب مریدین وحجاج کرام حج سے واپس پر حضرت شیخ محمد محبوبُ اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں شیخ یحییٰؒ کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے اس بچے کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا

ہے۔ اس پر حضرت شیخ محمدؒ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور پہلے سے بھی زیادہ اُنسیت کا اظہار فرمانے لگے، جوں جوں حضرت شیخ یحیٰ ؒ سن بلوغت کو پہنچے، آپؒ کے مراتب بلند تر ہوتے گئے۔

☆عقد و نکاح

جب عمر مبارک اکیس (۲۱) سال ہوئی تو حضرت شیخ محمد چشتی ؒ نے اپنے پوتے حضرت یحیٰ ؒ کی شادی طے فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت شیخ یحیٰ کا عقد مخدوم شیخ حمزہ صدیقی خلیفہ سید محمد حسینی گیسو دراز ؒ کی پوتی، شیخ عبدالسلام کی صاحبزادی بی بی حافظہ جمالؒ کے ساتھ ۱۰۳۲ھ میں ہوا۔ شب عروس آپ تمام رات عبادت الٰہی اور نماز میں مشغول رہے، اور اس قدر گریہ فرمایا کہ آپؒ کی زوجہ کو گمان ہوا کہ کہیں آپؒ اُن کو ناپسند تو نہیں فرماتے، جس کا اظہار انہوں نے اپنی خادمہ سے فرمایا، خادمہ نے عرض کی کہ آپؒ خود اپنے شوہر سے دریافت کریں کہ کیا وجہ ہے؟ بی بی حافظہ جمالؒ نے باوجود خوف کے آپؒ کی کیفیات کو دیکھتے ہوئے ایک دن جرأت کر کے شیخ یحیٰ ؒ سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی، حضرت یحیٰ ؒ نے فرمایا اللہ حاضر و ناظر ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، ایسی حالت میں تنہائی کے لمحوں میں شرم محسوس کر رہا ہوں۔ آپؒ خاموش ہو گئیں اور اپنی خادمہ سے یہ قصہ بیان کیا، تو خادمہ نے خواجہ شیخ محمدؒ صاحب کو یہ پوری تفصیل سنائی کہ شیخ یحیٰ ؒ شادی کی رات سے آج تک صرف نماز پڑھتے ہیں، اور روتے رہتے ہیں، اپنی زوجہ سے اُنہوں نے بات تک نہیں کی۔

حضرت شیخ محمدؒ نے یہ کیفیت سن کر شیخ یحیٰ کو طلب کیا اور فرمایا:

"بابا یحییٰ" تمہاری پشت سے ہماری نسل چلے گی جن میں سے بعض اولیاء اللہ ہونگے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایسا ہو۔" اپنے دادا" کا یہ ارشاد سن کر شیخ یحییٰ" نے سرِ تسلیم خم کیا اور فرائض زوجیت بجالائے۔

☆ کسبِ معاش

تلاشِ رزقِ حلال میں آپؒ نے فوج میں نوکری کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا جس کی اجازت اپنے دادا بزرگؒ سے طلب فرمائی، حضرت قطب الاقطابؒ نے سلطان کی نوکری کی اجازت دیتے ہوئے یہ تاکید فرمائی کہ "نوکری کر مگر صوفی باز صوفی رہے"۔ یعنی صرف بادشاہ کی خدمت کرنے میں مصروف نہ ہو جا بلکہ خدا، رسول ﷺ، پیر، ماں، باپ، زوجہ، بچے وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رہے۔

حضرت شیخ یحییٰ" نے فوج میں نوکری سے پیشتر سلطانِ وقت کو درج ذیل شرائط پیش کیں۔

(۱) مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں لڑوں گا۔

(۲) اپنی تنخواہ کے سوا کسی قسم کے اِنعامات قبول نہیں کروں گا۔

(۳) کوئی بھی عہدہ مجھے منظور نہ ہوگا۔

(۴) خلافِ شرع کوئی کام نہیں کروں گا۔

بادشاہِ وقت نے آپؒ کی اِن شرائط کو قبول کرتے ہوئے آپؒ کو فوج میں نوکری دیدی۔ آپؒ نے کبھی اپنی تنخواہ کے سوا کوئی چیز حاصل نہیں کی حتیٰ کہ اپنے گھوڑے کا دانہ چارہ تنخواہ ہی میں سے خرید کر کھلایا کرتے تھے۔ ایک دن

فوجیوں نے ایک گاؤں کو لوٹ لیا۔ لیکن حضرت یحییٰ نے اس میں شرکت نہیں کی اور آرام فرماتے رہے، یکا یک ایک شخص آیا اور کچھ کھجور گیہوں کا آٹا، تیل اور شکر انہیں دے گیا۔

آپ نے غیبی نعمت سمجھتے ہوئے قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ایک دن حضرت شیخ محمدؒ نے خیال فرمایا کہ اگر اس وقت یحییٰ آ جائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ آپؒ نے اپنے کشف کے ذریعے اپنی اس خواہش کو سالار لشکر کے دل میں ڈالی جس نے حضرت یحییٰ کو بلا کر گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اور یہ عرض کیا کہ "آپؒ گھر ہی پر رہا کریں جس وقت آپؒ کی ضرورت ہوگی آپ کو طلب کر لیا جائیگا۔"

☆وصال خواجہ شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شیخ محمدؒ نے سرور کائنات ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت شیخ یحییٰ کی تربیت و نگرانی انتہائی محبت اور حسن سلوک کے ساتھ فرمائی جس نے شیخ یحییٰ کو بزرگوں کی جماعت میں اعلیٰ ترین مقام عنایت فرمایا۔

۲۹ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ بروز ہفتہ خواجہ شیخ محمدؒ نے ایک غیبی آواز سنی:

"اے شیخ محمد! تو اپنا جانشین اپنے پوتے شیخ یحییٰ کو بنا، تاکہ تیرا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے"۔

حضرت شیخ محمدؒ اس وقت بیمار تھے، اپنے صاحبزادے شیخ سراجؒ کو حکم دیا کہ شیخ یحییٰ کو حاضر کریں جب شیخ یحییٰ حاضر ہوئے تو شیخ محمدؒ نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر کھینچ لیا اور اپنے سینے سے اس طرح سے چمٹا لیا کہ

ناک سے ناک، پیشانی سے پیشانی مل گئی۔ تھوڑی دیر تک اسی طرح چمٹائے رکھا اور شیخ محمدؒ صاحب نے اپنے فرزندوں وارادت مندوں سے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم کے مطابق بابا یحییٰؒ کو اپنی جگہ دے رہا ہوں، تم بھی ایسی کوشش اور محبت کرو کہ اللہ تم کو بھی تمہاری مراد پر پہنچائے۔ اس کے بعد دیگر ارادت مندوں کو بھی خلافت اور خلعت عطا فرمائی۔ حضرت شیخ محمدؒ ۲۹ ربیع الاول سن ۱۰۴۰ھ بروز اتوار واصل بہ حق ہوئے۔ بوقتِ تدفین ہزاروں لوگ جمع تھے جن میں سید محمد مقبول عالمؒ، مطلوب عالم سید یاسینؒ، سجادہ سید قطب عالمؒ، شاہ حیدر سجادہؒ، شاہ وجیہ الدین علویؒ، شاہ عباسؒ اور شاہ شریف محمد خانپوریؒ نبیرہ حضرت شاہ وجیہ الدین علویؒ اور دوسرے مشائخ عظام واقرباء وامرا بھی شامل تھے۔

☆مسندِ رُشد وھدایت

بعدِ وصال حضرت شیخ سراج بن شیخ محمد محبوب اللہؒ نے کہا حضرت والدِ بزرگوار نے اپنی جگہ اپنے پوتے شیخ یحییٰ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے خرقۂ خلافت اور خلعتِ سجادگی حضرت شیخ یحییٰؒ کو عنایت فرمائی اور سماع کی محفل برپا کی گئی۔

☆تبرکاتِ مقدسہ☆

(مراۃ الاسرار میں درج ہے، جو خرقۂ خلافت شبِ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو ربُّ العزت سے حاصل ہوا تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو عطا فرمایا جو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام مشائخ سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ تک پہنچا) یہ تبرکات حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی وصیت کے

مطابق آپؒ کی لحد میں رکھ دیے گئے اور فرمایا کے یہ تبرکات ہمارا پوتا جسکا نام محمد ہوگا وہ آ کر لیجائیگا۔

﴿☆یاد رہے حضرت خواجہ شیخ محمدؒ ہی وہ بزرگ ہستی ہیں کہ جب سجادہ نشین ہوئے تب آپؒ احمد آباد سے دہلی تشریف لے گئے﴾ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مزار پر حاضر ہوکر سلام عرض کیا، اور اپنا حق عنایت فرمانے کی التجا کی۔ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا مزار شق ہوا اور حضرت شیخ محمدؒ اندر داخل ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد جب واپس ہوئے تو آپؒ کے گلے میں پھولوں کا ہار، ہاتھ میں نان وحلوہ تھا، اور بدن پر وہ خلعتِ فاخرہ تھی جو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ ساتھ لے کر مدفون ہوئے تھے۔ مزار اقدس پر ہی ندائے غیبی سنائی دی ''قطب'' اور حضرت شیخ محمدؒ کو قطب کے مرتبے پر فائز کیا گیا۔

﴿یہ واقعہ ''میر عطائے ضیائی'' اور پھر ''تحفت الابرار'' میں درج ہے﴾

حضرت خواجہ شیخ محمدؒ کے وصال کے دوسرے ہی دن آپؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ حسن محمدؒ نے رحلت فرمائی۔ اور سات روز بعد شیخ یحییٰ کے والدِ بزرگ شیخ محمودؒ نے بھی رحلت فرمائی۔ سجادگی کے وقت حضرت شیخ یحییٰؒ کی عمرِ مبارک ۲۸ سال تھی۔ محبوبُ اللہؒ نے اپنے جانشین کو **معشوق اللہ** کے لقب سے پکارا۔

☆معمولاتِ شب وروز

سجادگی کے بعد آپؒ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی، پانچ یا سات روز طے (بغیر سحری) کے روزے رکھا کرتے تھے، اس قدر توکل اختیار فرماتے تھے،

کہ اُمرا، وزرا اور بادشاہوں نے جاگیر اور منصب کی سندیں پیش کی تو فرمایا میرا خدا جب مجھے پہنچا رہا ہے تو مخلوق کی کوئی چیز قبول نہیں کروں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زندگی لوگوں کی دی ہوئی چیزوں پر بسر ہو۔" آپؒ اپنے حجرے میں اعتکاف فرمائے رہتے اور بغیر کسی کام، شادی یا غمی وحقوق العباد اپنی مسجد، خانقاہ سے باہر نہیں آتے تھے۔ پنج وقتہ نماز، جمعہ اور عیدین کی جماعتوں میں لازماً شریک ہوتے تھے۔ مقررہ ایک گھنٹہ روزانہ تلاوتِ قرآن کریم اور اوراد کے فرض سے فراغت کے بعد جمع ہونے والے احباب، عزیز و اقرباء کو درس دیا کرتے تھے۔ ساتھ میں دوسرے مریدین، معتقدین، متوسلین، اور حاجت مندوں کو بھی فیض پہنچاتے تھے۔ جس طرح جملہ صوفیائے کرام کا کم خردن، کم گفتن، کم خفتن (یعنی کم کھانا، کم بولنا، کم سونا) کا ضروری طریقہ رہا ہے۔ اسی طرح آپ بھی ان اُصولوں کے سخت پابند تھے۔

صائم الدھر، قیام الیل (دن کا روزہ رات کی عبادت) آپؒ کے معمولات تھے آپؒ بعد نماز عشاء اُس وقت کے پانچ پیسے کے وزن کے برابر غذا تناول فرماتے بلکہ بعض وقت تین تین روز اُس سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ اُسی طرح پانی بھی ایک دو گھونٹ سے زیادہ نہیں پیتے تھے۔ جب بھی آپ جہاں کہیں بیٹھتے تو آپؒ کا منہ ہمیشہ قبلہ کی طرف ہوا کرتا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنا آپؒ کی عادت تھی۔ مرید، عزیز و اقرباء، دوست و آشنا سے ہمیشہ شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ بڑی سے بڑی خطاء کو بھی معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپؒ اتنے بہترین قاری تھے کہ قرأت سننے والوں پر وجد طاری ہو جایا کرتا تھا۔ یہ آپؒ کی قرأت کا

اثر تھا کہ ایک مرتبہ آپؒ خانقاہ کی مسجد میں نماز جمعہ کی امامت فرما رہے تھے اور ابھی آپؒ نے سورۂ جمعہ کی دو تین آیتیں ہی تلاوت فرمائی تھیں کہ مقتدیوں میں سے ایک شخص وجدانی کیف سے بہ حالتِ نماز ہی زمین پر گر پڑا۔ ۲۷ رمضان کو آپؒ کی اقتدا میں ایک جمِ غفیر شبینہ نماز ادا کرتا تھا۔ آپؒ پہلی رکعت میں ۲۹ پارے کی تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں آخری سپارے کی تلاوت پر نماز کا اختتام فرماتے اِس طرح ایک رات میں کُل کلامِ پاک پڑھنے کا اہتمام فرماتے۔

☆تعلیمات

آپؒ کا اِرشادِ پاک ہے کہ ''اے لوگو! تین آداب اپنے اوپر لازم کرلو۔ ان آداب کی چھ یا تین ہیں۔ اَپنے اُستاد، باپ اور خسر کا نام لے کر نہ پکارو۔ اِن کی موجودگی یا غائبانہ میں اُنکی جگہ پر نہ بیٹھو، انکے سامنے قہقہہ مار کر مت ہنسو۔ ان سے بات کرتے وقت یہ خیال رکھو کہ انکی آواز سے اپنی آواز بلند نہ ہونے پائے۔ حضرت شیخ یحییٰؒ کی یہ تاکید اِس حدیث مبارک کے عین مطابق ہے۔

☆لِکُلِّ اَمْرِءٍ ثَلَاثَةُ اٰبَاءٍ اَبُوكَ مِنْ وَلَدَكَ وَ اَبُو مِنْ زَوْجَكَ وَاَبُوكَ مِنْ عَلَّمَكَ وَخَيْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ الا ناسل ثلاثة آب من ولدك وآب من زوجك وآب من علمك ○

خلاصہ: کہ باپ تین ہوتے ہیں (اَپنا باپ، بیوی کا باپ، اور اُستاد) ان سب میں اچھا باپ اُستاد ہے۔

☆امانت کا بھید

شیخ یحییٰؒ کی پیدائش کے وقت نبی کریم ﷺ نے خواجہ شیخ محمدؒ سے

فرمایا تھا کہ یہ ہماری امانت ہے، اس امانت کا بھید یوں کھلا کہ گیارہ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ بروز اتوار آپؒ نے اپنی والدہ مشفقہ سے مکہ معظمہ اور وہاں سے مدینہ منورہ جانے کی اجازت طلب کی۔

آپکی والدہ ماجدہ نے فرمایا جبکہ میرا حق تمہارے ذمہ ہے تو تم مجھے چھوڑ کر کس طرح جاؤ گے؟ عرض کیا چونکہ آقائے دو جہاں، فخرِ موجودات سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے پاس آ جاؤ تاکہ یہاں رہنے والے تم سے فیض اُٹھا سکیں۔ اس حکم کی تعمیل میں اس غلام کو وہاں حاضر ہونا لازم ہے، والدہ ماجدہ نے فرمایا: اگر تم پھر ملاقات کا وعدہ کرو تو میں تم کو اجازت دے سکتی ہوں، آپؒ نے عرض کیا انشاء اللہ بعد از زیارت شرفِ حرمین قدم بوسی کا شرف حاصل کرونگا۔

والدہ ماجدہ سے اجازت ملنے کے بعد حضرت شیخ یحییٰؒ نے عرض کیا، اس خادم کے ساتھ چھوٹے بھائی شیخ فریدؒ کو بھی میرے ساتھ سفر کرنے کی اجازت عطا فرمائیں، والدہ ماجدہ نے فرمایا:

''میری اجازت ہے جاؤ'' دونوں کو خدا کے سپرد کیا والدہ سے گو کہ شیخ فریدؒ کو ساتھ لے جانے کی اجازت مل چکی تھی لیکن حضرت شیخ فریدؒ آپکی روانگی کے وقت حیدر آباد دکن میں تھے۔ حضرت یحییٰؒ اپنی خانقاہ احمد آباد سے عشاء کے قریب حج کیلئے روانہ ہوئے۔ جب براہ دھولکا دیو بندر پہنچ کر، بایزید ناخدا کے گھر میں تشریف فرما ہوئے تو عصر کی نماز کے بعد بایزید ناخدا سے فرمایا کہ اس وقت اگر بھائی فریدؒ آ جائیں تو کتنا اچھا ہو؟۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ

کی خواہش کی تکمیل کی اور حیدرآباد دکن سے شیخ فریدؒ بایزید ناخدا کے بنگلے کے نیچے پہنچ گئے۔ جو ملنگی طریقہ اختیار کر کے عرصہ سات سال سے حیدرآباد دکن میں پھر رہے تھے۔ بنگلے کے نیچے کھڑے ہو کر آپؒ نے کھنکارا۔ حضرت شیخ یحییٰؒ نے آواز سن کر ایک شخص کو کہا بھائی فریدؒ نیچے کھڑے ہیں اُنکو بلا لاؤ، وہ آئے اور قدم بوس ہو کر فرمایا: کہ حیدرآباد دکن کے علاقوں میں گھوم رہا تھا، اب ملکِ مالوا میں ہوں۔ تین روز پہلے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ تو اپنے کو معشوق اللہ حضرت یحییٰؒ کی خدمت میں حاضر کر، یہ آواز سن کر خادم قدم بوسی کیلئے حاضر ہو گیا۔ اُسوقت حضرت شیخ یحییٰؒ کے ہاتھ میں تسبیح تھی، وہ تسبیح آپؒ نے شیخ فریدؒ کے گلے میں ڈال دی اور فرمایا: ''اب ملنگی طریقہ چھوڑ؟ اور شریعت پر چل شیخ فریدؒ نے ملنگی طریقہ چھوڑ کر شریعت کا راستہ اختیار فرمایا۔'' آپؒ نے اپنے بڑے فرزند نصیر الدین محمدؒ کو دوشالہ اوڑھا کر فرمایا: تم میرے قائم مقام ہو۔ لوگوں کی رہنمائی کرو اور تبلیغ و اشاعتِ دین کرو۔

حضرت شیخ یحییٰؒ نے شیخ فریدؒ کو ساتھ لے کر حج ادا فرمایا پھر دربار حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ چند روز مدینہ شریف میں رہنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم ہوا کہ

''اے یحییٰؒ! قطبیت کا مرتبہ تیرے حق میں مقدر ہو چکا ہے۔ اَب تو احمد آباد کی طرف روانہ ہو جا، تاکہ تو اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ پورا کر سکے۔''

اس ارشاد کے مطابق حضرت یحییٰؒ نے سفر کا ارادہ کر لیا اور شیخ فریدؒ

سے پوچھا کہ آج کس مہینے کی کونسی تاریخ اور دن کیا ہے؟ شیخ فریدؒ نے عرض کیا آج ہفتہ ہے اور محرم کی پندرہ (۱۵) تاریخ ہے۔ فرمایا کہ "اسی گھڑی بھائی عبدالرشیدؒ نے رحلت کی۔" مدینہ منورہ سے نکل کر آپؒ ۲۳ ماہ کے بعد احمد آباد میں وارد ہوئے، یہاں آنے کے بعد شیخ فریدؒ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عبدالرشیدؒ کا انتقال اسی تاریخ اور اسی دن کو ہوا جو حضرت یحییٰؒ نے فرمائی تھی۔ شیخ یحییٰؒ نے مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے اپنے چچازاد بھائی عبدالرشیدؒ کو احمد آباد میں جاں بحق تسلیم کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اللہ والوں کو ایسا کشف ہونا حیرت کی بات نہیں البتہ یہ واقعہ حیرت کے قابل ہے کہ آپؒ کی بہن اُمت الستار سخت بیمار ہوگئیں اپنے بیٹے سے کہا "سید احمد! تم ماموں سے کہو کہ مجھ سے مل جائیں۔"

سید احمد نے بہن کی خواہش بھائی کو سنائی، حضرت یحییٰؒ نے بھانجے سے فرمایا:

"بابا سید احمد! بہن اُمت الستار سے کہو میری ملاقات وہیں ہوگی۔"

بیٹے نے ماموں کا جواب ماں کو سنا دیا، آپؒ بھائی کا جواب سنکر تھوڑی دیر غور کرتی رہیں پھر خاموش ہوگئیں۔ تین دن کے بعد آپؒ واصل بحق ہوگئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) اور حضرت خواجہ شیخ محمد محبوب اللہؒ کے روضہ میں دفن کی گئیں، ایک دن حضرت یحییٰؒ نے بھانجے سے فرمایا: بابا احمد! آج تمہاری ماں سے ملاقات ہوئی۔ بھانجے نے پوچھا کس طرح؟ آپؒ نے فرمایا "آج حضرت محبوب اللہ شیخ محمدؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گیا، وہاں سے بہن اُمت الستارؒ کی قبر پر گیا تو قبر شق ہوئی اور باہر آکر مجھ سے ملاقات کی۔"

(بی بی اُمت الستارؒ کے بقول تم اچھے ہو تمہارا پوچھنا کیا ہے)

سچ بات تو یہ ہے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب اُست (خاندان کا ہر ایک فرد آفتاب ہے) اس بی بی کا وجود چار کاملین میں گھرا ہوا تھا۔ پدر، خسر، شوہر، اور بھائی

(۱) پدر شیخ محمود بن شیخ محمدؒ صحیح معنوں میں کامل محمود تھے۔ جنکا ایک ایک عمل تعریف کے لائق تھا۔ اسطرح آپؒ اسم بامسمٰی تھے۔

(۱) پدر شیخ محمود بن شیخ محمدؒ (محمود کے معنی وہ شخص جس کی تعریف کی جائے)

(۲) خسر حضرت سید شرف الدین مشہدیؒ عارف یگانہ تھے۔

(۳) شوہر سید علی مشہدیؒ بزرگ زمانہ تھے۔

(۴) شیخ یحییٰؒ "حضرتؒ" کے بھائی اور مدینہ منورہ کے قطب تھے۔

اِن چاروں کی صحبت نے بی بی اُمت الستار کو کامل بنا کر چھوڑا۔

☆معمولاتِ عرس

حضرت شیخ یحییٰؒ آپنے جدِ امجد (پردادا) خواجہ شیخ حسن محمدؒ کی اور دوسرے کسی بھی بزرگ کے عرس کی تقریب میں شرکت کرتے تو اِ کی ترتیب یوں ہوتی تھی:-

بعد نماز ظہر سے عصر تک وعظ ہوتا، عصر کے بعد مغرب تک قرآن خوانی ہوتی، مغرب سے عشاء تک سماع ہوتا۔ تبرک تقسیم ہونے کے بعد عشاء کی نماز باجماعت ہوتی پھر تمام لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولود خوانی پوری رات ہوتی تھی، جس میں آپ بھی تمام شب دوزانو تشریف فرما ہوتے تھے۔

☆قطبِ مدینہ کے لیل ونہار

اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے جو راج دلارے ہوتے ہیں اِنکی

رات اور دن بڑے خاص اور بہت ممتاز ہوا کرتے ہیں۔ معشوق اللہ شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ کی ہر بات میں للّٰہیت ہوتی تھی۔ اِنکے شب و روز ملاحظہ ہوں:۔

روزانہ فجر کی اِمامت کر کے حجرے میں جاتے ذکر بالجہر کرتے، تھوڑی دیر وظیفہ پڑھتے، کچھ دیر درود شریف پڑھتے۔ پھر قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے، پھر اشراق کی چھ رکعت، دو رکعت اِستعارہ، دو رکعت اِستخارہ، دو رکعت اِستجابہ، دو رکعت برائے والدین، دو رکعت شکرانہ، اِسکے بعد قبیلے کے مردوں کو دم کرتے، بعد میں مرید، معتقد، حاجتمندوں سے بات چیت کر کے مکان میں تشریف لے جاتے بیوی، بیٹی، بہن وغیرہ کو تعلیم دیتے، تلقین فرماتے۔ ظہر کی اذان سنکر مسجد میں آتے مسواک اور وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو بعد چار رکعت نفلِ زوال پڑھ کر ظہر کی نماز ادا فرماتے، درود و استغفار اور سورۃ اِخلاص کے بعد کتنی ہی نفلیں بمع دس رکعت صلوٰۃ الخضر پڑھ کر حجرے میں ذکر فرماتے۔ اس کے بعد آپؒ کے صاحبزادے شیخ رکن الدین (جنہیں آپؒ نے اپنے داماد اور حقیقی چچا کے فرزند شیخ رشید الدینؒ بن شیخ سراج الدینؒ کو بطور مجازی صاحبزادہ عطا فرمایا، اور اِنہیں شیخ رشید الدین کا فرزند کہا جاتا ہے۔) حاضر ہوتے جن کو عرفان اور تصوف سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر قیلولہ (سوجانا) کر کے عصر باجماعت ادا فرما کر حجرے میں چلے جاتے دروازہ بند کر کے مشغول مع اللہ رہتے۔

پھر خادم عبدالکریم پانی کا آب خورہ (کٹورا) لے کر اِفطار کے لئے حاضر ہوتا۔ آپؒ صرف ایک چلو سے روزہ کھول کر نمازِ مغرب کو کھڑے

ہو جاتے۔ یہ تھا حضرت یحییٰؒ کا دن اب انکی راتوں کا احوال بھی ملاحظہ کیجیے۔
مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک نفلیں پڑھتے، عشاء کی جماعت میں شریک ہو کر
حجرے میں چلے جاتے تمام رات ریاضت کرتے نماز تہجد کے قریب سحری کے
لئے کھانا آتا جو عموماً ٹھنڈا ہو جایا کرتا تھا، اس میں سے آپؒ صرف اتنا کھاتے
جس کا وزن پانچ پیسے کے برابر ہوتا۔ پھر نماز کو کھڑے ہو جاتے۔ رات کی
نفلوں میں اتنی قرأت کرتے کہ ہر دو رکعت میں قرآن ختم ہوتا تھا، یہ تھا آپؒ کا
روزنامہ، یا لیل ونہار۔

☆سخاوت

حضرت شیخ یحییٰؒ دل کے بڑے غنی تھے، ہر سائل کو دینا ان کی عادت
تھی، گھر میں کچھ نہ ہوتا تو رادھو بقال (سبزی فروش) سے قرض لے کر حاجت
مندوں کی حاجت پوری کرتے تھے۔

☆ھجرتِ مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ نے شیخ یحییٰؒ کو یاد فرمایا۔ اس لئے آپؒ جمعرات کے
روز بعد نماز تراویح ماہ رمضان ۱۰۸۷ھ کو شاہ پور سے روانہ ہوئے۔ اکبر پور جس
کو اب کھاڈیہ کہا جاتا ہے۔ یہاں پہنچے اور ایک خادم کو بھیج کر شیخ عبدالواحد واعظ
کو بلوایا مگر عبدالواحد نے کہا حضرتؒ گیں گیں کرتے ہیں، اور قوالی سنتے
ہیں ایسے شخص سے مل کر کیا فائدہ، خادم نے حضرتؒ کو یہ کیفیت بیان کر دی۔
حضرت شیخ یحییٰؒ نے فرمایا، "عبدالواحد خود گیں گیں کرے گا۔" ان کے کہنے
کے مطابق جب عبدالواحد نے نماز کی امامت شروع کی تو لفظ غیر المغضوب

پر پہنچے تو غیرل کے بدلے گیس گیس کرتا رہا غیر المغضوب ادا نہ کر سکا، زندگی بھر یہ لفظ بول نہ سکا جب جب غیرل لفظ آتا تو گیس گیس کرنے لگتا، یہاں سے آپ سورت بندر پہنچے۔ خدا حافظ کہنے کے لئے بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان احباب میں خلیفہ اعظم خواجہ رکن الدین بن عبدالرشید بھی شامل تھے جنہیں آپ نے سینے سے لگا کر فرمایا تم فوراً احمد آباد کو روانہ ہو جاؤ اور میری جگہ جو خالی ہے اس کو سنبھالو اور مرید کرو اور تلقین وارشاد جاری کرو۔"

تمام لوگوں سے ملاقات کر کے آپ ۱۸ شوال ۱۰۸۷ھ کو "احمدی" نامی جہاز میں سوار ہوئے۔ تین دن کے بعد جہاز طوفان میں پھنسا، بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی، تمام مسافر زندگی سے مایوس ہو کر آپ کے اطراف جمع ہو گئے۔ آپ نے جہاز کی پتوار لیکر پانی پر ماری، جہاز آگے بڑھا اور ۲۷ دن میں جدہ پہنچ گیا۔

آپ مکہ میں مالکی مصلے کے پیچھے باب عمر کے قریب مجلس جمایا کرتے تھے۔ مجلس میں اکثر مشائخ عظام اور اکابرین روزانہ شرکت کرتے اور آپ کو **شیخ الھند** کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک دن آپ "نماز تہجد پڑھنے کیلئے وضو فرما رہے تھے، خیال آیا کہ احمد آباد چلا جاؤں، وضو کر کے کھڑے ہوئے تو پاؤں میں لرزش پیدا ہوئی اور آپ گر پڑے (زمین پر آ ئے)۔ چھوٹے بھائی شیخ فرید و سید فیض اللہ وغیرہ نے آپ کو اُٹھا کر حجرے میں لے آئے۔ شیخ محمد پنجابی نے مالش کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا: "غریب مکی کے پیر کو اس کے دوست نے توڑا ہے تیری کیا مجال ہے تو جوڑ سکے؟" تھوڑے دن بعد دوسرا پیر بھی بیکار ہو گیا۔ آپ دونوں پیر سے بالکل معذور ہو گئے۔ حضور

اکرم سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:۔

”اے یحییٰ“! تو اسی مقام پر رہ اور سواری شب بریہ استعمال کر۔“

نوٹ:(”شب بریہ“ پلنگ (ڈولی) کو کہتے ہیں)۔ا۔مترجم

اگر آپ کہیں جاتے تو اسی ”شب بریہ“ پر جاتے تھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی اسی شب بریہ پر کرتے تھے۔ جب آپؒ طواف کرتے تو اکثر لوگ آپؒ کے ڈولی کا پایہ پکڑ کر طواف کرتے تھے۔ ایک دن اتنی بارش ہوئی کہ مکہ میں طغیانی آ گئی۔ تمام مکانات پانی میں ڈوب گئے، پوری آبادی نے پہاڑ پر پناہ لی۔ لوگوں نے حضرت یحییٰ“ کو بھی پہاڑ پر چلنے کے لئے کہا مگر آپؒ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:۔

{وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ} (سورہ الطلاق آیت نمبر ۳)

ترجمہ:۔”جس نے اللہ پر بھروسہ کیا، وہ اُس کے لئے کافی ہے۔“

اور فرمایا ”میرے کمرے کا دروازہ بند کر کے تم لوگ چلے جاؤ“ سب لوگ دروازہ بند کر کے پہاڑ پر چلے گئے۔ تین دن کے بعد طوفان کم ہوا تو لوگ پہاڑ سے اُتر کر گھروں میں آئے تو جا بجا لاشیں پڑی ہوئیں تھیں۔ بیت الحرام کی مسجد میں منبر کے پاس مردہ اونٹ پڑا ہوا تھا۔ لوگ شیخ یحییٰ“ کی خبر لینے آئے تو دیکھا کہ کمرے کا دروازہ ویسا ہی بند ہے، جیسا ان لوگوں نے بند کیا تھا، آپؒ مصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں، اور آپؒ کے مکان تک پانی آیا ہی نہیں۔ حالانکہ اُونچے سے اُونچے مکان زیرِ آب تھے۔ مگر شیخ یحییٰ“ کا گھر پانی سے دور تھا، جس کی اُونچائی زیادہ سے زیادہ ایک گز تھی۔ یعنی پانی اَطراف ہی رہا چبوترے

پر چڑھ نہ سکا۔ جب آپؒ نے مکہ سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا تو آپؒ نے حجرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ حجرے میں سات مہینے تک مشغول (ذکر و مراقبہ) رہے نہ باہر نکلے اور نہ کچھ کھایا پیا، نہ چراغ جلایا، سات ماہ بعد باہر نکلے اور فرمایا:

کہ مدینہ شریف حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

آپؒ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ ایک بڑے مجمع نے آپؒ کا استقبال کیا۔ اس مجمع میں ایک بزرگ چپ چاپ کھڑے ہوئے تھے، جیسے ہی آپؒ کی نظر اُن بزرگ پر پڑی آپؒ نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:- لایئے ہماری وہ امانت جو سرور انبیا ﷺ نے عطاء فرمائی، ان بزرگ نے آگے بڑھ کر تین عدد کھجوریں پیش کر کے عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ یہ عاجز بھی اُمیدوار ہے اس میں سے تھوڑا تبرک عنایت فرمایئے۔ حضرت یحییٰؒ نے اُن کو ایک کھجور دے دی۔

☆اہتمامِ بارھویں شریف

حضور اقدس ﷺ کی بارھویں تاریخ مدینہ منورہ میں لوگوں نے فاتحہ کر کے کچھ نہ کچھ نیاز تقسیم کی۔ شیخ یحییٰؒ کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں تھی آپؒ نے بازار سے بھنے ہوئے چنے منگوا کر بانٹ دیئے۔ حضور اکرم ﷺ کو حضرت یحییٰؒ سے کتنا لگاؤ اور اُنس تھا، وہ کچھ عجیب تھا۔ بات کہنے کو چھوٹی لیکن سمجھنے کیلئے بہت بڑی ہے۔ حضرت شیخ یحییٰؒ نے جس جذبے اور خلوص سے چنے بانٹے کہ اُسی شب تمام بزرگانِ عظام کی محفل میں سرورِ کائنات ﷺ صدر نشین تھے۔ اور آپ ﷺ کے دامن مبارک میں وہی بھنے ہوئے چنے تھے۔ حضورِ اعلیٰ ﷺ نے فرمایا:-

"اے یحییٰ" پھر ایسے چنے ملیں تو اچھا ہو۔" شیخ یحییٰ" بلا ناغہ عصر کی نماز سے عشاء کی نماز تک بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا کرتے عشاء کے بعد بہت دیر تک مراقبہ کرتے پھر پلنگ پر بیٹھ کر روضہ متبرکہ کے اطراف کئی چکر لگاتے یعنی نثار ہونے کے بعد گھر جاتے۔

☆نوازشِ سرکار غوث الاعظمؒ

جس وقت آپؒ روضہ مطاہرہ کی زیارت کے لئے مکان سے نکلتے تو بہت سے لوگ یاشیخ الھند شیئاً للہ پکارتے ہوئے آپؒ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ آپؒ کے خادم خاص سید فیض اللہؒ ہر وقت آپؒ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک رات سید فیض اللہؒ کسی کام سے بازار گئے، اور اپنی جگہ پر ایک درویش کو بٹھا کر گئے، کہ خدمت میں حاضر رہنا۔ وہ درویش دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک شخص جن کا سفید لباس، عطر میں ڈوبا ہوا، نورانی صورت، چہرے سے تقدس نمایاں تھا، انہوں نے آپؒ کے حجرے کے اندر جانا چاہا تو درویش نے روک کر پوچھا:-

آپؒ کون ہیں؟

فرمایا:- عبدالقادرؒ۔

پھر پوچھا کون عبدالقادرؒ؟

فرمایا:- سید عبدالقادر جیلانیؒ-

یہ فرما کر آپؒ کمرے میں تشریف لے گئے۔

صبح کو حضرت شیخ یحییٰؒ نے سید فیض اللہؒ کو ہدایت کی کہ آئندہ کسی دوسرے شخص کو دربانی پر نہ بٹھائیں۔

☆مقامِ شیخ الہند حضرت شیخ یحییٰؒ

سید محمد کردیؒ کے ایک مرید عبدالعلی تزکی کو حضور ﷺ کی روضے کی جالی کے پاس درود شریف پڑھتے ہوئے یہ خیال آیا کہ میرے پیر کا مرتبہ بڑا ہے، یا شیخ الہند کا؟ آواز آئی، شہ نشین پر میرے سیدھے بازو شیخ الہند کی جگہ ہے۔" اور پیچھے کی آخری صف میں تیرے پیر کی جگہ ہے۔"

☆بادشاہ عالمگیر کی مدد

ایک دن حضرت شیخ یحییٰؒ پسینے میں شرابور اور گرد سے اَٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو کہا: سرورِ عالم ﷺ کا فرمان ہوا کہ شاہجہان بادشاہِ ہند کے بیٹوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ تم ہند جاؤ اور عالمگیر کی مدد کرو۔

☆عفو و درگزر

حضرت یحییٰؒ روزانہ مسجد نبوی ﷺ میں کچھ گھنٹے ذکرِ الٰہی کیا کرتے تھے۔ حضرت یحییٰؒ نہ صرف مدینہ منورہ میں بلکہ پورے عرب میں اپنی بزرگی کی وجہ سے مخدوم و محترم ہو گئے تھے۔ لوگوں کے دِلوں میں آپؒ کا اعتقاد بڑھتا جا رہا تھا۔ مگر آپؒ کی شان اور دبدبہ سے حاسدوں کے دلوں میں کینہ کی آگ بھڑک رہی تھی، شیخ احمد صاحب کے دِل میں بھی شعلے نکل رہے تھے۔ یہ شخص اپنے بغض کو دبا نہ سکا اور آپؒ کو تکلیف دینے کی ٹھانی۔ اور اپنے مریدوں وغیرہ کو جمع کر کے شیخ احمد نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب حضرت شیخ یحییٰؒ مسجد نبوی ﷺ کو جائیں" اُس وقت باب مصری کے پاس روک کر ان کو ضرر پہنچائی جائے۔" اور یہ قرار پایا کہ وہ اِشارہ کریں تب سب حضرتؒ پر ٹوٹ پڑیں۔

"حضرت یحییٰ حسب معمول مسجد نبوی ﷺ کی طرف روانہ ہوئے، اور باب مصری کے سامنے پہنچے تو وہ حاسد شیخ احمد، حضرتؒ کی سواری دیکھتے ہی اپنے لوگوں کو اشارہ کرنے کی بجائے خود دوڑ کر آپؒ کے شب بریہ (پلنگ) کا پایا پکڑ کر ساتھ ہولیا" مسجد نبوی ﷺ میں پہنچنے کے بعد آپؒ نے شیخ احمد سے دریافت کیا، کہ تم نے اپنا ارادہ پورا کیوں نہیں کیا؟ بڑی شرمندگی اور گڑگڑا کر اس نے عرض کی: یا حضرت! شب بریہ (پلنگ) پر آپؒ کے ساتھ رحمت اللعالمین ﷺ رونق افروز تھے۔ میں نے جو ارادہ کیا تھا وہ فاسد تھا اور بد تھا۔ میری تقصیر معاف فرما دیجئے۔

"آپؒ نے فرمایا: فقیروں کے دل میں کینہ نہیں ہوا کرتا"۔

☆رفیق اعلیٰ کی جانب سفر (۱۱۰۱ھ)

آپؒ ماہ ذی الحج میں مکہ معظمہ میں آئے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد دو دو رکعت نفل مقام ابراہیم و میزاب رحمت (حطیم) میں ادا کر کے حجر اسود کو بوسے دے کر بہت دیر تک دعا مانگتے رہے بعد میں حاضرین و معتقدین، مریدوں، اور خادموں کو وصیت و نصیحت فرما کر ۲۴ ذی الحج کو مکہ سے مدینہ پاک روانہ ہوئے ۲۵ صفر کو بخار آیا۔ روضۂ اقدس میں حاضر ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کی اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ ۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ کی صبح نفل نماز کے دوران دوسری رکعت میں تھے کہ جان جان آفرین سپرد حق فرمائی۔

محمد فاضل نے جو تاریخ وصال لفظ "ذات" سے نکالی ہے۔ جسکے اعداد "۱۱۰۱" ہوتے ہیں۔ یہ بڑا نفیس سن تاریخ ہے۔ اس تاریخ سے اچھی تاریخ جناب محمد فاضل صاحب نے حضرت شیخ یحییٰؒ کا سن پیدائش لفظ "اعظم" سے نکالا

ہے۔ حضرت شیخ یحییٰ" مدنی کی تاریخ پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام اور سالکین عظام میں بھی عظیم المرتبت اور ممتاز شخصیت تھیں۔ اس لحاظ سے محمد فاضل کی تاریخ اعظم کو الہامی کہا جا سکتا ہے۔ اتنی موزوں تاریخ شاید ہی کسی نے کہی ہو، محمد فاضل صاحب یوں بھی قابل احترام ہیں کہ حضرت شیخ یحییٰ" خود بھی انکو بہت چاہتے تھے۔ اور حضرت کی مکمل تاریخ انہوں نے لکھی ہے جسکا نام **"مفتاح الکرامات"** ہے۔ اور اسی کی وجہ سے حضرت شیخ یحییٰ" کی کامل تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ورنہ ایک مہاجر کی اتنی مفصل تاریخ نہیں مل سکتی۔

☆ القابات

حضرت شیخ یحییٰ" کی کنیت "ابو یوسف" اور بارگاہِ مصطفائی سے "معشوق اللہ" لقب اور قطبیت کا مرتبہ ملنے کے بعد قطب المدینہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپؒ کا پورا نام اس طرح سے ہے:-

ابو یوسف شیخ یحییٰ معشوق اللہ قطب المدنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ تاریخ وصال

آپؒ کے وصال کی تاریخ "ذات" میں سے ولادت کی تاریخ "اعظم" کو نفی کیا جائے تو آپکی رحلت کے وقت آپکی "عمر کے سال برآمد ہونگے۔ "۱۱۰۱-۱۰۱۱" = ۹۰ سال (رحلت کے وقت آپؒ کی عمر نوے (۹۰) سال کی تھی، آپؒ کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپؒ نسباً "فاروقی" ہیں۔

(آپؒ کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں)

(۱) رکن الدین احمدؒ (۲) نصیر الدین محمدؒ (۳) حافظ شیخ یوسف

(۴) شیخ یعقوبؒ (۵) محمد عاشقؒ (۶) ملکہ جہاںؒ (۷) اُمت الحبیب۔
(حافظ شیخ یوسف اور شیخ یعقوب کا شیخ یحییٰؒ کی زندگی ہی میں انتقال ہوا۔)
محمد عاشق نے والد کے چوبیس سال بعد ۱۱۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

☆عاشق میاں دادا باواؒ کے پیڑوں کی منت

ایک دن میاں عاشقؒ اپنے والد کے حجرے میں داخل ہوئے۔ حضرت یحییٰؒ مسجد میں تھے۔ حجرے میں ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، اس پیالے میں حضرت یحییٰؒ ''قہوہ'' پیا کرتے تھے۔ اس پیالے میں قہوے کی مٹی جمی ہوئی تھی۔ میاں عاشق نے وہ مٹی چاٹ لی۔ چاٹنے کے فوراً بعد ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپؒ زندگی بھر مجذوب رہے۔ آج بھی کسی کی کوئی چیز گم ہوجاتی ہے تو وہ عاشق میاں دادا باواؒ کے پیڑوں کی منت مان لیتا ہے تو گم شدہ چیز کا پتہ چل جاتا ہے۔ کبھی ضرورت پڑے تو آپ بھی آزمالیجئے گا۔

☆حضرت نصیر الدین محمودؒ

حضرت شیخ یحییٰؒ کے دوسرے فرزند نصیر الدین محمودؒ نے پہلے حج کے وقت والد محترم سے خلافت اور اجازت پائی۔ حضرت شیخ یحییٰؒ کے وصال کے چند روز بعد صاحبزادہ نصیر الدین بھی واصلِ بحق ہوئے۔ سوئم کے روز سجادہ وقت حضرت خواجہ رکن الدین چشتیؒ نے نصیر الدینؒ کے فرزند رحمت اللہ کو باپ کی خلعت پہنا کر، خود خلافت دیکر جانشین بنایا، مگر وہ تھوڑے ہی دن زندہ رہے اور لاولد فوت ہوئے۔ (حضرت شیخ یحییٰؒ نے اپنی دونوں دختران کا عقد اپنے چچازاد بھائیوں سے کردیا تھا) ملکہ جہاں کا عقد عبدالرشید سے اور امت

نقشہ روضۂ رسول و ریاض الجنۃ

لحبیبؒ کا شمس الدینؒ سے ہوا۔ یہ دونوں حضرت سراج الدینؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد محبوب اللہؒ کے فرزندگان تھے۔

☆مزارِ مبارک

قارئین کرام! مشیت کی باتیں انسان کی سمجھ میں آنہیں سکتیں کیونکہ اللہ نے اپنے بعض بندوں کو ایسا اِمتیاز عطا فرمایا ہے، کہ پیدائش سے لے کر موت تک اُنکی زندگی عجوبہ ہوتی ہے۔ حضرت شیخ یحیٰیؒ بھی ان خاص بندوں میں سے ایک تھے۔ جس وقت آپؒ کو مدفون کرنے کا سوال پیش آیا تو جو جگہ آپؒ کے لیے پسند کی گئی۔ وہ دوسرے لوگوں کیلئے کئی مرتبہ کوشش کرنے کے باوجود کھودی نہیں جا سکی۔ اس لیے وہ محفوظ رہی۔ وہ زمین جنت البقیع میں خلیفہ سوئم سیدنا حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے برابر میں تھی۔ جس کو قدرت نے حضرت شیخ یحیٰیؒ کے لیے مقرر کردی تھی۔ جو زمین کسی طرح نہیں کھد سکی وہ شیخ یحیٰیؒ کی مرقد کیلئے تھوڑی ہی دیر میں کھد گئی، جس میں حضرت شیخ یحیٰیؒ مدفون کیے گئے۔

☆حضرت شیخ یحییٰ ؒ مدنی کے خلفاء

☆حضرت شیخ یحیٰیؒ مدنی کے خلفاء کی بڑی تعداد تھی۔ فرزندِ اوّل حضرت رکن الدین احمد کو خلافت کے ساتھ سجادگی ملی۔ چاروں فرزندگان کو بھی خلافت ملی۔ دوسرے صاحبزادے نصیر الدین محمود نے مشیخت کا سلسلہ جاری رکھا، اور تین فرزندگان نے مشیخت اِختیار نہیں کی۔ چند خلفاء نے رُشد و مشیخت کو اَپنایا لیکن بڑی شہرت اور عظمت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کو نصیب ہوئی۔

کتاب شجرۂ طیبہ میں مذکور ہے کہ سید فیض اللہ، سید خان محمدؒ دہلوی، شیخ رحمت اللہ، اور شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ نے مدینہ منورہ جا کر حضرت شیخ یحیٰی مدنیؒ سے ارادت و خلافت حاصل کی۔ حضرت شیخ یحیٰی مدنیؒ نے حضرت کلیم اللہؒ کو خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ احمد آباد جا کر سجادہ نشین حضرت رکن الدینؒ سے سلوک کی تکمیل کریں، ارشاد کی تعمیل میں حضرت کلیم اللہؒ اور وہ تینوں حضرات احمد آباد تشریف لائے۔ اور محب اللہ حضرت خواجہ رکن الدین احمدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارشاد و تلقین سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اور سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے، چالیس دن (اربعین) کے بعد ان حضرات کو جانے کی اجازت دی گئی۔

☆شیخ یحیٰی علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی شیخ فرید علیہ الرحمہ

حضرت شیخ یحیٰیؒ کے چھوٹے بھائی شیخ فرید، ''ملنگی'' طریقے پر چلتے تھے۔ حیدر آباد دکن میں پھرتے رہے، پھرتے پھرتے'' سید محمد حسینی گیسو دراز المشہور بندہ نوازؒ کے عرس میں گلبرگہ پہنچے۔ عرس میں آئے ہوئے زائرین کو معلوم ہوا، کہ یہ مست و ملنگ حضرت فرد الحقیقت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے پڑپوتے ہیں، تب سے ایک بڑا ہجوم آپؒ کے اطراف گھرا ہوا رہتا تھا۔ اور عزت و احترام کرتا تھا۔ ''بندہ نواز'' کے صاحبزادوں کو شیخ فریدؒ کی اتنی عزت و توقیر ناگوار گزری۔ متولی نے مجاوروں کو ہدایت کی کہ شیخ فریدؒ کو یہاں آنے اور رہنے سے منع کر دیں۔ جب شیخ فریدؒ درگاہ میں جانے لگے تو، مجاوروں نے روکا، ٹوکا، کہ یہ مقام تمہارا نہیں، تمہاری جگہ قلندروں میں ہے، آپؒ نے گنبد کے باہر کھڑے ہو کر فرمایا:

"اے گیسودراز! تجھ کو بندہ نواز کہا جاتا ہے میں تیرے پیر کی اولاد ہوں۔ تیری زیارت کیلئے آیا ہوں، مگر تیری اولاد نے مجھے ذلیل کیا ہے، اگر تو مجھ کو جانتا ہے کہ میری عزو قدر کیا ہے؟ وہ تیری اولاد کو بتا! ورنہ میں ابھی چلا۔ تجھ سے میرا تعلق ٹوٹ جائے گا پھر تو جانے اور تیرا پیر جانے؟"

آپ کے کہنے کے بعد یکا یک ہوا کا اتنا شدید طوفان آیا کہ مزار پاک کا غلاف پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا آ کر آپؒ کے قدموں کے پاس گرا، آپؒ نے اُس ٹکڑے کو چوم کر سر پر رکھا اور مزار پر گئے۔ چراغ کا تیل اور دھواں "کاجل" اپنے منہ پر مل لیا اور جھوم جھوم کر کہنے لگے:۔

"دم دم نصیر دم دم بندہ نواز" "دم دم نصیر دم دم بندہ نواز"

مزار کا بوسہ لیکر باہر نکل آئے، حضرت بندہ نوازؒ کے فرزند اور مجاوران آپؒ کے قدموں پر گر پڑے، تب آپؒ وہاں سے روانہ ہو گئے اور "مالوہ" پہنچے۔ مالوہ میں ہاتف غیبی کی ندا سنائی دی:۔ اپنے کو شیخ یحییٰ" کی خدمت میں حاضر کر۔ یہ آواز سنتے ہی شیخ فریدؒ اسی وقت "دیو بندر" میں حضرت شیخ یحییٰ" کے قدم بوس ہوئے۔ حضرتؒ نے اپنے ہاتھ کی تسبیح اُنکے گلے میں پہنا دی اور خلافت دیکر اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گئے۔ حج سے واپس ہونے کے بعد ۱۶ صفر ۱۰۹۰ھ شیخ فریدؒ رحلت فرما گئے۔ آپؒ شاہ پور احمد آباد میں روضہ قطب الاولیا شیخ حسن محمدؒ میں مدفون ہیں۔

☆ شیخ زین العابدینؒ اکبر پور عرف کھاڑیا احمد آباد کے باشندے تھے۔ حضرت شیخ یحییٰ" کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اُنکی خانقاہ مسجد مولانا قاسم میں تھی۔ آپؒ بڑے ذاکر و شاغل تھے، اپنے شیخ کے منظورِ نظر بھی تھے۔ جب

حضرت شیخ یحییٰ "حج کو روانہ ہوئے تب زین العابدینؒ کی خانقاہ میں تمن گئے قیام فرمایا اور اُن کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گئے۔

☆حضرت ملک جلال محمد شاہی ہمبانی عباسیؒ

تاج پور احمد آباد کے رہنے والے ملک جلال محمد شاہی ہمبانی عباسی کو حضرت شیخ یحییٰ" سے خلافت ملی یہ صاحب کشف وکرامت تھے۔ اکے فرزند ملک قطبؒ کا انتقال ہوا تو لاش کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"بابا قطبؒ بارگاہِ رب العالمین میں عرض کرنا کہ عاصی جلال آج سے چالیسویں روز پہنچ جائیگا"

ہوا بھی یہی بیٹے کے چہلم کے روز آپؒ واصل بحق ہوئے۔

☆سید فیض اللہ کو ارادت وخلافت حضرت شیخ یحییٰ" سے حاصل تھی۔ اُن کو خادم خاص ہونیکا شرف بھی نصیب ہوا تھا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں چالیس (۴۰) سال تک شیخ کی خدمت کرتے رہے، حضرت شیخ یحییٰ" کے وصال کے بعد سید فیض اللہ مدینہ منورہ سے اپنے وطن الہ آباد لوٹ آئے اور مسجد "دڑہا" میں مشیخت کا سلسلہ جاری کیا۔

☆حضرت علی رضا شاہؒ

شاہ علی رضا کے باپ دادا نقشبندی (طریقہ) چلاتے تھے۔ مگر علی رضا شاہؒ چشتی ﷺ طریقہ کو پسند کرتے تھے۔ آپؒ نے سرہند سے مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر۔ حضرت شیخ یحییٰ "معشوق اللہ سے نعمت وخلافت چشتیہ حاصل کی۔ آپؒ سماع یا میلاد کی محفل میں شرکت کرتے تو مجلس ختم ہونے

تک کیف و وجد کی حالت میں رہتے تھے۔ وجد میں آنا خاص بات نہیں، بہت سے لوگوں کو وجد طاری ہوتا ہے، مگر علی رضا کے وجد کی خصوصیت یہ تھی کہ حالتِ وجد رہنے تک اُن کی آنکھوں سے پانی کے بجائے خون بہا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت رکن الدینؒ احمد سجادہ نشین کے پاس مجلس میں حضرت علی رضا شاہؒ بھی شریک ہوئے، حسبِ معمول اُن کو وجد طاری ہوا اور ساتھ ہی آنکھوں سے خون جاری ہوگیا۔ حضرت رکن الدین احمدؒ نے اپنے دامن مبارک میں اُن کے خونی آنسوؤں کو جذب فرمایا جو لوگ شک و اعتراض کرتے اُن کے سامنے وہ خون بھرا دامن پیش فرما دیتے تھے۔

☆حضرت شیخ محمد ملتانؒ

شیخ محمد ملتان سے مکۃ المکرمہ گئے تھے۔ حضرت شیخ یحییٰؒ سے خلافت حاصل کی اور وطن واپس ہوئے تو حضرت شیخ یحییٰؒ نے ارشاد فرمایا

"احمد آباد جا کر رکن الدین احمدؒ سے ورد و ذکر و ہدایت سیکھ لیں۔"

حسبِ حکم پیر و مرشد شیخ محمدؒ، حضرت رکن الدینؒ سے فیضیاب ہو کر ملتان گئے۔ اور وہاں اپنی خانقاہ قائم کی۔

☆حضرت شیخ رحمت اللہ دھلویؒ

شیخ رحمت اللہ دہلویؒ "عرف شیخ اچھا" کی آرزو تھی کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ سے بیعت حاصل کریں تو بڑی خوش نصیبی ہوگی شیخ اچھا اپنی نیت پر اٹل رہے۔ اُن کی خواہش جس طرح پوری ہوئی وہ عجیب و غریب ہے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے بشارت دی کہ:۔

"اِس وقت شیخ یحییٰ" نظام الدینؒ کے مانند ہیں۔"

خود محبوب الٰہیؒ نے نوید دی کہ:-

"شیخ یحییٰ" چشتی گجراتی میرے مثل ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کر"۔
شیخ اچھا کتنے اچھے ہیں کہ دو محبوبوں کی بشارت وزیارت سے مشرف و معز ہوئے۔ ایک محبوب رب المشرقین والمغربین اور دوسرا محبوب الٰہیؒ۔ بقول کسی شاعر کے:- "دیکھنا قسمت! کہ آپ اَپنے پر رشک آ جائے"۔

شیخ اچھا کی اچھائی اور آگے بڑھی، دو محبوبوں نے دیدار سے منور فرما کر میاں اچھا کو شیخ یحییٰ "معشوق اللہ" میں گم کر دیا۔ میاں اچھا کو شیخ یحییٰ معشوق اللہ نے مرید کیا اور خلافت بھی عطا فرمائی۔

☆حضرت سید خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

سید خان محمد، حضرت مخدوم العالم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی درگاہ کے خادم تھے۔ حضرت شیخ العالم نے اُن کو حکم دیا کہ "شیخ یحییٰؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لو" اِس فرمان کے مطابق سید خان محمد، حضرت یحییٰؒ کے مرید ہوئے۔ حضرت نے اُن کو بھی خلافت عنایت فرمائی۔ یہ وہ خلیفہ ہیں جنہوں نے پیری مریدی برقرار رکھی۔ لیکن ایک خلافتی شاخ اتنی پھیلی ہے کہ پورے ہندوستان کے کونے کونے میں یہ شجر آج بھی سایہ فگن ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

☆حضرت کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے جانشین (کی جگہ) نظام الدین اولیاء اورنگ آبادیؒ، اور اُن کے جانشین مولانا فخرؒ ہوئے۔ مولانا فخرؒ کے سات (۷) بڑے خلفاء ہوئے۔

(۱)حضرت سبحن علی شاہ ﷫

اچھے بزرگ تھے جن کا سلسلہ شاہجہاں پورسے سورت (گجرات) میں آج بھی جاری ہے۔

(۲)حضرت شاہ قطب الدین ﷫

کا سلسلہ اورنگ آباد سے ''دیوا'' گیا جہاں سے **''وارثی''** شاخ پھوٹی آج تک جس کی ڈالیں پھیلتی جارہی ہیں۔

(۳)حضرت شاہ شمس الدین اجمیری ﷫

بڑی ہستی تھی دہلی سے ہوتے ہوئے ہوشیار پور میں ان کی خلافت آج بھی بر سر مشخت ہے۔

(۴)حضرت شاہ بدر الدین ﷫

نے خلافت حاصل کر کے حیدرآباد دکن میں مسندِ ارشاد بچھائی جو بعد میں اورنگ آباد منتقل ہو گئی۔

(۵)حضرت مولانا ضیاء الدین ﷫

کی ہستی بڑی ممتاز تھی۔ جے پور میں اب تک اُن کے خلفاء کی بیل پروان چڑھتی جارہی ہے۔

(۶)فخری خلیفہ حضرت شاہ نیاز احمد ﷫

اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے ہوئے بزرگ ہیں بریلی میں آرام کر رہے ہیں۔ جن کی خانقاہ ۱۲۰۰ھ سے آج تک اُن کے جانشینوں سے رونق پارہی ہے، آپ ''**نیاز**'' تخلص کرتے تھے۔ صوفیانہ رنگ میں اِتنا بلند کلام ہے کہ سننے

والے پر وجد طاری ہو جاتا ہے، اس سلسلہ سے منسلک ہونے والے اپنے کو "نیازی" کہتے ہیں اور صاحب سلسلہ کو "حضرت نیاز بے نیاز"۔

(۷) حضرت شاہ نور محمد مہارویؒ

بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں ۱۲۰۵ھ میں اُن کا وصال ہوا۔ مہار شریف میں مزار پاک ہے، اب بھی آپؒ کی اولاد میں سجادگی چلی آرہی ہے۔ خاندانی سلسلہ کے علاوہ خلافتی شاخیں بھی جاری وقائم ہیں۔ جن میں خواجہ محمد عاقل کوریجہ عمرکوٹ مٹھن والے۔ دوسرے حافظ محمد ملتان والے۔ تیسرے شاہ محمد سلیمان تونسویؒ نے ۱۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ تونسہ ڈیرہ غازی خان میں مزار پاک ہے۔ بڑے شیخین میں آپؒ کا شمار ہوتا ہے، آپؒ کی نسبی شاخ میں مشیخت آج بھی عروج پر ہے۔ آپؒ کے خلفاء میں پانچ ہستیاں بہت نامور ہوئیں۔

(۱) **حضرت شاہ ھلالؒ** جن کی خلافت دکن سے مٹھن ضلع اودھ ہوتی ہوئی فیض آباد چلی گئی۔

(۲) **حضرت غلام نصیر الدین عرف کالے میاںؒ،** جن کی خلافت اورنگ آباد میں اولاد در اولاد چلی آرہی ہے۔ **حضرت شاہ معین الدین عرف قیصر میاں** آپؒ کے سجادہ ہیں۔

(۳) بزرگ خلیفہ **حضرت شاہ شمس الدین سیالویؒ** گزرے ہیں، جو ۱۳۰۰ھ میں رحلت کر گئے۔ اُنکی اولاد کی جانشینی کے سوا سید غلام حیدر علی شاہ کی خلافتی شاخ جلال پور میں اور حضرت فضل الدین شاہ کا

سلسلہ "چانچڑ" میں جاری ہے۔ گولڑہ والوں نے بھی خلافت پائی۔ اُن کے صاحبزادے غلام محی الدین شاہ نے پیر ضامن نظامی دہلوی سے۔ درگاہ حضور نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی" سے خلافت حاصل تھی۔

(۴) **حضرت حاجی نجم الدین شیخاوٹی** متوفی ۱۲۸۷ھ جن کا مزار ڑزن میں ہے۔ ان کی خلافتی تین شاخیں جودھ پور، فتح پور، اور ڑزن میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(۵) ممتاز شخصیت **حضرت حافظ محرم علی شاہ المعروف محمد علی خیر آبادی** کی تھی۔ آپؒ کے کئی خلفاء کے منجملہ تین خلفاء مرزا سردار بیگ، حبیب علی شاہ، اور مولوی حسن الزمان کی شاخیں آج تک مسندِ ارشاد حیدرآباد دکن میں بچھائے ہوئے ہیں۔ اور آج انکی گدی پر آپؒ کی اولاد احمد آباد (گجرات) میں سلسلہ بڑھا رہی ہیں۔

☆ حضرت شیخ یحییٰ "قطب المدینۃ المنورہ کی ذات بابرکات نے جو چشتیہ فیضان پھیلایا ہے اس کا جاننا کامل طور پر دشوار ہے۔ جو کچھ حالات پیش کیے گئے ہیں وہ دستیاب قلمی مواد کی بناء پر ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت کے وصال ۱۱۰۱ھ سے لیکر آج ۱۴۳۴ھ تک یعنی ۳۳۷ سال کے عرصہ میں اِن خلفاء کی کتنی خلافتی شاخیں پھیلی ہیں وہ صرف اللہ ہی جانتا ہے، جہاں ہم خلفاء کا شمار نہیں کر سکتے، وہاں مریدوں کا اندازہ ایک ہی لفظ سے کر سکتے ہیں اور وہ لفظ ہے۔

﴿ "اَن گنت" بمعنی ناقابلِ شمار ﴾

خواجه
رکن
الدین
احمد رحمۃ اللہ علیہ
سجادۂ اوّل

☆حضرت رکن الدین احمد چشتی☆

سجادۂ اوّل بن حضرت شیخ یحییٰ مدنی

{ولادت ۱۰۵۹ھ وصال ۱۳ ربیع الاوّل ۱۱۱۵ھ}

دورِ سجادگی و گدی نشینی

۱۰۸۷ھ تا ۱۱۱۵ھ

فہرست

☆خواجہ رکن الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ اوّل☆

﴿ولادت: ۵۹۰ھ۔وصال: ۱۲ ربیع الاول ۶۱۱ھ﴾

☆ولادت:

حضرت خواجہ رکن الدین احمد اوّلؒ گو کہ حضرت شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ کے صلبی فرزند ہیں لیکن آپؒ کا شمار شیخ رشید الدینؒ کے پسر کے طور پر ہوتا ہے، کیونکہ حضرت شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ نے آپؒ کو مجازی صاحبزادہ کہہ کر حذکرہ بالا کو عطا فرمایا، جسکی بنا پر آپؒ کی پوری نسبی شاخ مجازی پدر سے منسوب ہو کر رہ گئی، اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ ۵۹۰ھ بروز اتوار بوقتِ عشاء حضرت معشوق اللہ شیخ یحییٰ چشتیؒ کی بیل پر ایک تازہ کلی کھلی، تمام گھر اُسکی خوشبو سے مہک اُٹھا۔ گھر والے اِس کے اطراف جمع ہو گئے۔

☆ شیخ رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی التجا

اِن میں ایک دل گیر ہستی بھی تھی۔ سب کو چھوڑ کر یہ صاحب اَرمان بھرا دِل لے کر نو مولود بچے کے والدِ بزرگوار حضرت شیخ یحییٰ چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ "میرا چمن ویران ہے، خزاں چھائی ہوئی ہے، اگر یہ صاحبزادہ مجھے بخش دِیا جائے تو میرے گلشن میں بھی بہار آ جائیگی۔

آپؒ کے بزرگانہ کرم سے دور نہیں ہے کہ خادم کو نوازیں۔

"شاہاں چہ عجب! اگر بنوازند گدارا"

اپنے داماد اور حقیقی چچا کے فرزند شیخ رشید الدینؒ بن شیخ سراج الدین کی یہ التجا سن کر حضرت شیخ یحییٰؒ نے فرمایا:- "بابا رشید الدینؒ تمہاری تمنا سے

مجھے بہت خوشی ہوئی، بڑی مسرت کے ساتھ یہ لڑکا تمہارے حوالے کرتا ہوں"۔
"اپنا فرزند داماد کو عطا کر کے حضرت شیخ یحییٰ" نے قطبیت کی شان سے فرمایا: "اگرچہ یہ طفل تمہارا امجازی صاحبزادہ ہے، مگر اسکا نسب تم سے منسوب ہو گا اور یہی میرا جانشین ہوگا"۔
حضرت یحییٰ" کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ وہ لڑکا رکن الدین" "رشید الدین" " کا فرزند کہا جاتا ہے، اور حضرت یحییٰ" کا جانشین بھی ہوا۔ رکن الدین" کو رشید الدین" عطا کرنے کے بعد حضرت شیخ یحییٰ" نے خود یہ پابندی فرمائی کہ رکن الدین کو بھائی "رکن کے نام سے مخاطب فرماتے تھے۔

☆تعلیم و تربیت

شیخ رکن الدین کو بڑا رتبہ ملنا تھا۔ اس لئے انکی تربیت بھی کسی اعلیٰ ترین ہستی کو کرنا چاہیے تھی۔ چنانچہ قطب دوراں اللہ کے معشوق، رسول اللہ ﷺ کے منظور نظر حضرت شیخ یحییٰ" ذاتی طور پر رکن الدین" کو دین و دنیاوی تعلیم خود دینے لگے۔ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ چند سال میں صرف و نحو، منطق، معنی، حدیث، تفسیر، اُصولِ فقہ کے علوم میں ماہر ہو گئے۔ اُسکے بعد ریاضت، مجاہدہ، مشاہدہ، میں مشغول ہو کر سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

☆اعلانِ جانشینی وعطائے ولایت

جب حضرت شیخ یحییٰ" نے ۱۰۸۷ھ بتاریخ ۱۶ شوال، سورت کی بندرگاہ (انڈیا) سے ہجرت فرمائی تب حضرت شیخ رکن الدین" کو سینے سے چمٹا لیا پھر فرمایا کہ:-

''تم فوراً احمد آباد لوٹ جاؤ، اور میری جگہ جو خالی ہے، اس کو سنبھالو''۔ حضرت شیخ الاتقیاء شیخ حسن محمدؒ وقطب الاقطاب حضرت شیخ محمدؒ کا فرمان ہے کہ'' اپنا جانشین تم کو بنا کر ہجرت کروں۔ تاکہ گدی خالی نہ رہے۔ ''اللہ حافظ!''

اس طرح حضرت شیخ رکن الدینؒ احمد شیخ المشائخ کے رتبے پر فائز ہو گئے۔ حضرت شیخ یحیٰؒ کی صحبت اور تربیت نے شیخ رکن الدینؒ کو منزل کے قریب پہنچا دیا۔ جو کچھ کمی رہ گئی تھی اُسکی تکمیل حضرت شیخ یحیٰ نے شیخ رکن الدینؒ کو سینے سے چمٹا کر فرمادی۔ یعنی رکن الدینؒ پارس بنا دیئے گئے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کوئی اللہ والا کسی کو سینے سے لگالے، تو اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس نے وہ نعمت وصلاحیت عطا کردی جو کسی ولی میں ہونی چاہیئے۔ دوسرے لفظوں میں ولایت دینا کہا جاتا ہے۔

☆نکاح

حضرت شیخ رکن الدینؒ احمد ولایت کی دولت سے مالا مال ہو کر مسند نشین ہوئے، آپؒ کی عمر ۱۹ سال کی ہوئی تب حضرت شیخ یحیٰؒ نے شیخ فتح محمدؒ بن شیخ احمدؒ کی دُختر سے آپؒ کی شادی کردی۔ اِس بی بی کا نام'' راج مراد بخت'' تھا۔ جو حضرت سلطان التارکین حمید الدین ناگوریؒ کی پوتی تھیں۔ اِنکے والد شیخ فتح محمدؒ کا نسب بارہویں پشت پر حضرت حمید الدین ناگوریؒ سے مل جاتا ہے۔ حضرت حمید الدین ناگوریؒ خواجہ بزرگ غریب نوازؒ کے مقبول خلیفہ اور سمدھی بھی ہوتے ہیں، اُس خاندان کی لڑکی یہاں اور اس خاندان کی لڑکی وہاں بیاہی گئی ہیں۔

☆اولادو امجاد

ایک رات حضرت یحییٰؒ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:- ''بھائی رکن'' اللہ تعالیٰ تم کو فرزند ارجمند عنایت فرمائے گا، اس کا نام جمال الدین جمنؒ رکھنا''۔ محرم ۱۰۸۹ھ حضرت رکن الدینؒ کے گھر پہلا فرزند تولد ہوا تو مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ جمال الدین جمن ثانیؒ نام رکھا گیا۔ بعد میں چھ صاحبزادے آپؒ کی پشت سے پیدا ہوئے۔ (جملہ سات بیٹے) آپؒ کی ایک بھی بیٹی نہیں تھی۔
(۱) جمال الدین جمن ثانیؒ (۲) عبدالرحمنؒ (۳) عبدالرشیدؒ (۴) صلاح الدینؒ (۵) حسام الدین محمد فرخؒ (۶) سعد الدینؒ (۷) امام الدینؒ۔
ان کے سات فرزندوںؒ میں سے چھ بیٹے لاولد رحلت کر گئے۔ پہلے بیٹے جمال الدینؒ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسرے بیٹے عبدالرحمنؒ کی شادی نہیں ہوئی، تیسرے فرزند عبدالرشیدؒ کی شادی ہوئی لیکن آل واولاد سے محروم رہے۔ چوتھے پسر صلاح الدینؒ کم عمری میں انتقال فرما گئے۔ پانچویں صاحبزادے حسام الدینؒ صاحب اولاد ہوئے آپؒ کا نسبی سلسلہ جاری رہا۔ چھٹے فرزند سعد الدینؒ کی شادی بھی نہیں ہو پائی تھی کہ وصال پاگئے۔ ساتویں صاحبزادے امام الدینؒ چند سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جمال الدین جمن کو پدر محترم نے خلافت عطا فرمائی برادر معظم نے گدی نشین فرمایا۔

☆معمولات واشغال

سجادگی کے بعد حضرت رکن الدینؒ خانقاہ نشین ہو گئے۔ نماز جماعت سے ادا کر کے حجرے میں چلے جاتے، ایک نماز سے دوسری نماز تک ذکر و شغل

میں معروف رہتے۔ عشاء سے فارغ ہوکر فجر کی نماز تک تمام رات نفل نمازیں اور قرآن پاک کی تلاوت میں گزارتے تھے۔

☆نام ونمود سے بے نیازی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک تاجر اپنا مال، سامان اور خادموں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوا اور جہاز طوفان میں گھر گیا اُس تاجر کو آپؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ اُس نے آپؒ سے مدد چاہی۔ آپؒ وہاں پہنچے اور جہاز کو طوفان سے نکالا، وہ تاجر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپؒ کے پاس چند علماء اور فقراء بیٹھے ہوئے تھے۔ تاجر نے طوفان میں پھنسنے اور حضرت کی امداد سے بچنے کی کیفیت بیان کی تو آپؒ نے فرمایا کہ "یہ کہنے کی ضرورت نہیں اللہ نے فضل فرمایا شکر کرو۔" وہ تاجر اور سب ساتھی آپؒ کے مرید ہوگئے۔

☆وصالِ مبارک

حضرت خواجہ رکن الدین احمد ۲۸ سال تک مسند پر رونق افروز رہے۔ ۵٦ سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۱۱۱۵ ہجری ۔ اتوار کو رحمتِ حق میں داخل ہوئے۔ شاہ پور احمد آباد۔ چھپا والی مسجد میں آپؒ کے مزارِ پاک پر حاضرین کی کثیر تعداد حصولِ فیض کیلئے آتی ہے۔ آپؒ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔
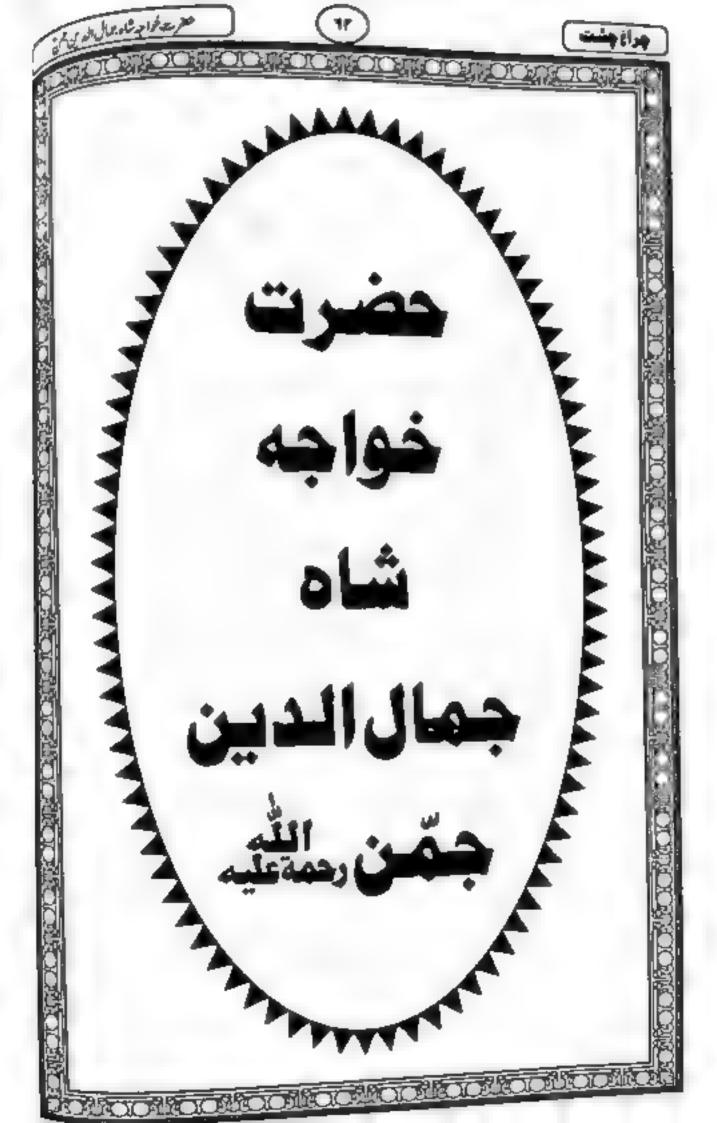
☆☆☆☆☆☆

حضرت
خواجہ
شاہ
جمال الدین
جمّن رحمۃ اللہ علیہ

سجادۂ ثانی

حضرت خواجہ شاہ جمال الدین جمّنؒ

بن حضرت رکن الدین احمد سجادۂ اوّلؒ

﴿ولادت: ۷ محرم ۱۰۸۸ھ وصال ۲ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ﴾

سجادہ نشین

۱۱۱۵ھ تا ۱۱۴۳ھ

فہرست

☆حضرت خواجہ شاہ جمال الدین جمنؒ ثانیؒ☆

(ولادت: ۷ محرم ۱۰۸۸ھ وصال: ۶، ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ)

☆**ولادت:** آپؒ کو پدر اعلیٰ مقام حضرت رکن الدین احمدؒ اول سے ۱۱۱۵ھ میں ارادت، خلافت اور سجادۂ مشیخت پانے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ کی دین اور مرضی کا کیا کہنا، جس کو جو چاہا عطا کیا، اور جس کو جو چاہا بنا دیا۔ اپنے چاہنے والے رکن الدینؒ کی آرزو پوری کی۔ اُن کو لڑکا عطا فرمایا اور اپنی مرضی اِس طرح سے پوری کی کہ اِس فرزندِ ارجمند کو، ہوشمند، طالعِ بلند اور اقبال مند بنایا۔

جمال الدینؒ پیدا ہوئے تو ماں کے پیٹ سے ولی بن کر آئے۔ عمر کے ساتھ رتبہ بھی بڑھتا گیا۔ مشائخ میں یہ چرچا ہونے لگا کہ:-

"اللہ اکبر! اٹھارہ سال کے لڑکے نے قطبیت کا درجہ حاصل کرلیا۔"

☆**تصانیف:** شہرت ہونی تھی، ہوئی، اور خوب ہوئی، کم سنی میں حقانی دولت سے مالا مال ہونے کیساتھ ساتھ حضرت جمال الدینؒ جملہ علوم میں بھی کامل ہو چکے تھے۔ آپؒ نے اپنے علم کے خزانہ کو بے دریغ لُٹا دیا آپؒ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، اور مؤلف بھی۔ آپؒ نے جو کتابیں **تصنیف** کیں اُنکے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) درۃ التاج (۲) مراقات السلوک (۳) قرۃ العین (۴) سیر الاولیاء (۵) رکن الطریقہ (۶) مشہد الجمال (۷) مرشد الکمال (۸) کمندِ وحدت (۹) تقسیم الاوراد کثیر کتابوں پر آپؒ نے **حاشیہ** لکھا ہے

جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:-

☆ **حاشیہ جات:** (۱) فوائد ضیائیہ (۲) مجمل الصافی (۳) زبدۃ (۴) قطبی (۵) عقائد (۶) خیالی (۷) مختصر (۸) مطول (۹) توضیح (۱۰) تلویح (۱۱) فتح (۱۲) تفسیر مدارک (۱۳) بیضاوی (۱۴) تفسیر محمدی ﷺ (۱۵) تفسیر حسینی (۱۶) تفسیر مختصر (۱۷) تفسیر نصیری (۱۸) مثنوی معنوی (۱۹) اسمار الا اسرار (۲۰) مراۃ العارفین (۲۱) چہل رسالہ شیخ محمد چشتی (۲۲) تعرف (۲۳) عوارف المعارف (۲۴) آداب المریدین (تصنیف حضرت ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی) اور (۲۵) اسرار خلوت۔ حاشیہ لکھنا تبصرہ کرنے کو کہتے ہیں، یہ کام کسی معمولی عالم کا نہیں، بلکہ تبصرہ وہی کرسکتا ہے جو جید عالم ہو، کسی مستند کتاب کی کمی، زیادتی، اچھائی، برائی بیان کرنا کھیل نہیں ہے۔ دوسروں کی تصانیف پر حاشیہ خود آپؒ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت جمال الدینؒ کی قابلیت کس معیار کی تھی۔

حضرت جمال الدین جمنؒ ثانی نے جو کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں ان کی تعداد ایک سو بیالیس (۱۴۲) ہے۔ چھوٹی عمر میں اتنی کثیر تعداد میں کتابیں لکھنا اللہ کی بخشی ہوئی سعادت ہے۔ حضرت کی تصنیف ''درۃ التاج'' کی کچھ عبارت نقل کی جاتی ہے، تاکہ آپؒ کی علمیت کا اندازہ ہو سکے۔ ''درۃ التاج'' لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ:-

سخن ہائے قدما در پردۂ لباس واستعارہ است مردمے کج فہم بر غلط رفتہ اند۔ پس این چند کلمہ را اتفاق رقم افتاد۔ انشاء اللہ العزیز ہر کہ ایں بیان

راہ سلوک نظر دارد ہیچ جا پایش نہ لرزد، از جانہ رود۔"

ترجمہ:۔ قدیم لوگوں کی باتیں لباس میں اور استعارہ میں چھپی ہوتی ہیں، نا سمجھ لوگ اس کا غلط مفہوم لیتے ہیں، اس لیئے یہ چند باتیں لکھنے کی ضرورت پیش آئی جو شخص اس بیان کو پیش نظر رکھے گا کسی بھی مقام پر اس کے پاؤں کو لغزش نہ ہوگی اور نہ وہ راستے سے ہٹے گا۔

یہ تو کتاب کا پیش لفظ تھا اب مضمون کا کچھ حصہ نقل کر رہا ہوں۔ غور سے مطالعہ فرمائیں تو بڑی نفیس بات کا علم ہوگا۔ فرماتے ہیں: وجود حق سبحانہٗ ذات اُست، موصوف بہ اوصاف کمال چوں ہما ذات را نہ صفت یکتائی و تنہائی ملاحظہ نمائم آں وحدانیت اُست۔ وحدانیت صرف قابلیت اُست محض مشتمل بر جمیع قابلیات۔ چنانچہ قابلیت تجرد از جمیع صفات و قابلیت صفات باہما۔ درایں تعین اعتبار ضدین است۔ تجرد و اوصاف اعتبار ضد متضادہ در یک ذات بفرق حیثیت اُست اگر ذات را یک قابلیتِ تجرد از جمیع صفات اعتبار داریم احدیت اُست اگر قابلیتِ اوصاف باہما صفات معتبر داریم مرتبۂ واحدیت اُست۔

ترجمہ: حق سبحانہٗ کا وجود ایسی ذات ہے جو پورے اوصاف سے موصوف ہے۔ جب ہم اس ذات کو یکتائی و تنہائی کی صفت کے ساتھ یقین کرتے ہیں تو یہ وحدانیت ہے۔ وحدانیت صرف ایک قابلیت ہے۔ جس میں جملہ قابلیتیں شامل ہیں چنانچہ تمام صفات میں سے تنہائی ایک قابلیت ہے۔ اور قابلیتیں صفاتِ تنہائی کے ساتھ۔ اس تعین میں ضدین کا اعتبار بھی ہوتا ہے۔

تجرد یعنی تنہائی کے ساتھ اوصاف ایک ضد ہے بہت سی ضدوں کا ایک ذات میں جمع ہونا اعتبار کرنے کی چیز ہے۔ اس اعتبار میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے حیثیت بدل جاتی ہے۔ اگر ذات کو قابلیت تجرد (تنہائی) جملہ صفات کے اعتبار کریں تو یہ مرتبہ احدیت ہے۔"

اس بیان میں حضرت جمال الدین ثانیؒ نے جو باتیں ظاہر کی ہیں ان کا ترجمہ پڑھ کر بھی صحیح مقصد سمجھنا دشوار نہیں تو آسان بھی نہیں، اس لئے خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ مطلب ذہن نشین ہو سکے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ:- اللہ کی ذات اکیلی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں یہ تنہائی ایک قابلیت ہے۔ یہ اعتبار کرنا بھی ضروری ہے کہ حق سبحانہٗ کا وجود ایسی ذات ہے جو جملہ اوصاف سے موصوف ہے۔ اوصاف سے موصوف ہونے کی صراحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

"اوصاف" جمع ہے "وصف" کی۔ "وصف" "صفت" کو کہتے ہیں۔ جس میں اوصاف موجود ہوں اس کو موصوف کہتے ہیں۔

☆ **اوصاف:-**

رحیم:- رحم کرنے والا۔ **غفار:**- بخشنے والا۔

رزاق:- رزق دینے والا۔ **کارساز:**- کام بنانے والا۔

ستار:- عیب چھپانے والا وغیرہ، وغیرہ۔

یہ اللہ کے اوصاف ہیں۔ ایک قابلیت اللہ کی "یکتائی"۔ دوسری قابلیت "اوصاف" یا اوصاف اسکی یکتائی کی ضد ہیں۔ مگر ذات کے ساتھ صفات لازمی ہیں۔ ذات کے ساتھ صفات شامل ہونے سے مرتبہ اور حیثیت بدل جاتی ہے۔

(۱) ذات کو یکتائی کی صفت کے ساتھ اعتبار کریں تو یہ مرتبہ وحدانیت ہے۔

(۲) ذات کو قابلیت مجرد (تنہائی) جملہ صفات سے اعتبار کریں تو یہ مرتبہ احدیت ہے۔

(۳) تمام صفات کے ساتھ موصوف ہونے کا اعتبار کریں تو یہ مرتبہ "واحدیت" ہے

۱:- **وحدانیت** :- ذات اور جملہ صفات۔

۲:- **أحديت** :- قابلیت یکتائی۔

۳:- **واحديت** :- موصوف ہونا۔

عام طور پر تینوں لفظوں کے معنی ایک ہی لیئے جاتے ہیں یعنی یکتائی۔ لیکن حضرت جمال الدینؒ نے جو فرق بتایا ہے وہ بہت خوب اور تصوف کی اصطلاح ہے۔

ایک مرتبہ ایک اہل اللہ حضرت شیخ سعد الدین گلشن نقشبندیؒ حضرت جمال الدین ثانیؒ سے ملنے تشریف لائے۔ بہت دیر تک خاص باتیں ہوتی رہیں، اُس کے بعد فرمایا:- جمال الدینؒ! طبع شما بسیار نازک است و دماغ عالی، باید کہ در خیال پیری ہم بگویند:۔

ترجمہ:- جمال الدینؒ! آپؒ کی طبیعت بڑی نازک ہے، اور اعلیٰ دماغ رکھتے ہو، آپؒ کو چاہیئے کہ کچھ خیال کی بات بھی بیان کریں۔ (یعنی شاعری کریں)

حضرت جمال الدینؒ ثانی نے عرض کیا، اگر آنحضرت مدد فرمایند ہر چہ نظم نموده شود اصلاح آں باید زمود۔"

ترجمہ:- اگر آپؒ محترم مہربانی فرمائیں اور جو خیال نظم ہو جائے تو آپؒ اس

کی اصلاح فرمائیں۔

حضرت گلشن نے حضرت جمال الدینؒ کا معروضہ قبول فرمایا، حضرت جمال الدین "چشتی" تخلص فرما کر شعر کہنے لگے۔

☆ **نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:-**

"چوں بکشادم خدا چشمے حقیقت۔" "بجز جاناں ندیدم ہیچ شے را۔"

ترجمہ:- جب خدا نے میری حقیقت کی آنکھ کھولی تب ہر چیز میں مجھے یار کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔

"چوں جاں در باخت چشتی در رہِ عشق" "جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔"

ترجمہ:- اے چشتی تو نے عشق کی راہ میں جاں لٹا دی (ہاردی) دین و دنیا میں اللہ تجھے اچھا صلہ دے۔

"گُل شُد از گلشن بیخود شدن عمرِ ابد" "خضری رُوید بجائے سبز از بُستانِ ما"

ترجمہ:- گلشن میں جو پھول اپنی خودی کھو دیتا ہے اسکو عمرِ دوام مل جاتی ہے۔

اسطرح ہمارے باغ میں ہریالی کے بجائے خضر پیدا ہوتا ہے۔

اس شعر میں آپؒ نے شاعرانہ نازک خیالی سے کام لیا ہے، غور اور فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ شاعر نے کس لطیف پیرائے میں اتنا بہترین مضمون نظم کیا ہے۔

دوسرے مصرعے میں حضرت چشتیؒ نے خضر کو پیش کیا ہے۔ منجملہ اور باتوں کے دو باتیں خضر کی بڑی خاص ہیں۔ ایک تو اُنکی دائم عمر اور دوسری خصوصیت رہنمائی۔ دوسری چیز حضرت "چشتی نے جو پیش کی ہے وہ گلشن ہے"۔

کی اصلاح فرمائیں۔
حضرت گلشن نے حضرت جمال الدینؒ کا معروضہ قبول فرمایا حضرت جمال الدین "چشتی" تخلص فرما کر شعر کہنے لگے۔
☆**نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:-**
"چوں بکشادم خدا چشمے حقیقت۔" "بجز جاناں ندیدم ہیچ شئے را۔"
ترجمہ:- جب خدا نے میری حقیقت کی آنکھ کھولی تب ہر چیز میں مجھے یار کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔
"چوں جاں درباخت چشتی در رہِ عشق" "جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔"
ترجمہ:- اے چشتی تو نے عشق کی راہ میں جاں لٹادی (ہاردی) دین و دنیا میں اللہ تجھے اچھا صلہ دے۔
"گل کند از گلشن بیخود شدن عمر ابد" "خضری روید بجائے سبز از بستانِ ما"
ترجمہ:- گلشن میں جو پھول اپنی خودی کھودیتا ہے اسکو عمر دوام مل جاتی ہے۔
اسطرح ہمارے باغ میں ہریالی کے بجائے خضر پیدا ہوتا ہے۔
اس شعر میں آپؒ نے شاعرانہ نازک خیالی سے کام لیا ہے، غور اور فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کس لطیف پیرائے میں اتنا بہترین مضمون نظم کیا ہے۔
دوسرے مصرے میں حضرت چشتیؒ نے خضر کو پیش کیا ہے۔ منجملہ اور باتوں کے دو باتیں خضر کی بڑی خاص ہیں۔ ایک تو اُنکی دائم عمر اور دوسری خصوصیت رہنمائی۔ دوسری چیز حضرت "چشتی نے جو پیش کی ہے وہ گلشن ہے"۔

(بستان بھی گلشن ہی کو کہتے ہیں) اس لئے یہاں گلشن کے تین مفہوم پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کہنے والے نے "بستانِ ما" کہا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

(۱) "بستانِ ما" وہ باغ جس میں ہم رہتے ہیں یعنی دنیا۔

(۲) "بستانِ ما" ہماری یعنی (شاعر کی) خانقاہ کا چمن۔

(۳) "بستانِ ما" ہمارے خاندان کا گلشن۔ دنیا۔ خانقاہ۔ خاندان تینوں کو پیش نظر رکھ کر سوچیں تو تھوڑے فرق سے ایک ہی مطلب نکلے گا۔ اگر گلشن کو دنیا فرض کیا جائے تو اس کا مطلب اس طرح ہوگا۔

لوگ (پھول) جن کی عمر تھوڑی ہے جیسے پھول کی مختصر زندگی ہوتی ہے، دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا رہ کر مر جاتے ہیں۔ تب نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ اس کے برخلاف جو بندہ معبود میں جذب ہو جاتا ہے وہ حیاتِ جاوید پا لیتا ہے، جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ، اور دوسرے، گلشنِ عالم کے ایسے پھول یا پودے ہیں، یعنی وہ بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر حیاتِ دوام پا لیتے ہیں، دنیا میں نہ ہونے کے باوجود موجود ہیں۔ اور رہنمائی فرما رہے ہیں۔ اس طرح اس گلشن میں اس قسم کا جو پودا پیدا ہوگا وہ ہمیشہ رہے گا اور راہنمائی بھی کرے گا۔ جیسا کہ خواجہ خضر علیہ السلام۔

یہ ہوا دنیا کا مفہوم، اب لیجئے خاندان کو، سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جو شخص یہ بات کہہ رہا ہے اس کی شخصیت کیا ہے؟ حضرت جمال الدین کے حالاتِ زندگی ہمارے سامنے ہیں، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت

''جمال الدین جمن چشتی'' قطب ہیں، تو ایک قطب ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس کی خانقاہ میں تربیت پانے والے افراد اللہ والے ہونگے۔ اور اللہ والے فنا نہیں ہوتے بلکہ خواجہ خضر علیہ السلام کی طرح ہمیشہ زندہ ہیں، اور راستہ بتاتے رہیں گے۔

اب تیسرے خاندانی گلشن کی بھی وضاحت سن لیجیے۔ حضرت ''چشتی'' کی خاندانی تاریخ ہم بہت پڑھ چکے ہیں، اور آنے والے صفحات میں بھی پڑھیں گے، بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے۔ کہ آپؒ کے خاندان کا ہر فرد روحانی نعمتوں سے مالا مال رہا ہے، اور بڑی تعداد میں ایسے بزرگ بھی ہوئے ہیں، جو غوث و قطب کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ اس لحاظ سے آپؒ کا یہ دعوٰی بالکل دُرست ہے کہ آپؒ کے خاندان میں پیدا ہونے والا ایک ایک فرد مثلِ خضر ہے۔ جو رہبری کرنے کیلئے اَبد تک زندہ رہے گا۔

شاعر کی بڑی قابلیت یہ ہے کہ شعر میں ایک ایسا لفظ اِستعمال کر جائے، جس کے کئی مفہوم پیدا ہوں اور ہر مفہوم سے شعر کا مطلب پورا ہو، جیسے یہ لفظ بُستان ما کہا گیا اور اِس لفظ کے تین مفہوم نکلے ہر مفہوم لفظ سے ملکر پورا مطلب ادا کر رہا ہے۔

حضرت کی ولادت کے ایک سال قبل حضرت یحییٰ مدنیؒ نے اَپنے جانشین رکن الدین کو نوید دی کہ:۔

تمہیں اللہ ایک لڑکا عنایت فرمائیگا، جو بڑا ارجمند اور بڑے بلند رُتبے والا ہوگا اِس کا نام جمال الدینؒ رکھنا۔

☆وصال

۱۰۸۸ھ بتاریخ سات (۷) محرم کو حضرت یحییٰ مدنی ؒ کی بشارت پوری ہوئی۔ حضرت رکن الدینؒ کے گھر پہلا لڑکا تولد ہوا۔ آپؒ نے شیخ کے ارشاد کے مطابق فرزند کا نام جمال الدینؒ رکھا، عنایت یزدانی اس لڑکے کے شریکِ حال رہی، اور جمال الدین کم سنی عمر ہی میں سب کچھ ہو گئے۔ ایک طرف ''جیدِ عالم'' تو دوسری طرف ''قطب'' ریاضت وعبادت کا یہ عالم تھا کہ دن کے علاوہ ہر رات پانچ سو (۵۰۰) رکعت آپؒ کا معمول تھا۔ ایک چھوہارے (خاریک) کو گھس کر صندل کی طرح چاٹ لیتے، ایک کھجور دو چار روز چلاتے تھے، آپؒ نے شادی نہیں کی۔ سجادگی پر نو (۹) سال رونق افروز رہے۔ پینتیس (۳۵) سال اور چار ماہ کی عمر میں چھ ۶ ربیع الثانی ۱۱۲۳ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ شاہپور میں چھپا والی مسجد میں اپنے شیخ اور والد کے برابر میں مزار پاک واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت
خواجہ
حسام الدین
محمد
فرّخ
صوفی رحمۃ اللہ علیہ

☆حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ صوفی رحمۃ اللہ علیہ☆

☆سجادہ بن حضرت رکن الدین احمد اول رحمۃ اللہ علیہ☆

﴿ولادت: ۵ ذی الحجہ ۱۰۹۵ھ وصال ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ﴾

سجادہ نشینی

۱۱۳۳ھ تا ۱۱۷۵ھ

فہرست

☆خواجه حسام الدین محمد فرّخ صوفیؒ☆

{ولادت ۵ ذی الحج ۱۰۹۵ھ وصال ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ}

☆ولادت باسعادت

جمال الدین جمن ثانیؒ انتہائی حسین وجمیل جوان ہونے کے باوجود تا عمر تجرد رہے۔ بھرپور شباب یعنی ۳۵ سال کی عمر میں اِس دارِ فانی کو خیر باد کہا۔ رحلت کے چند گھنٹے پہلے اپنے پیر بھائی اور حقیقی برادر حضرت حسام الدین محمد فرخ کو سجادہ نشین فرمایا۔ حضرت جمال الدین جمن ثانیؒ، حضرت حسام الدین فرخ سے سات سال بڑے تھے، حضرت جمال الدین جمن ثانیؒ ۱۰۸۸ھ میں اور حضرت فرخؒ ۱۰۹۵ھ میں تولد ہوئے۔ پدرِ عالی قدر حضرت رکن الدین احمدؒ نے اپنے شیخ والد بزرگوار حضرت شیخ یحییٰؒ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا کہ ذی الحج کی پانچویں تاریخ کو غلام زادہ، جانِ کائنات ﷺ کی دُعا کے صدقے رب ذوالجلال نے عطا فرمایا ہے، جسکا نام شیخ حسام الدینؒ رکھا گیا ہے۔

اِس معروضے کے جواب میں ارشاد ہوا:-

"ایں کودک فرخ اَست"

ترجمہ:- یہ لڑکا نیک ہے۔

☆لقب

آپؒ کے والد رکن الدینؒ نے بیٹے کی نیک بختی کو دائم وقائم بنادیا۔ خود آپؒ نے بیٹے کا جو نام حسام الدینؒ رکھا تھا، اُس کو لقب قرار دیکر محمد فرخؒ نام رکھا گیا۔ اور آج تک اِسی نام سے پکارے جاتے ہیں، حضرت فرخؒ کو

حضرت رکن الدینؒ نے اِتنا آراستہ فرمایا کہ آپ اولیا اللہ کی صف اوّل میں کھڑے ہو گئے۔ تب حضرت رکن الدینؒ نے بیٹے کو خلافت عطا فرمائی، اور سر پر وہ ٹوپی پہنائی جو حضرت یحییٰؒ نے اپنے پوتے فرخؒ کے لئے مدینہ پاک سے روانہ فرمائی تھی، برادرِ معظم حضرت جمال الدین ثانیؒ نے اپنے علم کا خزانہ بھائی کے سینے میں بھر دیا۔

☆تعلیم وتربیت

تاریخ، عروض، انشاء، رَمل، نجوم، جفر، قیافہ، تصوف، سلوک، شریعت وغیرہ کے علوم میں آپؒ مہارت رکھتے تھے۔ آپؒ نے قرآن پاک حفظ کیا تھا اور خود ماہ رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے۔ فن تجوید (قرأت) پر بھی پورا عبور تھا۔ اِتنا صحیح تلفظ ادا فرماتے تھے کہ بہت کم کسی کو دیکھا گیا ہے۔ قدرت کی طرف سے اِتنا نفیس شیریں گلا عطا ہوا تھا، کہ قرأت سن کر لوگوں پر سناٹا چھا جاتا تھا۔

☆قناعت

آپؒ بڑی سختی سے سنت پر عمل فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص سنت کے خلاف کچھ کرتا نظر آتا تو اُسکی طرف قطعاً توجہ نہیں فرماتے تھے۔ نہ کلام فرماتے تھے، ملا تو خوش، نہیں تو فراموش آپؒ کی عادت تھی۔ اِس رنگ میں سارے کا سارا گھر رنگا ہوا تھا۔ اکثر تین تین روز اور بعض وقت چھ، سات روز چولھے پر ہانڈی نہیں چڑھتی تھی، خود ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، گھر والے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے گزار دیتے تھے۔ صرف اُسی وقت کھاتے جب کہیں سے تحفتاً

آ جاتا۔ اِنتہا یہ کہ پینے کیلئے پانی تک گھر میں نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ اُسی وقت اِتنی مقدار میں پانی منگوایا جاتا جتنی کہ پیاس ہوتی۔ اگر بلا ناغہ مُسلسل تحفے آتے تو آپ فرماتے۔

"خانۂ فرعون گشتہ است"

ترجمہ: متوکل کا مکان فرعون کا گھر بن گیا ہے۔

جب کوئی مہمان آ جاتا تو میزبان کے گھر میں کچھ نہ ہوتا کہ کھلائیں۔ لیکن منجانب اللہ اِہتمام ہو جاتا۔ اُسی عرصے میں کہیں سے خوانِ نعمت آ جاتا۔ اور مہمانوں کو سیراب کیا جاتا۔ عموماً ایسا ہوتا رہا کہ کوئی مہمان آیا تو تھوڑی دیر بعد کسی ذریعے اللہ نے اُس کا رزق بھی بھیج دیا۔

☆روز و شب

ہر روز روزہ رکھنے اور تمام روز اور پوری رات نماز، ذکر، قرآن، میں گزار دیتے۔ آپؒ کی چمڑی ہڈی سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ مگر چہرہ پھول کی مانند سرخ اور نورانی تھا۔ کہ دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔

ایک رات حضرت فرخ کے حجرۂ مبارک سے کسی کی آواز سنائی دی۔ جب آپؒ باہر تشریف لائے تو گلے میں مولسری کا ہار پڑا ہوا تھا، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا:

"ہمہ اولیاء برائے تہنیت قطبیت آمدند، حق سُبحانہٗ دعزّ شانہٗ بندہ کمترین خود را باایں مرتبہ معزز ساخت کرم فرمودہ است للہ الحمد والمنۃ۔"

ترجمہ: تمام اولیا مجھے قطبیت کی مبارکباد دینے آئے، حق سبحانہٗ بڑی

شان والے نے اپنے کمترین بندے کو یہ مرتبہ عطا فرمایا، عزت بخشی اور قدر میں اِضافہ فرمایا، اُسکے اِحسان کا شکریہ۔

☆ کرامت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک رات آپؒ کے خادم نور محمد کی اچانک آنکھ کھلی تو وہ سمجھے کہ شاید صبح ہو چکی ہے اور حضرت سو رہے ہیں۔ نماز کیلئے حضرت کو بیدار کر دیتا ہوں، جیسے ہی حضرت کے حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ (حضرت فرخؒ کے) جسم کا ہر حصہ الگ الگ پڑا ہوا ہے۔ خادم کو گھبراہٹ ہوئی کہ کسی دشمن نے آپؒ کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ آپؒ اصل حالت میں آئے اور فرمایا نماز کیلئے ابھی آدھی رات باقی ہے جاؤ سو جاؤ۔ آپؒ بادشاہوں، شہزادوں، اور امیروں، سے دور رہتے تھے، اور اُن کا ہدیہ یا نذر بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ آپؒ کی اِن لوگوں سے لاپرواہی ہوتے ہوئے بھی جب کسی سے ملتے تو ایسے اِخلاق سے ملتے کہ دلوں میں اِخلاقِ محمدی ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی۔ آپؒ شعر بھی موزوں فرماتے تھے۔

☆ شعروادب

آپکا تخلص ''صوفی'' تھا۔ حضرت ''صوفی'' کی ایک غزل کے دو شعر آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) ''در ملک فنا پیر مُلوکیم   در کشورِ فقر شہر یاریم''

(۲) ''چوں قطرہ شدیم محو دریا   خود بحرِ محیط بیکناریم''

ترجمہ: (۱) :- فنا کے ملک میں رہنے والوں میں ہم اوّل ہیں، فقر کے ملک

میں ہم بادشاہ ہیں۔

ترجمہ: (۲):- قطرے کے مانند ہم دریا میں گم ہوگئے ہیں، اور ہم خود ایسا سمندر بن گئے ہیں جسکا کوئی کنارہ نہیں، ایسا گہرا سمندر بن گئے ہیں۔

☆ **تشریح:**:- مصرع ثانی میں حضرت ''صوفیؒ'' نے لفظ فقر استعمال کیا ہے یہی لفظ شعر کی جان ہے۔ پورے مفہوم پر یہی لفظ چھایا ہوا ہے، یعنی اللہ کی مرضی اور خوشی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا نام ہی ''فقر'' ہے۔ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کو فنا کر دیتے ہیں وہ متوکل کہلاتے ہیں۔ اِس شعر میں حضرت صوفیؒ کا اِشارہ ایسے ہی لوگوں کی طرف ہے اور وہ اپنے اِسی کردار کی بناء پر فرمارہے ہیں کہ خواہشات کو فنا کر کے فقر کو اپنانے والوں کی فہرست میں ہمارا نام اوّل ہے۔

ہم اپنے فقر اور توکل سے اِتنے مسرور ہیں کہ بادشاہ اپنے عیش و آرام میں خوش ہے۔ حضرت ''صوفیؒ'' کے توکل کا حال آپ مضمون کی اِبتدائی سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ اِس شعر میں آپؒ نے اِسی حالت کا پورا اظہار فرمایا ہے۔

دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ اللہَ علیٰ کُلِّ شیءٍ محیط'' خالق کی ذات کائنات کی ہر چیز کو محیط (گھیرے ہوئے) کئے ہوئے ہے۔ ہر بندہ کائنات کا ایک جُز ہے۔ پس جو بندہ اپنی ہستی کو اللہ میں مٹا دیتا ہے تب اُس بندہ میں ربانی طاقت کا ظہور ہوتا ہے۔ جس طرح قطرہ سمندر میں شامل ہونیکے بعد سمندر کی طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ اِس قطرے (صوفیؒ) میں سمندر کی قوت کا کتنا جوش رہتا ہے وہ اس واقعہ سے معلوم ہوگا۔

☆عرش کی سیر کرادی

ایک شخص رات کے وقت بھنگ کی تلاش میں نکلا، پھرتے پھرتے ایک مسجد کے پاس پہنچا اندر نظر کی تو حوض پر ایک صاحب کو بیٹھے دیکھا، اُس کو خیال گزرا کہ کوئی فقیر ہے۔ اس کے پاس یقیناً بھنگ ہوگی وہ اندر گیا۔ اور آپؒ سے بھنگ مانگی، آپؒ نے فرمایا، "یہاں بھنگ نہیں ملتی، ولایت ملتی ہے۔" اُس نے سوچا ولایت بھی کوئی نشے کی چیز ہوگی۔؟ اُس نے عرض کی چلو بھنگ نہیں تو ولایت ہی سہی۔ آپؒ نے سامنے بیٹھنے کو فرمایا، وہ شخص بیٹھ گیا۔ آپؒ نے اُس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر غور سے دیکھا۔ یکا یک وہ شخص ایک دیوانے کی طرح اُٹھا اور آپؒ پر صدقے ہونے لگا۔ آپؒ کا طواف کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنے لگا۔ "چشتی دین۔ د۔ دنی کی پشتی مٹھی ملی، نہ بھانگ" رہے ٹوٹی جھونپڑی میں، عرش پہ دیویں بانگ۔

مطلب: "چشتی" دین اور دنیا میں حمایت کرنے والے، ٹوٹی جھونپڑی میں رہنے والے کو بھنگ دینے کے بجائے عرش کی سیر کرادی۔

قارئین کرام آپ نے سمندر میں فنا ہونے والے قطرے کی صلاحیت ملاحظہ فرمائی کہ کس طرح عمر بھر بھنگ پینے والے کو ایک نظر میں ولی کامل بنادیا۔

☆وصال

آپؒ کا لقب حسام الدینؒ نام محمد فرخؒ تخلص "صوفی" آپؒ کو پدر محترم نے خلافت عطا فرمائی برادر معظم نے سجادہ نشین فرمایا۔ بھائی جمال الدینؒ کے سوئم کے روز بتاریخ آٹھ ربیع الثانی ۱۱۲۴ھ کو حضرت فرخؒ کی

سجادگی کی رسم ادا ہوئی۔ ۵۱ (اکیاون) سال تک آپؒ چشتیہ مسند پر رونق افروز رہے۔ آپؒ کی عمر (۸۰) اسی سال کی تھی وصال سے تین دن قبل آپؒ نے فرمایا:-

"دوست نے یاد کیا ہے، ہم چلے جائینگے۔" ماہ ذی الحج کی ۲۵ تاریخ ۱۱۷۵ھ کو آپؒ نے اپنی جان جانِ آفرین کو سپرد کردی۔ پدر بزرگوار کے برابر میں چھپاوالی مسجد شاہ پور میں مدفن ہوئے۔ آپؒ کی شادی سید عشق اللہ کی صاحبزادی اُمت العزیز سے ہوئی آپؒ سے ایک ہی اولاد نرینہ ہوئی جس کا نام رکن الدین احمد (ثانیؒ) تھا جو آپؒ کے وصال فرمانے کے بعد آپؒ کے سجادہ ہوئے۔ جنہیں آپؒ نے سفرِ آخرت سے تین (۳) دن پیشتر ۲۲ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

☆☆☆☆☆

سجادگی کی رسم ادا ہوئی۔ ۵۱ (اکیاون) سال تک آپؒ چشتیہ مسند پر رونق افروز رہے۔ آپؒ کی عمر (۸۰) اسی سال کی تھی وصال سے تین دن قبل آپؒ نے فرمایا:

"دوست نے یاد کیا ہے، ہم چلے جائیں گے۔" ماہ ذی الحج کی ۲۵ تاریخ ۱۷۵ھ کو آپؒ نے اپنی جان جانِ آفریں کو سپرد کردی۔ پدر بزرگوار کے برابر میں چپاوالی مسجد شاہ پور میں مدفن ہوئے۔ آپؒ کی شادی سید عشق اللہ کی صاحبزادی اُمت العزیز سے ہوئی آپؒ سے ایک ہی اولاد نرینہ ہوئی جس کا نام رکن الدین احمد (ثانیؒ) تھا جو آپؒ کے وصال فرمانے کے بعد آپؒ کے سجادہ ہوئے۔ جنہیں آپؒ نے سفرِ آخرت سے تین (۳) دن پیشتر ۲۳ ذی الحجہ ۱۷۵ھ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

☆☆☆☆☆

حضرت خواجه رکن الدین احمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ

☆سجادۂ حضرت خواجہ رکن الدین احمد ثانیؒ☆
بن حضرت حسام الدین محمد فرخ صوفی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ولادت: ۱۳ صفر ۱۱۳۱ھ وصال ۲۵ شعبان ۱۱۹۸ھ﴾

سجادگی و گدی نشینی

۱۱۷۵ھ تا ۱۱۹۸ھ

فہرست

☆خواجہ رکن الدین احمد ثانیؒ☆

﴿ ولادت: ۱۳ صفر ۱۱۴۱ھ وصال: ۲۵ شعبان ۱۱۹۸ھ ﴾

☆ولادت باسعادت

۱۳ صفر ۱۱۴۱ھ کو قطب الاقطاب محبوب اللہ حضرت خواجہ شیخ محمدؒ مظہر اللہ صمد ابو یوسفؒ خواجہ شیخ یحییٰ معشوق اللہ قطب المدنی چشتیؒ؛ اور تمام بزرگانِ خاندان نے غائبانہ تشریف فرما ہو کر خواجہ شیخ حسام الدین محمد فرخؒ صوفی کو صاحبزادہ تولد ہونے کی مُبارکباد دی۔

اولیا اللہ کی یہ سنت ہے کہ کسی لڑکے کی ولادت پر پُرجوش مبارکباد اُسوقت دیتے ہیں، جب کہ نومولود کاملین کی جماعت میں عالی قدر اور نامدار ہوتا ہے۔ حضرت فرخؒ کے لیے بھی یہ خوشخبری بڑے فخر اور ناز کا سبب ہوئی، مسرت سے وہ پھولے نہ سماتے تھے۔ اپنے لختِ جگر کا نام رُکن الدینؒ احمد ثانی رکھا۔ مثل مشہور ہے کہ:-

''ہونہار برواکے چکنے چکنے پات''

''پوت کے پیر پالنے ہی میں سے نظر آتے ہیں کہ یہ بڑا سپوت ہوگا''

اِسی مضمون کو کسی شاعر نے بہت عمدہ طریقے سے باندھا ہے۔

''بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارہ بلندی''

سنجیدگی کی وجہ سے آپؒ کی پیشانی پر اقبال مندی کی روشنی چمک رہی تھی۔

اَب اِبتدء سے اِنتہا تک سُنیے کہ یہ بچہ کیا اور کیسا تھا۔

☆شکمِ مادر میں قرآن پاک حفظ کرنا

ابھی رکن الدین ثانی ماں کے شکم میں ہیں۔ آٹھواں مہینہ شروع ہوا تو آپؒ کی والدہ محترمہ حسب معمول قرآن پاک کی تلاوت کرنے بیٹھیں جیسے ہی آپؒ نے تلاوت شروع کی ویسے ہی پھرتا ہوا بچہ ایک جھونکے کے ساتھ رُک گیا۔ والدہ محترمہ گھبرائیں کہ ایکدم بچے کو کیا ہو گیا۔ اسی سوچ میں آپؒ نے قرآن پاک بند کر دیا، قرآن پاک بند ہوتے ہی بچہ پھر حرکت کرنے لگا، مادر مشفق امت العزیز مطمئن ہو کر پھر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئیں، لیکن پہلے کی طرح بچہ کی حرکت دوبارہ موقوف ہو گئی، آپؒ نے پڑھنا روک دیا، رُکتے ہی حرکت پھر شروع ہو گئی۔ والدہ صاحبہ نے کچھ دیر سوچ کر پڑھنے کا آغاز کیا اس کے ساتھ بچہ نے حرکت چھوڑ دی۔ آپؒ نے تلاوت جاری رکھی اس مرتبہ شاید آپؒ آزمائش کر رہی تھیں، بڑے سکون کے ساتھ آپؒ تلاوت کرتی رہیں، اور بچہ بھی بے حس و حرکت ساکت پڑا رہا۔ جب آپؒ اپنی تلاوت ختم کر چکیں تو بچہ کی حرکت پھر جاری ہو گئی۔ آپؒ نے دِل میں سوچا کہ اس میں اللہ کا کوئی راز پوشیدہ ہے۔ آج نہیں تو کل کھل جائے گا۔ آپؒ ہر روز تلاوت کرتی رہیں اور تلاوت کے ساتھ ساتھ بچہ بھی روزانہ حرکت چھوڑ کر ساکت ہو جاتا۔ والدہ صاحبہ اس کو اللہ کا راز سمجھ کر دِل کو سمجھاتی رہیں مگر پوری طرح مطمئن نہ ہو سکیں۔

☆مادرزادولی

آپؒ نے شوہر سے ایک روز تمام تفصیل سنائی، حضرت حسام الدین فرخ سنتے رہے، اور مسکراتے رہے، اور پھر زوجہ سے فرمایا:-

''اُمت العزیز، اللہ جل شانہٗ نے میرے خاندان میں بہت سے اُفراد کو ایسا پیدا کیا ہے کہ جو مادرزادولی تھے۔ تم بھی فکر نہ کرو، رب کا شکر ادا کرو کہ تمہارے شکم سے تولد ہونے والا بھی اُپنے بزرگوں کی شان لیکر آ رہا ہے، مجھے تو ناز ہے تم بھی فخر کرو۔''

وقت گزرتا رہا رکن الدین ثانیؒ نے پانچویں (۵) سال میں قدم رکھا اِکلوتا بیٹا، اَرمانوں کا پالا ماں باپ نے بسم اللہ بڑی دُھوم سے منائی عزیز، اقرباء، دوست و آشنا غرض یہ کہ مہمانوں سے گھر کھچا کچ بھرا ہوا تھا۔ رکن الدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔ سورۃ الحمد اور اقراء پڑھائی جانے کے فوراً بعد معصوم جان نے، پیاری پیاری زبان میں، اِتنی روانی سے الم کی تلاوت شروع کی۔ کہ لوگ حیرت سے بت بنے ہوئے دیکھتے رہے۔ آپؒ نے پہلا پارہ ختم کر کے دوسرا پارہ شروع کیا جتنی تیزی سے کوئی مشاق حافظ پڑھتا ہو۔ کوئی تعجب میں غرق، کوئی حیرت میں ڈوبا ہوا، کوئی دِل سے دُعا دے رہا تھا۔ بہر حال یہ اَیسا منظر تھا جو صرف دیکھا جاسکتا ہے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معصوم حافظ ایک دو پارے نہیں بلکہ آدھا قرآن بلا جھجک و رکاوٹ کے سناتا چلا گیا۔ مبارک! سلامت! کا شور وغل مچ گیا۔ پدر عالی مقام نے سب لوگوں کو کیفیت سنائی کہ شکم مادر میں رہ کر کس طرح نصف کلام پاک حفظ کیا۔ شور اُٹھا ''مادرزادولی'' ہے۔

کوئی بھی یقین نہیں کرسکتا کہ ماں کے پیٹ میں رہ کر قرآن حفظ کیا ہو۔ مگر قدرت یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے۔ یہاں ماننے کے سوادم مارنے کی گنجائش نہیں۔ محفل برخاست ہوئی اور مہمان چلے گئے۔ ماں کے پیٹ میں نصف قرآن حفظ ہوا تھا، اسلئے باقی آدھا قرآن بھی والدہ صاحبہؒ نے یاد کروانا شروع کیا۔ یہ بچہ عجیب بچہ ہے، کھیل کود سے اُس کو ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی۔ باپ کی گود میں بیٹھا رہتا۔ کہتا بھی اُنہی سے، سنتا بھی اُنہی کی، نقل بھی کرتا تو اُنہی کی؟۔ دو سال کے بعد یعنی سات (۷) سال کی عمر میں رکن الدین احمد ثانی پکے نمازی، ذاکر، شاغل، اور حافظ و قاری ہو گئے۔ اِس کے ساتھ علم دین بھی حاصل کرتے رہے۔ وقت گذرتا گیا عمر بڑھتی گئی، عبادت اور ریاضت میں اضافہ ہوتا گیا، باپ نے بیٹے کی روحانی حالت سے مطمئن اور شاد ہو کر خلافت دے دی۔

☆ **عقدِ مسنونہ**

ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت حسام الدین محمد فرخؒ پر ایک فرض باقی رہ گیا تھا۔ وہ تھا گھر کے چراغ رکن الدینؒ کی شادی۔ رشتے کیلئے زیادہ جستجو کرنیکی ضرورت نہیں ہوئی۔ بہت جلد اور نہایت قریبی رشتے کی لڑکی پسند کر لی گئی۔ حسام الدین محمد فرخ صوفیؒ نے اپنے حقیقی چچازاد بھائی حمایت اللہ بن حسن محمدؒ کے فرزند مجدد دینؒ عرف منجو میاںؒ کی دختر نیک اختر 'آرام بخت' کے ساتھ رکن الدین ثانیؒ کا عقد کر دیا۔

☆☆اولادِ امجاد

آپؒ سے پانچ پسر اور ایک دختر پیدا ہوئی۔

(۱) رشید الدین مودود لالہؒ (۲) جمال الدین خمس ثالث (۳) فرید الدینؒ (۴) بڑے میاںؒ (۵) خوب میاںؒ (۶) فاطمہ بی بی۔ بڑے میاں ؒخوب میاںؒ اور فاطمہ بی بی لاولد رہ کر دنیا سے کوچ کر گئے۔ پہلے تین صاحبزادوں کے یہاں اولاد ہوئی۔ آج تک اُنکی آل اولاد موجود ہے۔

پانچویں بیٹے خوب میاںؒ کے سوا چاروں فرزندگان پدر محترم کے مرید اور خلیفہ ہیں' لیکن بڑے صاحبزادے کے علاوہ کسی نے بھی پیری مریدی کا سلسلہ جاری نہیں کیا۔ حالانکہ جملہ پسران اہلِ علم و فضل' عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے۔ بالخصوص تیسرے فرزند فرید الدینؒ کا خاص رنگ تھا۔ دنیا والوں سے دور رہتے اور تنہائی میں گزارتے تھے۔ تمام دن بکریاں چراتے اور رات بھر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ ایک بکری کو آپؒ سے بڑا اُنس تھا۔ وہ ہر وقت آپؒ کے پاس رہتی۔

اگر کبھی اتفاق سے آپؒ کہیں چلے جاتے تو واپس آنے تک چلاتی، چارہ تک نہیں کھاتی، آپؒ بھی اِس کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ اُسکا نام ''برکت'' رکھا تھا۔ ایک دن کسی نے 'برکت' کو چُرا کر قصاب کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ آپؒ نے قصاب کے پاس آدمی کو دوڑایا، مگر وہ شخص وہاں پہنچا تو 'برکت' ذبح ہو چکی تھی۔ آپ کو سخت ملال ہوا یکدم زبان سے نکلا جس نے بیچا اور جس نے کاٹا اُنکو برص ورشتہ ہو جائے۔ (برص = کوڑھ ارشتہ = نارو) آپکا کہا پورا ہوا۔ چندہی روز

میں چور اور قصاب ''کوڑھ'' اور نارو، کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ حضرت فریدالدینؒ کی زبان کا اثر ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ آپؒ بزرگ زادہ تھے، اور خود بھی بزرگ تھے۔

☆عاجزی وانکساری

صاحب تذکرہ حضرت رکن الدین ثانیؒ چھپ کر عبادت کرتے۔ اور کرامت دکھانے میں بہت تامل فرماتے تھے۔ اور آپؒ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتے تھے جس سے ظاہر ہو جائے کے آپؒ صاحب کشف و کرامات ہیں۔ لوگ کوشش کرتے کہ آپؒ سے کوئی کرامت صادر ہو مگر آپؒ ٹال جاتے۔ حتیٰ کہ لوگوں میں ذکر چھڑ گیا کہ چشتیہ گدی کے سجادہ نشین رکن الدین احمدؒ ابتک معمولی انسان ہیں۔ آپؒ میں ولی جیسا کوئی وصف نہیں۔ مشائخ میں بھی اِس بات کا چرچا ہونے لگا۔ ایک دن شیخین کی مجلس میں رکن الدینؒ کے ''حال و قال'' پر بحث شروع ہوئی۔ ایک پیر صاحب نے کہا یہ ساری باتیں قیاس آرائیاں ہیں، اُنکی بزرگی میں کوئی شبہ نہیں۔

☆مقامِ فردانیت

یک مرتبہ میں حضرت موصوف کے پاس موجود تھا'' دو شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنکو دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

''اے! آمدت باعثِ خوشنودی ما''

(آپکا آنا ہمارے لیئے موجب مسرت ہے)

آنے والوں نے عرض کی ''ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔'' آپؒ نے

فرمایا:۔ ''مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو، یہی نا! کہ تم کو بھیجا گیا ہے۔''

آنے والوں نے عرض کیا: جی ہاں حضرت ہم حضور غوث پاک کے روضے میں چلہ کررہے تھے۔ ''چلہ ختم ہونے سے پہلے ہم کو حکم ہوا کہ ہند کے شہر احمد آباد میں رکن الدین فردیت کے مقام پر فائز ہے۔ وہاں جاؤ تمہارا مقصد پورا ہوگا۔''

''آپؒ نے مسکرا کر فرمایا:۔ ''وضو کرکے آؤ، تمہارا مقصد مل جائیگا۔''
وہ دونوں وضو کرکے آئے تو اُنکو مرید کرکے ایک کو''چشتیہ''اور دوسرے کو ''قادریہ''سلسلہ کی خلافت عطا فرما کر ارشاد فرمایا:''کہ چند روز میرے پاس رہو۔''

پیر صاحب نے یہ واقعہ سنا کر کہا، کیا اَب بھی آپ''حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت رکن الدین''معمولی اِنسان ہیں۔ ایک پیرزادے نے دریافت کیا وہ دونوں اَپنے بیان میں سچے ہیں اِس کا کیا ثبوت ہے؟ اِس تاویل پر پیر صاحب ناراض ہوکر مجلس سے اُٹھ کر باہر نکل گئے، لوگ اللہ کے بھی منکر ہوتے ہیں۔
صاحبزادے! ثبوت تم جانو مجھے تو رکن الدینؒ کے فضل و کمال پر اِتنا ہی یقین ہے جتنا اللہ کی ذات پر یقین اور ایمان ہے۔

☆مومن کی فراست ڈرو

پیر صاحب کے جانے کے بعد مجلس میں پرجوش بحث چھڑ گئی۔ اور طے پایا کہ، رکن الدینؒ کی آزمائش کرنی چاہیئے۔ اِمتحان لینے کی بہت سی صورتیں پیش ہوئیں۔ جن میں سے ایک طریقہ یہ اِختیار کیا گیا کے کچھ پیرزادگان اور چند مسلمانوں نے ایک شخص ''ابراہیم'' کو مردہ بنا کر جنازے کی

طرح حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ کے پاس لائے اور کہا کہ جنازے کی نماز پڑھا دیجئے۔ آپؒ نے اُن سب کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا۔ کہ "اس کی نماز میرے بجائے کسی اور سے پڑھوالو۔" اُن سب لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اِنکار نہ فرمایئے۔ آپؒ سے نماز پڑھوانے کی نیت کر کے ہم گھر سے چلے ہیں۔ حضرت نے نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ اُن سب نے مضحکہ خیز آواز میں پکارا "ابراہیم اَب اُٹھ جا؟ تیری نماز ہو گئی۔ مگر ابراہیم ہلا بھی نہیں۔ پھر سب نے زور سے پکارا "چل اُٹھ جا؟ ابراہیم! کھڑا ہو جا! دیکھ وہی ہوا جو ہم سوچ رہے تھے حضرت نے نماز پڑھا دی۔" یہ سن کر بھی ابراہیم نے جنبش نہیں کی۔ تب اُن لوگوں نے ابراہیم کو جھنجوڑا مگر اُن سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سب ایسے سوکھ گئے جیسے بدن میں لہو کا نام ونشان نہیں۔ اپنی حماقت خود وبالِ جان بن گئی۔ یہ سب حضرت کی خدمت میں آئے اور بہ دیدہ گریاں کرنے لگے، "ہم اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ ہیں، معاف فرما دیجئے۔"

آپؒ نے فرمایا: "العظمت للہ" تمام بڑائی اللہ کیلئے ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ رکن الدینؒ عاجز اور اُس کا بندہ ہے، موت وحیات اُسکے اختیار میں ہے، تم نے ضد کی کہ میں ہی پڑھاؤں، جب میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو سچ مچ مردہ تھا۔ تب میں نے نیت باندھی اور نماز پڑھا دی۔ اِس کو لے جاؤ، اور دفن کر دو۔ اِس کے سوا اَب کوئی چارہ نہیں۔"

حضرت رکن الدینؒ کی ذات سے ان پیرزادوں کے دل میں حسد بھرا ہوا تھا۔ وہ آپ کو تو ذلیل کر نہ سکے بلکہ خود اِس کی جان لیوا نوبت کو پہنچ گئے۔ اللہ

پاک حسد کرنے اور اللہ والوں کا مذاق اُڑانے والوں سے سب کو بچائے۔

اِس سانحہ نے اُن لوگوں کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اَپنے کئے پر تائب ہو کر آپؒ کے مرید ہو گئے۔ اِن میں سے بعض لوگ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

☆وصال و آرام گاہ

حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ تئیس (۲۳) سال تک سجادگی کی گدی پر رونق افروز رہے۔ ۲۵ شعبان ۱۹۸ھ کو عصر کے وقت ستاون (۵۷) سال کی عمر میں اِس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔ آپؒ نے رحلت سے کچھ عرصہ پیشتر اَپنے فرزندِ اکبر حضرت رشید الدین لالاؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ شاہ پور، احمد آباد "چمپا" مسجد میں آپؒ کا مزار پاک ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت
خواجه
رشید الدین
مودود
لاله رحمۃ اللہ علیہ

☆حضرت خواجہ رشید الدین مودود لالہؒ☆
☆سجادہ وابن حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ☆

﴿ولادت: ۲ رجب ۱۱۲۸ھ وصال ۳ رجب ۱۲۳۲ھ﴾

سجادہ نشینی

۱۱۹۸ھ تا ۱۲۳۲ھ

فہرست

☆حضرت خواجہ رشید الدین مودود لالہ رحمۃ اللہ علیہ☆

﴿ولادت ۶ رجب ۱۱۶۸ھ وصال ۳ رجب ۱۲۳۲ھ﴾

☆ولادت باسعادت

ماہِ رجب کی چھٹی تاریخ کو گھر میں سے کسی نے آ کر خواجہ رکن الدین احمد ثانی" کو کہا، مبارک ہو! اللہ نے آپ کو صاحب زادہ عنایت فرمایا۔"

آپؒ نے کہا:۔" الحمدللہ علی احسانہ"

پھر آپؒ نے دریافت کیا: "حضرت قبلہ گاہی" کو بھی خبر دی؟"

جواب دیا: "جی ہاں! دادا صاحبؒ نے خود پوتے کے کان میں اذان دی اور فرمایا:

"اے نوازنے والے مولا! اپنے حقیر بندے حسام الدینؒ کے خاندان میں ایسی زینت کا اضافہ فرمایا ہے جو دنیا کو جگمگا دیگا"۔

شکر ہے کہ میرا" لالہ" (بیٹے یا پوتے کو لالہ" کہا جاتا ہے۔ جوشِ محبت میں "لالہ یا لالن" بھی پکارتے ہیں) عالی مرتبہ ہوگا، اور رشید بھی۔

" فتبارک اللہ احسن الخالقین۔"

بچہ کے دادا اور اپنے پدر عالی قدر حضرت حسام الدینؒ کی زبان سے نکلے ہوئے جملے سن کر رکن الدین" سجدے میں گر پڑے۔ سر اٹھایا تو ضمیر نے آواز دی:

"مظہر پاک" یہی ندا تین بار سنائی دی۔ حضرت رکن الدینؒ نے کچھ لمحہ سوچا بعد میں "مظہر پاک" کے عدد جمع کی تو (۱۱۶۸) گیارہ سو اڑسٹھ برآمد ہوئے۔

یہ اعداد اُسی ہجری سال کے تھے جو اُس زمانہ میں جاری تھا۔ اس طرح رشید الدینؒ کی پیدائش کی تاریخ چھ (۶) رجب ۱۲۹۸ھ ہوئی۔

حضرت رکن الدینؒ بڑی شادمانی کے ساتھ اپنے پیر و مرشد والد ماجد حضرت حسام الدین محمد فرخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کے بعد تمام کیفیت پیش کی تو آپؒ نے فرمایا:-

رکن الدینؒ! بسیار خوب اُست۔ یک ایں کہ آں سالِ ولادت اُست۔ دیگر بہ اعتبارِ معنی واللہ

ایں خلفِ مظہرِ پاک خواہد شد، ایں لا کلام اُست۔

ترجمہ:- رکن الدینؒ! بہت نفیس ہے۔ ایک تو یہ کہ ولادت کا سال ہے، اور دوسرے معنوی لحاظ سے اللہ کی قسم یہ بیٹا مظہرِ پاک ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

نوٹ:- اللہ کی قدرت کو ظاہر کرنیوالے کو "مظہرِ پاک" کہتے ہیں۔ جسکا دوسرا نام "کرامت" ہے۔

☆لالہ کہیں گے

رکن الدینؒ نے عرض کیا، حضرت والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ:-

"یہ رشید ہوگا" تو کیا منشاء اقدس یہ ہے کہ نام "رشید الدینؒ" رکھا جائے۔

آپؒ نے فرمایا: "درست فہمیدی۔ شیخ رشید الدینؒ" اِسمِ موزوں و شیریں اُست۔ لٰہذا برائے مادام "لالہ"۔

ترجمہ:- تم نے صحیح سمجھا "شیخ رشید الدینؒ" عمدہ اور پیارا نام ہے مگر ہم ہمیشہ

"لالہ" کہیں گے۔
"حضرت رکن الدینؒ نے عرض کیا، جیسی مرضی مبارک اگر حکم ہو تو پورا نام رشید الدینؒ لالہ، رکھا جائے۔" تب حضرت والا خواجہ حسام الدینؒ نے فرمایا:
"ایں ہم مناسب است۔"
(یہ بھی مناسب ہے) یوں تو دنیا میں ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ایک دو ہی ایسے ہوتے ہیں کہ جنکے ساتھ بڑی تاریخ ہوتی ہے۔ اور کسی ایک میں رموز بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔
اِنکی ہستی سب سے ممتاز ہوتی ہے، اور سارا عالم اُنکے آگے سر جھکاتا ہے۔ اِسی صاحبزادے لالہ کو لیجئے، پیدا ہوتے ہی باپ نے سال ولادت کہا جو فنِ تاریخ گوئی کے لحاظ سے بےنظیر ہے۔ یہ بھی آشکارا رہا ہے کہ آگے چل کر کیا ہوگا، اور اِنکی فضیلت کا معیار کیا ہوگا۔ دادا جان جو اہل اللہ میں مختص حیثیت رکھتے ہیں، خدا کی قسم کھا کر تصدیق کر رہے ہیں کہ یہ "لالہ" مظہر پاک" ہوگا۔ اِسکے سوا اِس برخوردار کی فضیلت کا ثبوت اُسکے نام "رشید" سے بھی ملتا ہے، کہ وہیں سے پوری ہدایت پا کر آئے ہیں۔ آگے کچھ سمجھانے بجھانے کی احتیاج نہیں۔ اس سے ہٹ کر دادا حضرت کا پسندیدہ نام "لالہ" ہے۔
لالہ لعل سے وضع کیا گیا ہے۔ لعل کی تین خصوصیت ہوتی ہیں۔
(۱) یہ کہ اُس نگینے کا رنگ شوخ و سُرخ ہوتا ہے۔
(۲) یہ کہ اُس میں خاص چمک دمک ہوتی ہے۔
(۳) یہ کہ جواہرات میں اُسکی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔

ان تینوں باتوں میں "لالہ" کو پرکھیں تو مطلب یوں برآمد ہوتا ہے:

(۱) لالہ کے رنگ ڈھنگ اتنے شوخ سُرخ اور پیارے ہونگے کہ لوگوں کے دل خود بخود ان پر مائل ہوں گے۔

(۲) قیمتی ہونا:- طبقہ اولیاء میں امتیازی حیثیت پائیں گے۔

(۳) چمک دمک:- بزرگانہ صفات کی جھلک ہوگی۔

"لالہ" کے حالات پڑھیں گے تو یہ مطالب آپ کو مل جائیں گا۔ بزرگی کا ذکر آ گیا ہے تو میں یہ عرض کرونگا کہ اس گھرانے کی تاریخ پڑھنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بزرگی اس خاندان کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ یا اِس خاندان میں جو پیدا ہوتا ہے وہ بزرگی کیلئے پیدا ہوتا ہے۔

☆تربیت

یہ بزرگ زادہؒ اپنے اعلیٰ مقام دادا کی شفقت و نگرانی میں نشو و نما پانے لگا، صغیر سنی ہی سے کامل نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ اِس کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ گویا لعل کو تراش کر خوبصورت وضع دار بنانے کا اہتمام ہونے لگا۔ جیسے جیسے دن گذرتے گئے طبیعت کی تیزی اُبھرتی گئی، جوہر شناس دادا نے پوتے کی اِس کیفیت کو بھانپ لیا۔ ابھی چار سال پورے نہ ہونے پائے تھے کہ درس کا آغاز کر دیا گیا۔ طبیعت کی تیزی، ذہن کی رسائی، یا بزرگی کا اثر جو چاہے سو کہہ لیجے، یہ لالہ ایک سال میں پورا ہونے والا کام ایک دن میں کرتا گیا۔ چوتھا سال ختم ہوا کہ قرآن پاک پورا ہو گیا۔ پانچویں سال میں صرف و نحو کی تکمیل ہوگئی۔ چھٹے سال حدیث و فقہ مکمل کیے۔ سات سال کی عمر میں صوم و صلوٰۃ کی

پابندی کے ساتھ ذکر، فکر اور اوراد میں مشغول ہو گئے۔

آپ ؒ نے "لالہ" کو دیکھا؟ کیا عجیب کردار ہے کہ اتنی عمر میں سب کچھ حاصل کر لیا۔ آپ ؒ اِس بچے کو مثال کے طور پر تو پیش کر سکتے ہیں مگر اِسکی نظیر پیش نہیں کر سکتے، بہر حال یہ بچہ سات سال ہی میں جسمانی، روحانی اور عرفانی حدود کو پہنچ گیا۔ جوہری یعنی دادا حضرت حسام الدین محمد فرخ صوفی ؒ نے اپنے چمکدار لالہ رشید الدین ؒ کو اور تابناک بنا دیا۔

رشید الدین لالہ ؒ یوں تو سب کچھ حاصل کر کے پختہ کار ہو گئے تھے مگر عمر کے لحاظ سے بچے ہی تھے۔ ساری دل بستگی دادا ؒ کے ساتھ تھی۔ اُنکی جدائی نے اُن کو بہت غمگین اور اُداس کر دیا۔ باپ نے اپنی توجہ بیٹے کی دل جوئی کی طرف پھیر دی۔ باپ کی دلداری اور تلقین نے رفتہ رفتہ "لالہ ؒ" کو تسکین و صبر کی لذت سے آشنا کر دیا۔

☆تصنیف و تالیفات

ایک روز حضرت رکن الدین ؒ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، "لالہ ؒ" بھی حاضر ہوئے۔ باپ ؒ کے سامنے بیٹھ کر کتاب کو دیکھتے رہے پھر دریافت کیا:۔ "یہ کتاب قلمی اور بہت پرانی معلوم ہوتی ہے" آپ ؒ نے فرمایا:۔ بہت ہی پرانی ہے، کیڑا چاٹ گیا ہے۔ چند روز کے بعد اِس کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے، کاش! اِسکی نقل ہو جاتی!

حضرت رشید الدین لالہ ؒ نے عرض کیا: "نقل تو ہو سکتی ہے مگر اتنا نفیس خط کہاں سے لایا جا سکتا ہے۔"

قبلہ والد بزرگوارؒ نے فرمایا:- "بابا! اگر آپؒ بھی خوشخط بننا چاہو تو تھوڑی مشق و محنت سے اس سے بہتر خوش نویس بن سکتے ہو۔"

"لالہؒ" نے عرض کی: "ضرور! لیکن اصلاح کون کرے گا؟" آپؒ نے فرمایا: اسکی فکر نہ کرو۔ میرے ایک مرید سید الطاف صاحب ہیں، اُنکو "گوہر رقم" کا خطاب ملا ہے۔ وہ آپؒ کو اصلاح دینگے، بلکہ پورا فن سکھا دینگے۔"

آپؒ نے عرض کی: "تو کل ہی سے کیوں نہ شروع کر دیا جائے۔

"حضرت نے فرمایا:" انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسرے روز سے ہی خطاطی شروع ہو گئی۔ ذہین "لالہ" "تھوڑی مدت میں خط "نسخ"، "نستعلیق" کے ماہر ہو گئے۔ آپکیؒ چند قلمی کتابیں اس خاکسار نے دیکھی ہیں، ایسا خوشخط بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ آپؒ نے وہ کتاب نقل کی جسکا وعدہ والد محترمؒ سے کیا تھا۔ پھر خود ہی تالیف و ترجمہ میں منہمک ہو گئے، زندگی بھر لکھتے رہے۔ آپؒ نے دو سو (۲۰۰) کے قریب کتابیں لکھیں جن میں تصنیف، تالیف اور ترجمہ شامل ہے۔

نوٹ:- اگر آپؒ کی لکھی ہوئی کتابوں کی فہرست دی جائے تو سلسلہ بہت طویل ہو جائیگا۔ لیکن ان میں (۱) مخبر اولیاء (۲) مراۃ اولیاء، خاص قابل ذکر ہیں۔

ایک اللہ والے میں جو باتیں ہونی چاہیئے اُن تمام خوبیوں سے دادا حضرتؒ نے پوتے کو آراستہ کر دیا تھا۔ آپؒ کے بعد باپؒ کی صحبت اور خود اپنی محنت سے رشید الدین لالہؒ اعلیٰ مراتب حاصل کرتے گئے۔

اسی عرصے میں جوانی آئی مگر لالہؒ پر اپنا اثر جما نہ سکی۔ جوانی کی ترنگ اور لہو لعب میں مبتلا ہونیکے بجائے تقویٰ اور ریاضت میں شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے۔

ایک روز خیال آیا کہ سب سے بڑے حضور خواجہ غریب نواز" کے آستانہ بوسی کا شرف کیوں نہ حاصل کروں؟ یہ خیال ذہن میں بدل گیا، شوق جبیں سائی انتہا کو پہنچ گئی۔ ایک روز بے قرار ہو کر پدرِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے، قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا: "والا مرتبت ملاوضع خواجہ خواجگان" کی چوکھٹ پر یہ پیشانی رگڑنے کا اشتیاق ہے، اجازت کا طلبگار ہوں" آپ" نے سینے سے چمٹا کر فرمایا: "بابا رشید"! جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ تمہاری زبان سے نکل پڑی ہے، آقا" کی پابوسی کا شرف پانا غلاموں کی معراج ہے، بابا"! مجال اِنکار کہاں؟، جب چاہو سعادت حاصل کرو۔"

☆سفرِ اجمیر شریف

اِجازت پا کر "لالہ" پھولے نہیں سمائے۔ دوسری صبح ہی کو اجمیر کے مبارک سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب آپ" آستانہ عالیہ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دہلیز کے باہر تقدس سے بھرپور ایک مجسمہ نور جلوہ افروز ہے اور اِرشاد ہو رہا ہے کہ "بیا رشید الدین ﷺ مشتاق و منتظر بودم خوب آمدے۔"

ترجمہ: "آؤ رشید الدین" میں مشتاق و منتظر تھا، تم خوب آئے)

رشید الدین" دوڑ کر سجدہ ریز ہوئے، اور عرض کیا:

"چہ خوش بختم کہ عاجز کمینہ غلام را یاد فرمودی۔

بر پائے اقدس دولتِ دو جہانِ ما نثار۔"

ترجمہ: (میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ اِس عاجز کمینہ غلام کو یاد فرمایا:

"ان مقدس قدموں پر میرے دونوں جہان کی دولت قربان ہے")

پھر فرمان ہوا:- "مسعود مائی، اُم بہ اتباع سرورِ کونین ﷺ ہم چوں حسنینؓ اولادی شمردم۔"

ترجمہ:- (تو میرا نواسہ ہے لیکن سرورِ کونین ﷺ کی اتباع میں حسنینؓ کی طرح تم کو اولاد سمجھتا ہوں۔)

آپؒ نے عرض کیا کہ: "بر غلامی معزور نازاں بودم کہ ازیں سرفرازیئے مستزاد سرافراز و مفتخر بر فرمودی، مراطاقت شکر بجا آوری نیست اِلّا ویں کہ فدایت شوم"

(غلامی کی عزت پر ناز کر رہا تھا، اس بڑی سرفرازی نے فخر سے سر اور بلند کر دیا اتنی سکت نہیں کہ شکر بجا لا سکوں۔ اسکے سوا کہ صدقے ہو جاؤں۔)

ارشاد ہوا کہ: "الحمدللہ والمنّتہ کہ زینت سلسلہ ما خواہد شد"

(اللہ کا شکر و احسان ہے کہ تو ہمارے سلسلے کی زینت ہوگا)

آپؒ نے عرض کیا:- ایں ہما صدقہ قدم میمنت اَست (یہ سب کچھ قدمِ مبارک کا صدقہ ہے۔)

اب آگے بڑھنے سے پہلے اس رشتے کی تفصیل پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ جس کا ذکر حضور غریب نوازؒ نے فرمایا۔ غریب نوازؒ کے پوتے سید احمد سردار کی صاحبزادی خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے پوتے فتح محمدؒ سے بیاہی گئی۔ صاحبزادی کے بطن سے بی بی مراد بخش پیدا ہوئیں جو حضور غریب نوازؒ کی نواسی تھیں، ان بی بی کا نکاح حضرت رکن الدین احمدؒ اولی سے ہوا۔ رکن الدین

احمدؒ، رشید الدینؒ سودودلالہؒ کے دادا، اور بی بی مراد بخت دادی ہوتی ہیں، چونکہ مراد بخت حضور غریب نوازؒ کی نواسی ہیں۔ اس طرح سے حضور غریب نوازؒ، رشید الدین سودودلالہؒ کے نانا ہوتے ہیں۔

☆ ھجوم نے آپ ؒ کو گھیرلیا

رشید الدینؒ کی سودہانہ حرکات اور سودہانہ سجدہ ریزیاں، اُسوقت کے موجود حاضرین بارگاہ کو دیکھ رہے تھے، اور آپؒ کی گزارشات سن رہے تھے۔ لیکن آپؒ کو تکلم کا شرف عطا فرمانے والا ان سب کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ مگر لوگ پہچان گئے کہ وہ کون ہے؟ اور یہ بھی جان گئے کہ یہ نوجوان کوئی عام زائر نہیں بلکہ حضور انورؒ کا لخت جگر اور ہونے والا سجادہ ہے۔ پس جیسے ہی رشید الدینؒ چوکھٹ کو بوسہ دے کر پلٹے ویسے ہی ہجوم نے آپؒ کو گھیر لیا۔ دست و قدم بوسی کے بعد ہر شخص نے آپؒ کو مہمان بننے کی دعوت دی۔ مگر میزبانی کا شرف دیوان میر اصغر علی صاحب کو نصیب ہوا پیش آمدہ واقعہ کی شہرت آناً فاناً پھیل گئی۔ جوق در جوق لوگ حاضر ہوتے گئے۔

دہلی سے مولانا فخر ابن نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی نے معروضہ پیش کیا کہ:

" بندمہ ازلی ام لیک خواص طوقِ غلامی داشتن آرزوست۔ از کرامت بعید نیست کہ خانہ، تاریک منور فرمائی تاخاک پایت سرمہ کنم"

(یوں تو قدیمی غلام ہوں لیکن آپؒ کی غلامی کا خاص طوق (خلافت)

سینے کی آرزو ہے اندھیرے گھر کو روشن فرمائیں، آپؒ کے کرم سے دور نہیں کہ آپؒ کی خاک پا کو سُرمہ بنا سکوں۔

حضرت "لالہ" نے جواب تحریر فرمایا وہ حسب ذیل ہے:۔

قبول خلافت نامہ منسلک است۔ لیکن شرط آمدن نمی تواں پذیرم کی نعلین برداری می کنم، تا صدقہ نصیب شود۔ (تمہاری تمنا قبول۔ خلافت نامہ ایکے ساتھ ہے۔ مگر آنے کی شرط پوری نہیں کر سکتا، کیونکہ میں خود نعلین برداری کر رہا ہوں تا کہ کچھ صدقہ نصیب ہو جائے)۔

چند روز گزر جانے کے بعد بارگاہِ اقدس سے حکم ملا کہ، نور چشم ما رشید الدّین ﷺ اگنجینہ، سعادت و اجابت یافتی، کہ مرغوب و محبوب ایزد متعال شُدی۔

(میری آنکھوں کے نور رشید الدّینؒ تجھے سعادت اور مقبولیت کا خزانہ ملا ہے۔ کہ تو حق جلّ شانہ کا پسندیدہ محبوب ہو گیا۔)

یہ روح پرور نوید سُن کر رشید الدّینؒ نے پابوس ہو کر تین مرتبہ طواف کیا اور شکر کا دوگانہ ادا کر کے احمد آباد کو روانہ ہوئے۔

☆آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت

خواجہ خواجگان سے اپنی بزرگی کی سند لے کر نکلنے سے پہلے آپؒ کی شہرت آپؒ کے پیش پیش چل رہی تھی۔ جب آپؒ قصبہ ساپی "گاؤں" سے گزرنے لگے تو چند لوگوں کی ایک جماعت نے پیش قدمی کی مصافحہ کرنے کے بعد مولوی طاہر نے عرض کی ہم سب آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔

فرمایا: "وہ سامنے سائیں گاؤں ہے" حضرت تشریف لے چلیں آپؒ نے
"گاؤں میں جانا ضروری نہیں یہ کام یہاں بھی ہو سکتا ہے" اُن لوگوں نے عرض
کی: ہم ہی نہیں ہماری عورتیں بھی مرید ہونگی، اور خصوصاً ایک ایسی لڑکی کو مرید
کرنا ہے، جو تین سال سے مادرزاد برہنہ ہے، اور کمرے میں بند ہے۔ اگر کوئی
جیسا کہ ماں، بہن، خالہ، وغیرہ اُسکے پاس جاتے ہیں تو بات ہی نہیں کرتی کچھ
جبر کرتے ہیں، نوچتی ہے، کاٹتی ہے، اور مارتی ہے، چلاتی ہے، چلے جاؤ نہیں تو مار
ڈالونگی، آپ "غریب نواز" کے نورِعین اور اللہ کے محبوب ہیں۔ حضرت ہم پر رحم
کریں۔ اِس کو اچھا کرنے کیلئے بہت سے آئے لیکن اچھا کرنے کے بجائے وہ
خود نقصان اُٹھاتے ہیں۔ بڑی مصیبت میں گرفتار ہیں، حضرت! حضور غریب
نواز" اور آپؒ میں جو بات چیت ہوئی اُس کی خبر یہاں ہو چکی تھی، اِسکے بعد ہی
سے آپؒ کی قدم بوسی کا ارادہ پکا ہو چکا تھا۔ آج نیند سے جھنجوڑ کر کسی نے کہا:
طاہر! اُٹھ وہ جا رہا ہے اُن کا دامن پکڑ لے، طاہر نے قدموں پر سر رکھ کر کہا" درد
مند سوالی کو ٹھکراؤ نہیں شاہ کرم کرو"!

☆رشید آرہا ھے

آپؒ نے فرمایا: "اچھا چلو ہم آتے ہیں تم جاؤ۔ اور گھر کے دروازے
کے پاس کھڑے ہو کر کہو"،

"جآء الحق وزھق الباطل"

بعد میں لڑکی کا نام لے کر کہو رشید آرہا ہے۔ طاہر نے حضرتؒ کے کہنے
کے مطابق دروازے پر بلند آواز سے کہا: "جآء الحق وزھق الباطل

پھر کہا "مریم! حضرت رشید میاں آرہے ہیں!"

ساتھ ہی آواز آئی: "بہت بڑی حمایت کا سہارا لیا، طاہر! اگر یہ ہستی نہ ہوتی تو کوئی طاقت مریم کو مجھ سے چھین نہیں سکتی تھی، لے ہم چلے ہائے ہم چلے، اس کے بعد مریم نے پکارا: ماں! او ماں جی! جلدی میرے کپڑے لاؤ۔ میں برہنہ ہوں ماں! مریم کپڑے پہن کر تین سال کے بعد بند کمرے سے باہر آئی تو گھر والوں کی خوشی کی حد ہی نہیں تھی، پورے گاؤں میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ذرا دیر میں تمام گاؤں طاہر کے گھر میں سمٹ آیا۔

☆ہندو کا قبول اسلام

جو عجیب بات پیش آگئی اُس پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں اتنے میں حضرتؒ کی سواری آئی۔ آپؒ گاؤں والوں کے گھیرے میں تھے۔ غرض یہ کہ مُسلمان مرد اور عورتیں اور مریم نے آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، طاہر کا پڑوسی "چھگن بھگا" بیوی کے ساتھ اسلام قبول کر کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ اِنکا نام محمد، اور فاطمہ، رکھا گیا۔

☆ولی کی دعا سے اولاد کا ھونا

ان کو اولاد نہیں تھی آپؒ نے فرمایا:

"اللہ تجھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی دیگا" چنانچہ آپؒ کی دعا سے محمد کو خدا نے "بیٹا خلیل" اور "بیٹی زیتون" عطا فرمائی۔

☆زِندہ ولی کی جے

ایک جوان لڑکے "گوبند" کو مُردے کی طرح چار پائی پر لایا گیا۔

ماں باپ قدموں پر گر پڑے اور رو کر گڑگڑائے۔ کہ حضرت! یہ ایک ہی بچہ ہے۔ چار سال ہوئے اسکی بیماری میں پوری پونجی، بیل، کھیت، کنواں، وغیرہ سب کچھ لگا دیا مگر کچھ نہ ہوا، اب تو پیٹ بھرنا بھی مشکل ہو گیا ہے، پر بھودیا کرو! بولا مریم کی طرح اس پر بھی دیا کرو گرو دیو۔ آپؒ نے فرمایا: اسکو گڑ اور کھوپرا کھلاؤ اچھا ہو جائیگا، مریم نے اپنے گھر میں سے اُسی وقت گڑ اور کھوپرا لا کر پیش کیا۔ آپؒ نے "دم" کر کے دے دیا بیہوش گوند نے آنکھیں کھول دیں، تب فوراً گوند کے باپ کے منہ سے یہ نعرہ بلند ہوا۔

"زندہ ولی کی جے"

بعد میں آپؒ نے فرمایا: کھوپرا اور گڑ کھلاتے رہو سولہ سترہ روز میں یہ لڑکا کھڑا ہو جائیگا۔

☆سلسلہ کے مہتاب ہو

آپؒ وہاں سے رخصت ہو کر احمد آباد پہنچے پدر عالی قدر کے قدم بوس ہوئے تو پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا: "مرحبا رشید الدینؒ"! جناب فرخ نے بزرگی بخشی، حضرت خواجہ معین الدینؒ کی عنایت نے محبوبوں میں داخل فرمایا۔ مجھے تم پر فخر ہے کہ ذاتی صفات کے لحاظ سے کامیاب ہو، خاندان میں فضیلت مآب ہو، سلسلہ کے مہتاب ہو۔

آپؒ نے پدر بزرگوارؒ کی خدمت میں عرض کیا۔

"مہتاب آفتاب سے کسب نور کرتا ہے، یہ چمک دمک انہیں قدموں کا فیض وطفیل ہے، ورنہ کہاں یہ ہیچ مداں اور کہاں یہ نعمت بیکراں سلسلہ کیلئے امتیاز

یا بندہ، خاندانی فضیلت سے تابندہ اور آپؒ حضرت کا بندہ ہوں، اس پر اس غلام کو فخر ہے۔

☆سجادہ نشینی

ریاضت، عبادت وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت لالہؒ تصنیف اور تالیف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اسی طرح زمانہ گزرتا رہا، جب آپ تیس (۳۰) سال (۳) ماہ کے ہوئے تب آپؒ کی زندگی میں بڑا انقلاب آیا، آپؒ پیرزادہ تو تھے ہی، لیکن یکایک شیخ المشائخ کا منصب جلیلہ آپؒ کو حاصل ہوا آپؒ کے والدِ بزرگوارؒ نے ایک روز قبل (۲۲) شعبان ۱۱۹۸ھ کو جانشین فرمایا۔ سجادہ ہونے کے بعد رشید الدین لالہؒ خانقاہ نشین ہو گئے، صرف فرض کی ادائگی کیلئے پانچ مرتبہ مسجد میں شاملِ جماعت ہوتے۔ جیسے جیسے دِن گذرتے گئے ویسے ویسے آپؒ کی محبوبیت کا رنگ گہرا ہوتا گیا۔

☆پیغام لائے ہو

دو شخص خدمت میں آئے۔ آپؒ کو دیکھ کر ایک نے دوسرے سے کہا "یہ تو وہی حضرت ہیں جو کہ مکۂ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، آپؒ یہ سُن کر انجان ہو گئے اور فرمایا: سناؤ! کیا پیغام لائے ہو؟ کیسا پیغام؟! انہوں نے پوچھا۔ آپؒ نے پھر فرمایا: ہاں بھائی! حضرت غوث الثقلینؒ سید الشہداء امام حسینؓ اور محبوب رب المشرقین والمغربین کی بارگاہ سے جو فرمان ہوا ہے وہ بیان کرو! وہ دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے، اور وہاں جو لوگ موجود تھے، وہ سب حیرت واشتیاق کے ساتھ

دو جہاں کے سردار ﷺ جنت کے تاجدار حسینؓ اور غوثِ اعظم دستگیرؒ کا فرمان سننے کیلئے بے چین ہو اُٹھے۔ اُن حضرات نے عرض کی: مدینہ پاک کربلا معلی اور بغداد شریف میں ہم نے یہ معروضہ پیش کیا ہے کہ دنیا کی آسائش نصیب ہے، مگر ہم روح کی آرائش کے متمنی ہیں۔ تینوں جگہ سے ایک ہی فرمان ہوا کہ ہند کے علاقے گجرات میں رشید الدین سے تمہارے مطلب کی برآوری ہوگی۔ وہ محبوب اللہؒ ہیں، اُن کو ہمارا سلام کہو۔

فرمان سُن کر آپ شکر بجالائے اور وہ دونوں حضرات سید حسین وغلام محی الدین کو بیعت فرما کر چشتیہ اور قادریہ سلسلے کی خلافت عطا فرمائی۔ پانچ روز کے بعد "ولایت" کی نعمت سے مالا مال کر کے جانے کی اجازت دے دی۔

☆حاضری ابدال واوتاد

ایک رات دو نورانی صورت والے سامنے کھڑے ہوگئے جیسا کہ آسمان سے اُترے ہوں۔ سلام کے بعد کہا: "اللہ کے محبوبؒ! ہم "ابدال واوتاد" ہیں۔ عروج کی تمنا لے کر حاضر ہوئے ہیں۔" آپؒ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر اُن سے فرمایا: "اِنشاء اللہ تعالیٰ!" وہ دونوں رخصت ہونے لگے تو آپؒ نے فرمایا: ہماری طرف سے ایک کام کرو، دریا میں ایک جہاز ڈوب رہا ہے، سلامتی کے ساتھ کنارے لگا دو۔ چنانچہ جہاز کنارے لگ گیا۔ مسافروں میں سے ایک نے کہا، فرشتہ صورت حضرت رشید الدین محبوب اللہؒ بروقت آگئے۔ تم اُن سے نیاز حاصل کر کے آئے ہو اور میں زیارت کرنے جا رہا ہوں۔ تم اپنا مقصد پاچکے، میں بھی اپنی مراد پاؤنگا۔

ولایت کی اقسام

جب ایک بات سامنے آ گئی ہے تو یہ تشریح کرنا مناسب ہے کہ اس ضمن میں پوری تفصیل بیان کر دی جائے۔

تمام اولیاء اللہ تعالیٰ جل شانہ کے رفیق ہوتے ہیں۔ اُنکی فہرست ترتیب وار حسب ذیل ہے:۔

(۱) اولیاء اللہ کو مکتومان کہا جاتا ہے جنکی تعداد چار ہزار ہوتی ہے۔

(۲) سرہنگانِ حق جن کی تعداد (۳۰۰) تین سو ہوتی ہے، یہ ''اخیار'' کہلاتے ہیں۔

(۳) ربانیون جنکی تعداد ۴۰ چالیس ہوتی ہے۔

(۴) ابدال کی بھی تعداد ۴۰ چالیس ہوتی ہیں۔

(۵) رئیس الابدال مشرق مغرب شمال و جنوب کے ۴ چار ہوتے ہیں۔

(۶) اَبرار ۷ سات کی تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۷) اوتاد ۴ چار کی تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۸) نقباء ۳ تین کی تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۹) نجباء ۷ سات کی تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۱۰) اِمامان ۲ دو ہوتے ہیں جو قطب کے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔

(۱۱) قُطب و غوث ''ایک ہوتے ہیں۔

(۱۲) قطب ۳ تین ہوتے ہیں ایک حرم شریف کا جاروب کش، دوسرا مدینہ شریف کا اور تیسرا بیت المقدس کا۔

(۱۳) افراد ایک ہوتا ہے۔ جو صدیقیت اور نبوت کا درمیانی درجہ ہے۔
نوٹ: قطب الاقطاب قطب المدار اور غوث یہ تینوں نام ایک ہی ہیں۔

☆واصل بحق

حضرت رشید الدین لالہؒ کی عمر شریف ۷۴ چوہتر سال کی تھی ماہِ رجب کی (۳) تیسری تاریخ ۱۲۴۲ھ کو واصل بحق ہوئی، شاہ پور احمد آباد میں، پتھر والی مسجد میں چھتری کے نیچے آپ ؒ کا مزار ہے۔ آپؒ سجادگی پر ۴۴ چوالیس سال رہے، ہجری ۱۲۰۲ھ میں آپؒ کی ۳۴ چونتیس سال کی عمر میں شادی ہوئی۔

☆اولادِ امجاد

آپؒ کے (۶) چھ صاحبزادے پیدا ہوئے۔
(۱) حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ (۲) مُعین الدین مجذوبؒ
(۳) عبدُ اللہ (۴) سراج الدینؒ (۵) میاں باواؒ (۶) میاں احمدؒ۔

ان میں سے پہلے دوسرے، تیسرے کو خلافت ملی چوتھے مرید تھے، پانچویں میاں باواؒ، اور چھٹے میاں احمدؒ چھوٹی عمر میں ہی انتقال کر گئے۔ سراج الدینؒ اور عبداللہؒ کو آل اولاد نہیں تھی، دوسرے بیٹے معین الدینؒ مجذوب نے شادی نہیں کی صاحبزادہ اوّل حسام الدین خوب میاںؒ سے مشیخت بھی جاری رہی، اور خاندانی نسل بھی۔

حضرت رشید الدینؒ واقعی "مظہرِ پاک" تھے آپؒ کے حالات سے ثابت ہو چکا ہے، آپؒ کی ذات بڑی بابرکت تھی، اِس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ جتنے فیض یافتہ تھے اُتنے ہی فیض رساں بھی تھے، حضرت شاہ سلیمان

تونسوی ؒ کے اکمل و افضل خلیفہ جس کی خلافتی شاخیں جاری ہوئیں اور آج بھی برسرِ کار ہیں۔ حضرت حافظ محترم علی شاہ المشہور محمد علی خیرآبادی، حضرت لالہ کی خانقاہ میں بڑی مدت تک رہے۔ آپؒ نے روحانیت کے ساتھ ساتھ تفسیر حسینی، لمعات قدرت اور مثنوی معنوی کا درس حضرت لالہؒ سے حاصل کیا ہے۔

☆ حیاتِ اولیاء اللہ بعد از وصال

چالیس دن کے بعد پختہ تعمیر کیلئے جب آپؒ کی قبر کھولی گئی تو بعض حضرات نے دیدار کرنے پر اصرار کیا، کفن ہٹایا گیا تو آپؒ آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے مسکرا دیے۔

لوگوں نے بے ساختہ کہا:۔ "سبحان اللہ! حیات میں جیسے تھے، ویسے ہی بعدِ ممات ہیں۔"

آپؒ نے آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت
خواجه
حسام الدین
محمد فرخ
خوب میاں

رحمۃ اللہ علیہ

☆سجادہ حضرت خواجہ حسام الدین

محمد فرخ خوب میاں علیہ الرحمہ☆

☆ابن حضرت رشید الدین مودود لالہ رحمۃ اللہ علیہ☆

﴿ولادت: ۱۲۰۳ھ وصال ۹ ذی القعد ۱۲۵۷ھ﴾

سجادہ نشین

۱۲۳۲ھ تا ۱۲۵۷ھ

فہرست

☆حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ☆

﴿ولادت: ۱۲۰۳ھ وصال: ذی القعدہ ۱۲۵۷ھ﴾

☆جانشینی

حضرت حسام الدین محمد فرخ عرف خوب میاں صاحبؒ کی عمر انتالیس (۳۹) سال کی تھی۔ آپؒ اسوقت حضرت خواجہ حسن خطیب المعروف والیٔ ولایت برگزیدہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ۔ بہ مقام "دھولکا" کے مزار پر تھے، خطیب صاحب نے ہدایت کی آپؒ اسی وقت احمد آباد جائیں والدِ محترم کے پاس آپ" کا ہونا ضروری ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خوب میاںؒ اپنے والدِ محترم" کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت "لالہ" نے بیٹے کو سینے سے لگایا، بعد میں چابیاں دے کر فرمایا: اِسکو سنبھالو! اب ہماری جگہ تم رہوگے، بعد میں "لالہ" حضرتؒ کی روح پرواز کر گئی۔ اِسطرح ۱۲۴۲ھ میں لالہ حضرت" کی وفات اور خوب میاں صاحب" کی جانشینی دونوں ایک ساتھ ہوئے۔

آپ" علم، عمل، طریقت، معرفت، سب کچھ والدِ بزرگوارؒ سے حاصل کر چکے تھے، آخری پونجی سجادگی کے وقت مل گئی۔ بڑے باپ کے بیٹے بھی بڑے ہوتے ہیں اِس لئے آپؒ کی باتیں بھی بڑی تھیں۔ مجاہدہ، مکاشفہ، ذکر و فکر، رات بھر نماز روزہ ہر روز زندگی کا معمول ہو گیا تھا بزرگی بڑھتی گئی۔

☆پیشوائے سالکین

ایک روز آپ "حجوڈکرا" ئی تھے، کہ جونپور سے سید غلام محمد کسی مقصد براری کیلئے
آئے مگر آپؒ کی محویت دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ اسی عرصے میں بڑی جٹا
(لمبے بالوں کی لٹ) والا ایک سادھو آیا، آتے ہی بلند آواز سے کہا: "ہستی کا
بھید پانا چاہتا ہوں، کشمیری ہوں، میری مراد پوری کرو۔"
غلام محمد نے اُسے ٹوک کر کہا: "حضرت اِس وقت اللہ کی طرف رجوع
کی کیفیت میں ہیں، صبر کرو۔ جب آپؒ فارغ ہو جائیں تو تم ہم دونوں اپنا اپنا
مطلب بیان کریں گے۔ میں بھی مقصد لے کر جونپور سے آیا ہوں۔ یہ سُن کر سادھو
خاموش ہو رہا مگر ٹکٹکی باندھے حضرتؒ کو گھورتا رہا۔ یکا یک ایک غیبی ندا سنائی
دی: "پیشوائے سالکین" اِس ندا کے ساتھ ہی ایک حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ
رنگ برنگی خوشنما پرندوں کا ایک گروہ اِس طرح آپؒ کے گرد پھرنے لگا، جیسے
طواف کر رہے ہوں۔ اُن میں سے دو خوب صورت پرندے ہوا میں تیرتے
ہوئے چہرے کے مقابل ٹھہر کر چہچہانے لگے، جیسے کہ کچھ کہہ رہے ہوں۔ اُن
کے چپ ہوتے ہی حضرت خوب میاں صاحبؒ نے پرندوں کی بولی میں اُن
سے کچھ کہا۔ اُن دونوں پرندوں نے آپؒ کے سر کے اطراف تین چکر لگائے پھر
پورا گروہ اُڑ گیا۔ یہ پرندے کون تھے؟ آپؒ نے کیا جواب دیا؟ یہ سب کوئی
صاحبِ بصیرت ہی جان سکتا ہے، مگر ہمارے واسطے:۔
(مصرع: اک معمّہ ہے، سمجھنے کا نہ سمجھانے کا)، پرندوں کے اُڑ جانے
کے بعد آپؒ پلٹے پہلے کشمیری سائیں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، پھر

جونپوری غلام محمد سے نگاہ ملا کر مسکرائے گویا آنکھوں آنکھوں میں ہوگئی باتیں۔

نظر نے نظر سے ملاقات کرلی رہے دونوں خاموش اور بات کرلی

ایک پیر پر جونپوری دوسرے پیر پر کشمیری گرے، اور دونوں نے کہا:۔

ہم پاگئے ہم پاگئے۔ کس نے کیا پایا، اور دینے والے نے کیا دیا، یہ تو دینے والے کی آنکھیں جانے، یا لینے والوں کے دل، ہم تو یہ جانیں کہ یہ ہے بزرگی، اور اُسکا تصرف، البتہ دونوں میں جو گفتگو ہوئی وہ آپ بھی سن لیجے۔

☆احمد آباد کا چشتی بادشاہ

کشمیری: اِس کو کہتے ہیں پرماتما کا اوتار، نہ کچھ سنا نہ کچھ پوچھا، نظر ملائی اور وہ سب کچھ دے دیا، جس کو جس کی اِچھا (تمنا) تھی۔

جونپوری: مگر سائیں جی! حضرتؒ کو تم کب سے جانتے ہو؟

کشمیری: ارے بھائی نہ جان نہ پہچان، اپنی غرض لیکر مارا مارا پھرا کچھ نہ ہوا، ایک سمے (وقت) آسن لگا کر دھیان (خیال) میں تھا، کہ ایک شبیہ (صورت) سامنے آئی اور کہا: آجا! احمد آباد ہمارے پاس، بس میں چل نکلا، اور پہنچ گیا، آج اِس مہاپرش کی سیوا میں (خدمت) آگیا یہ وہی ہیں جنہوں نے مجھے بلایا تھا۔

جونپوری: سبحان اللہ کیا کہنا! حضرتؒ ایک بہت بڑی بزرگ ہستی ہیں۔

کشمیری: تم بھی تو کچھ اپنی کہو۔

جونپوری: میں بھی اپنے مقصد کیلئے بہت جگہ پھرا مگر محروم رہا، ایک روز میرے گھر کے سامنے کے چبوترے پر ایک صاحب بیٹھے ہوئے، اپنے سامنے

کھڑے ہوئے آدمی پر برس رہے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑا اُنکی گالیاں سن رہا تھا۔ میں مکان سے باہر نکل کر اُن سے تھوڑی دور کھڑا ہو کر یہ منظر دیکھتا رہا۔ مجھے یہ اندازہ ہوا کہ گالیاں دینے والا کوئی مجذوب ہے، اور گالیاں خاموشی سے سُننے والا بیچارہ غرض مند، میرا گمان صحیح نکلا۔ کیونکہ جیسے ہی میں اُنکی طرف بڑھا ارے او غلامٹے! تو بھی آیا! مجذوب نے بے تحاشا گالیاں دی، اور مجھ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مگر حضرتؒ: میں نے کہا تو وہ بولے: مگر کی اور تیری ایسی کی تیسی ارے تو جا احمد آباد، وہ احمد آباد کا چشتی بادشاہ ہے، وہی تجھے دے گا۔

''اتنا کہہ کر وہ رفو چکر ہو گئے'' اور میں تمہاری طرح کھوج لگاتا ہوا آج اس چشتی'' بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا ہوں واقعی یہ ولیوں کے بادشاہ ہیں۔

کشمیری: تم بادشاہ کہو میں تو بھگوان کی شکتی والا مانتا ہوں، دلوں کا بھید بھگوان ہی جانتا ہے۔ میں کشمیری تم جونپوری، مگر دونوں کے دل کا بھید وہ جان گئے خود آکر مجھے کشمیر سے بلوایا۔ اور تمہارے پاس گالیاں دینے والے مجذوبؒ کو بھیجا! بھگوان! بھگوان!۔

جونپوری: تم ٹھیک کہہ رہے ہو مہاراج!۔

کشمیری: تم یہاں اور رہو گے۔؟

جونپوری: بھگوان شکتی والا ملنا خوش نصیبی کی انتہا ہے، سائیں، اُس کو کھو دینا انتہائی بد قسمتی کی بات ہے۔ اس لئے میں رہونگا اور مرید ہو کر جاؤنگا۔

کشمیری میں تو جاؤنگا، اور پھر آؤنگا ایسے مہا پرش کو پاکر چھوڑنے والا مورکھ (بدنصیب) ہوگا۔

اِن دونوں کی بات چیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرتؒ کی قوت "مرتبہ" اور شخصیت کیا ہے۔ لیکن ہم جو کچھ سمجھ سکے وہ صرف اِتنا ہے کہ آپؒ صاحب کشف و کرامت تھے، آپؒ کی صحیح عظمت تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اِنسان کے بس کی بات نہیں۔

☆سمندری طوفان سے نجات

ایک مرتبہ آپؒ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ آپؒ کے ساتھ ایک عالم غلام محمد اور دوسرے احمد خان بھی تھے۔ یکا یک تیز ہوائیں چلیں، جہاز طوفان میں پھنس گیا احمد خان نے عرض کیا، حضرت جہاز ڈوب جائیگا، آپؒ بچائیں گے نہیں، یہ سنکر سامنے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں نے کہا، "یہ بچائیں گے جہاز کو!"

کیا یہ ربّ ہیں؟

احمد خان: ربّ تو نہیں ہیں مگر ربّ کے خاص بندے ہیں، وہ بیشک بچا سکتے ہیں۔ اللہ نے آپؒ کو یہ قُدرت دی ہے۔

مُسافر: توبہ کرو صاحب! ایسا کہنا بھی کُفر ہے۔ اُنکی زبان سے یہ نکلا ہی تھا کہ ایک بڑی موج اِن کو بہا لے گئی، وہ جہاز سے دور نکل گئے، اُنہوں نے دیکھا آپؒ موجوں پر اِس طرح کھڑے ہیں، جیسے سڑک پر کھڑے ہوں، جہاز کو آپؒ نے اِشارہ کیا ڈوبنے والا جہاز ایک جھٹکا کھا کر پانی پر تیرنے لگا، پھر تیزی سے آپؒ کی طرف بڑھا، آپؒ نے اُن موجوں کو ایک اِشارہ کیا جو اُن دونوں کو بہا کر لے جا رہی تھیں، موجیں واپس پلٹیں آپؒ کی قریب آگئیں آپؒ نے اُن دونوں کو کھینچ کر جہاز میں ڈال دیا، اُن دونوں نے حضرت کی یہ ساری

کراماتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

اگر وہ آپؒ کی بزرگی کے قائل نہ ہوتے تو حماقت کرتے۔ وہ دونوں قدموں پر گر پڑے۔ اور اپنی گستاخی کی معذرت چاہتے ہوئے بیعت ہونے کی التجا کی۔ آپؒ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں بیعت ہونا۔ سبحان اللہ انہوں نے کہا، یہ نیک کام مقدس ترین مقام پر انجام پانا سعادت کی معراج ہے۔

ان کے رات دن اب حضرت کی خدمت میں بسر ہونے لگے۔ ''صحبت صالح ترا صالح کند'' (نیکوں کی صحبت تجھے نیک بناتی ہے) کا مقولہ پورا ہو رہا تھا، عبدالوحاب اور عزیز احمد ولیؒ کامل کے ساتھ رہ کر کمال حاصل کرنے لگے۔

☆بشارت کا ملنا

جب حضرت حسام الدین خوب میاں حرم شریف میں داخل ہوئے تو دو ہستیوں نے آپؒ کا خیر مقدم کیا۔ ایک بیت المقدس کے قطب تھے، اور دوسرے حرم شریف کے قطب، سیّد عبداللہ تھے۔ قطب مکہ حضرت سیّد عبداللہ نے حضرت خوب میاںؒ سے کہا: ابھی یہاں بہت کچھ ہوا۔ تمہارے لیے بھی ہوگا۔ اس کی بشارت خاتم الانبیاء ﷺ خود آپؒ کو دینگے۔ اور پوری روداد تمہارے جدِ امجد شیخ یحییٰؒ سے بصورت بشارت سن لینا۔

''وفضلنا بعضھم علیٰ بعض''

(ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی)

آپؒ جب تک مکہ میں رہے کثیر گروہ ہر وقت گھیرے رہتا تھا۔

فرائضِ حج ادا کرنے کے بعد آپؒ مدینہ شریف حاضر ہوئے تو قطبِ مدینہ سیّد محمد گل نے استقبال کیا، بارگاہِ نبوت ﷺ سے فرمان ہوا۔

"حسام الدینؒ! ربِّ ذوالجلال نے تجھے قبول فرمایا۔ اور فضیلت بخشی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے امتیاز نے اولاد کو بھی ممتاز بنایا۔"

آپؒ یہ بشارت سُن کر شکرانہ بجالائے سیّد محمد گل نے مبارک باد دی۔ یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سعادت اور فضیلت تین وجہ سے نصیب ہوتی ہے، ایک تو وَہبی، جو معبود کی طرف سے عنایت ہوتی ہے، دوسری نسبی جو خاندان کی طرف سے ملتی ہے۔ تیسری کسبی، جو ذاتی ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص نے وہب، نسب، کسب، ان تینوں نعمتوں، سے اپنا دامن بھر لیا ہو اُسکی بزرگی کی قدر و منزلت عوام کے شعور سے بالاتر ہے۔

☆حاضری مزار حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خوب میاںؒ اپنے دادا حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو مزار کے قریب آپؒ کے گلے میں پھول کا ہار ڈالا گیا۔ لوگوں نے اس وقت خوب میاںؒ کو کسی کے قدموں پر جھکتے ہوئے دیکھا، تو آواز آئی مرحبا! حسام الدینؒ صد مرحبا! جو عزت تُجھے نصیب ہوئی وہ رسول کریم ﷺ کا صدقہ اور جدِّ اعلیٰ حضرت عمر فاروقؓ کا طفیل ہے جس پر فخر کیا جائے وہ خلف تم ہو "آپؒ نے عرض کیا: جن پر ناز کیا جائے وہ ملجا آپؒ ہیں۔"

قارئین کرام اولیاء اللہ کی تقسیم کے لحاظ سے قُطب اونچے درجہ کا ولی مانا گیا ہے، لیکن جب حضرت خوب میاں صاحبؒ حرم شریف پہنچے تو بیت

المقدس کے قطب اور قطب حرم نے آپ ؒ کا خیر مقدم کرتے ہوئے بزرگی ملنے کی خوشخبری سنائی، اِسی طرح جب آپ ؒ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تب مدینہ پاک کے قطب نے آپ ؒ کا استقبال کیا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے امتیاز اور مقبولیت کے حق حاصل ہونے کی بشارت دی۔ اِن واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ حضرت خوب میاں صاحب ؒ کو کیا مرتبہ نصیب ہوا۔ کیونکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ قطب آپ ؒ کے استقبال کے لئے حاضر ہو رہے تھے، آپ ؒ کا کیا رُتبہ تھا، یہ تو دینے والا جانے، یا دلانے والا، یا پانیوالا جانے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا دلایا، اللہ نے کیا دیا، اور حضرت ؒ نے کیا پایا۔

☆مرید کرنا

اِرشاد ہوا: عزیز احمد اور عبدالوہاب سے جو وعدہ تم نے کیا تھا وہ پورا کرو۔ آپ ؒ نے عرض کیا کہ دونوں حضرات کو ابھی اور یہیں مرید کیا جائے، آپ ؒ نے دونوں کو طلب فرمایا اور مرید کیا گیا۔

اِن نادیدہ حضرات نے اِس طرح یاد دلایا جیسے کہ وعدہ کرتے وقت وہ خود جہاز میں موجود ہوں۔ یہ بات آپ کے لئے چونکا دینے والی تھی کہ یہ بزرگ نا صرف اُن دونوں کے نام سے واقف ہیں بلکہ زیرِ مزار رہ کر بھی دنیا کے حالات سے اِس قدر واقفیت رکھتے ہیں۔

اپنا نام نظر نہ آنے والے حضرت کی زبان سے سُن کر وہ دونوں چونک اٹھے اور بولے عجیب ماجرا ہے دریائے سقوطرا میں جہاز طوفان سے نجات

پانے اور ہم کو دوبارہ زندگی ملنے کے بعد وعدہ کیا گیا تھا۔

عبدالوہاب نے کہا:۔ عزیز صاحب! ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو، یہ ہیں اولیاء اللہ۔ انکی کوئی بات عقل میں آنے والی نہیں اسی فعل کو خوارق کہا جاتا ہے۔

عزیز: گویا عقل سے جو بات بالاتر ہو وہ خوارق ہیں، اسکا یہ مطلب ہوا کے انکی باتوں پر بلاسوچ سمجھے اس طرح یقین کرلیا جائے جس طرح غیب پر ایمان لایا جاتا ہے۔

وہاب: جی ہاں! بالکل ایسا ہی ہے۔

عزیز: جو بات اِنسان کی سمجھ میں نہ آئے اُسے قبول کرنے پر دماغ آمادہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمیں جس بات پر یقین کرنا ہے اِس بات کا اظہار بھی ایک اِنسان سے ہوتا ہے۔ کیونکہ غیب کی بات اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اِس لیے اُسکی ہر بات تسلیم کی جاسکتی ہے۔ اللہ کی ذات موجود ضرور ہے، لیکن ہماری نظر میں نہیں آتی۔ وہاب صاحب! اِن بزرگؒ کی جو شان ہمیں نظر آئی ہے وہ ہماری عقل سے بالاتر ہے۔ ایسی حالت میں اِس کیفیت کو مان لینا ہی سمجھداری کی بات ہے۔

وہاب صاحب: میرے دوست! تم نے جو بیان کیا وہ اپنی جگہ صحیح ہے مگر آپ نے وہی کیا جو آپ اور ہم آج تک کہتے رہے اور اُن بزرگوں کا مذاق اُڑاتے رہے ہیں۔ جو چیز ہم پر گزری اور ہم نے اَپنی آنکھوں سے اُس کو اچھی طرح دیکھا، سوچا، سمجھا، اُسکے بعد بھی اِس قسم کی بدگمانی کرنا گمراہی کی دلیل ہے، عزیز صاحب! میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ کو ہمیں سیدھا راستہ دکھانا منظور ہوا تو اس کارساز نے ہم پر یہ رحم فرمایا، کہ حضرتؒ کی ہمراہی میں ہم کو سفر کرنے کا موقع دیا،

اور جہاز طوفان میں آتا موجوں کا ہم کو بہا لے جانا یہ ایک ہونے والی بات ضرور تھی، مگر تمہاری آنکھوں نے یہ دیکھا کہ حضرتؒ موجوں پر کھڑے ہوئے ایک ہاتھ کے اشارہ سے جہاز کو اپنی طرف اور دوسرے ہاتھ کے اشارہ سے ہم کو بہا لے جانے والی موجوں کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ ہوا بھی یہی کہ اس طرف جہاز اور اُس طرف سے ہم کو موجوں نے حضرتؒ کے اِتنے قریب کر دیا کہ آپؒ نے ہم کو اُٹھا کر جہاز میں ڈال دیا۔ تب جہاز کو اور ہم کو ایک اِشارے کے ساتھ طوفان سے بچالینا سمجھ سے باہر ضرور ہے لیکن آپؒ کی اس قوت سے اِنکار بھی نہیں کیا جا سکتا، یہی وہ قوت ہے جو اولیاء اللہ کو اُن کے معبود کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ چونکہ کبریائی صفت کا اِظہار بندے کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اِس لئے اِس قوت کو کرامت کہا جاتا ہے۔ اُس کے بعد مکہ میں اور مدینہ میں ہمیں جو باتیں پیش آئیں وہ سب کشف و کرامات ہی کا اِظہار تھا، اور جب تک تم اور ہم آپؒ کے ساتھ رہیں گے تو ہر قدم پر اَیسے ہی واقعات سے گزرتے جائینگے۔ تو عزیز دوست! پرانی بدگمانی کو کام میں لاکر اِن بزرگوں سے روگردانی کرنا راستے سے بھٹکنے کے برابر ہے۔ جب ہم سیدھے راستے پر پہنچ ہی گئے ہیں تب اِس قسم کے خیالات رکھنا نادانی اور بے وقوفی ہے آیئے آج سے آپ اور ہم تہیہ کریں کے اِس سچے راستے سے نہیں ہٹیں گے۔

عزیز: وہاب صاحب! آپنے جو کچھ بیان کیا وہ اِنکار کرنیکی بات نہیں۔ مگر میرے دل میں جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ میں نے آپ پر ظاہر کیا۔ لیکن اَب اِنشاء اللہ تعالیٰ جو نعمت ملی ہوئی ہے اُس کو کسی قیمت پر ہاتھ سے جانے نہیں دینگے۔

☆صحبت کا اثر

حضرت حسام الدّین خوب میاںؒ کی صحبت میں رہتے ہوئے عبدالوہاب اور عبدالعزیز کے خیالات میں بہت بڑا انقلاب آیا۔ اور اُنکے دلوں میں اللہ والوں سے سچی عقیدت پیدا ہوگئی، چند روز کے بعد وہ اِس قابل ہو چکے تھے کہ اُنہیں روحانی نعمت عطا کی گئی۔ عبدالوہاب کو چشتیہ سلسلے کی، اور عبدالعزیز کو قادریہ سلسلے کی خلافت عطا فرمائی گئی۔ وہ دونوں بھی صاحبِ دل کی صف میں شامل ہوگئے۔

☆شانِ بزرگی

آپؒ کی ایسی بزرگی کی شان جو نظر آئی تو بڑے بڑے بزرگ بھی آپؒ کی جوتیاں سیدھی کرنے کو اپنی عزت اور فخر کی بات سمجھنے لگے۔ چنانچہ فخریہ سلسلے کے سجادہ نشین غلام نصیر الدّین کالے میاں صاحبؒ جو مولانا حضرت فخر کے پوتے بھی ہیں، وہ جب حضرت خوب میاںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تب سب سے پہلے اِن کا سامنا حضرتؒ کے خادم سے ہوا۔ کالے میاں اِس خادم کے قدموں پر بے اِختیار گر پڑے اور کہا، تم میرے آقا کے قریب رہنے والے ہو اِس لئے تم بھی میرے آقا ہو، سجادہ ہونے کے باوجود غلام نصیر الدینؒ نے غلامی میں داخل ہونے کی اِلتجا کی جو قبول فرمائی گئی۔ اور اُن کو خلافت سے نوازا گیا۔

☆اولادِ امجاد

آپؒ کی محلِ محترمہ جنابہ بی بی ماں صاحبہ بنتِ فرید الدین بن رکن

الدین احمد ثانیؒ کے بطن سے ۵ (پانچ) صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔

(۱) حضرت محمود میاں چشتیؒ (۲) حضرت شیخ برہان الدینؒ (۳) حضرت فخر الدینؒ (۴) حضرت شیخ محمدؒ (۵) حضرت شیخ غلام فرید الدینؒ (۶) صاحبزادی صاحبہ کا نام بی بی منجن تھا۔ صاحبزادی، فرید الدین اور شیخ محمد لاولد رحلت فرما گئے، شیخ فخر الدینؒ کو صرف ایک صاحبزادی فاطمہ بی بی پیدا ہوئی۔ جو نظام الدینؒ بن پیر صاحب میاںؒ بن جمال الدین ثالثؒ سے بیاہی گئی۔ دوسرے صاحبزادے شیخ برہان الدینؒ کے پانچ دختر اور ایک پسر تھے۔ جن کا نام صلاح الدینؒ تھا۔ اور یہ بھی لاولد اِنتقال فرما گئے۔ صرف فرزندِ اوّل حضرت محمود میاں چشتیؒ سے خاندان اور طریقہ سلسلہ جاری رہا۔ دونوں بھائی شیخ برہان الدینؒ اور شیخ فخر الدینؒ کو اپنے والد حضرت خوب میاںؒ سے اِرادت اور خلافت حاصل تھی۔ لیکن حضرت محمود میاں سجادہ نشین کی موجودگی میں یہ دونوں بھائیوں نے اپنی مشیخت جاری کرنا قبول نہیں کیا۔

☆وصال

حضرت خوب میاںؒ کی عمر ۵۴ (چون) سال تھی۔ آپؒ ۱۵ (پندرہ) سال سجادہ نشین رہے۔ اور ۹ ذی القعدہ ۱۰۲۵ھ کو واصل حق ہوئے۔ اپنے پدر بزرگوار کے برابر میں (شاہپور پتھر والی مسجد میں مدفون ہیں۔ مسجد کی دِیوار سے متصل آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

(... یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ کے دوسرے

فرزند جمال الدین جمن ثالثؒ اور اُن کے بیٹے رکن الدین عرف پیر صاحب میاںؒ سے ایک خاندانی شاخ چلی ہے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ چنانچہ پیر صاحب میاں صاحبؒ کے صاحبزادہ نظام الدین صاحبؒ کے پسر جمال الدین جمن رابع جن کا ۵ جنوری ۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا اور اُن کے صاحبزادے نظام الدینؒ اور رکن الدینؒ اسوقت موجود ہیں، حضرت نصیر میاں کے صاحبزادے محمود میاں کے ساتھ اُنکی صاحبزادی بیاہی گئی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت
شیخ
محمود
میاں
چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمود میاں چشتیؒ

☆سجادہ و ابن حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ☆

﴿ولادت: جمادی الاوّل ۱۲۳۲ھ، وصال یکم ذی القعد ۱۳۰۹ھ﴾

سجادہ نشین

۱۲۵۷ھ تا ۱۳۰۹ھ

فہرست

☆حضرت شیخ محمود میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ☆

﴿ولادت جمادی الاوّل ۱۲۳۲ھ وصال ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ﴾

☆ولادت باسعادت

۱۲۳۲ھ ماہ جمادی الاوّل کی ۱۵ تاریخ تھی۔ حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ اپنی خانقاہ میں تشریف فرماتے کہ یکا یک ایک روشنی ہوئی اور خانقاہ خوشبو سے مہک اٹھی۔ حضرت فرخؒ متوجہ ہوتے ہی سروقد کھڑے ہو گئے اور اپنا سر آنے والے بزرگ کے قدموں پر رکھ دیا۔

☆حضرت روشن چراغ دھلی رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت

ارشاد ہوا: حسام الدین آج تیرے گھر میں ایک چراغ روشن ہونے والا ہے، جس سے تیرا گھر منور رہوگا اور خاندان کے لئے مایہ ناز ہوگا۔ اور سلسلے کے لئے بڑا پیشوا ہوگا۔ ہمارے نام سے وہ مل جائے تو بہت اچھا ہے، یاد رکھ اگر تو "خوب" ہے تو وہ آنے والا خوب تر ہوگا۔

حضرت خوب میاںؒ نے سر جھکاتے ہوئے عرض کی جو چراغ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اُسکی ہی روشنی سے تمام شمعیں روشن ہو رہی ہیں، اور تا قیامت اسی طرح روشن ہوتی رہیگی، اور اُس کا نور دنیا بھر میں پھیلتا رہیگا، آج تک جو فضیلت اور نورانیت نصیب ہوتی رہی ہے، وہ اِنہی قدموں کا صدقہ ہے، جو ہمیشہ آئندہ آنے والوں کو ملتا رہیگا۔

☆محمود نام رکھا جانا

کچھ لمحہ کے بعد حضرت خوب میاں " کو سراج الدینؒ نے صاحبزادہ

تولد ہونے کی خوشخبری سنائی، اللہ کا شکر بجالانے کے بعد آپؒ نے وہ تمام واقعہ بیان کیا، جو تھوڑی دیر پہلے خانقاہ میں پیش آیا تھا۔ آپؒ نے اپنے بھائی سراج الدینؒ سے خانقاہ کی خوش خبری دہراتے ہوئے دریافت کیا کہ حضرتِ والا چراغ دہلیؒ نے اس بچہؒ کا نام اپنے نام سے شریک کرنے کو فرمایا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حضرتؒ کے اسم مبارک شیخ نصیر الدین "محمود چراغ دہلی کے مناسبت سے بچہؒ کا نام محمودؒ رکھا جانا مناسب ہے۔ سراج الدینؒ نے اپنے بھائی کی تائید کی اور کہا: حضرتؒ نے جو نام تجویز فرمایا ہے وہ بہت موزوں ہے۔ حضرتِ اقدس کے ارشاد کے مطابق یہ صاحبزادہ "محمود اور مخدوم ہوگا"۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بزرگی اس خاندان کے لئے پیدا ہوئی ہے، یا جو پیدا ہوگا وہ بزرگی کیلئے ہوگا۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے جن الفاظ میں اس بچہؒ کی شخصیت اور مرتبہ کے لئے جو صراحت فرمائی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والا محمودؒ اپنے ساتھ ساری بڑائی اور بزرگی لیکر پیدا ہو رہا ہے، اور آگے چل کر اِس مسند کا مالک وہی ہوگا، یہ اشارہ حضرتِ اقدس چراغ دہلیؒ نے اپنے اِرشاد میں فرما چکے تھے کہ سلسلہ کے لئے بڑا پیشوا ہوگا۔

☆لفظِ محمود

اَب یہ بھی واضح کر دیں کہ "محمود" کے معنی کیا ہیں، لفظ "محمود حمد" سے مشتق ہے۔ حمد کے معانی تعریف کے ہیں، اور اُسی سے "محمود" کی معانی وہ جس کی تعریف کی گئی۔ یا کی جائے، اِس لحاظ سے بھی بچے کی شخصیت اُبھر آتی ہے۔

☆بچپن کے حالات وواقعات

آپؒ کی شیر خوارگی اور بچپن کے حالات اور واقعات خود حضرت قبلہ محمود میاںؒ کی والدہ محترمہؒ کی زبانی سنیئے۔

عام طور پر تو مولود بچے زیادہ تر سوتے رہتے ہیں۔ لیکن برخلاف اسکے یہ بچہ کسی ایک طرف نظر جمائے ہوئے ٹکٹکی باندھے گھورا کرتا تھا۔ دوسرا یہ کہ عام طور پر اس عمر میں بچہ بھوک لگنے پر بلبلاتے ہیں مگر ''محمود'' اس عمر میں نہ کبھی رویا، اور نہ میں سمجھ سکی کہ بچے کو دودھ کی طلب ہے، گھنٹوں دودھ پیئے بغیر گذر جاتے، بہت دیر ہو چکی ہے، اس خیال سے میں خود بچہ کو دودھ پلاتی۔ محمودؒ چند چسکیاں لیکر منہ پھیر لیا کرتا تھا، دودھ کی زیادتی کی وجہ سے سینے میں درد محسوس ہو تا تھا۔ کوشش کرنے کے باوجود اپنا پورا دودھ بچہ کو پلا نہ سکی۔

☆ذکر اللہ "ھوھو" کی آواز

جب بچہ میں بیٹھنے کی سکت پیدا ہوئی تب عام بچوں کے برخلاف ایک انوکھی کیفیت دیکھنے میں آتی تھی۔ بچے ہمیشہ اپنے دونوں پیر لمبے کر کے بیٹھتے ہیں، ''محمود'' بھی اپنے پیر لمبے پھیلا کر بیٹھتا مگر اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنے پکڑ کر جھک جاتا، دیر تک جھکا ہوا رہتا۔ جیسے حالتِ رکوع میں ہو۔ اسی کے ساتھ چہرے پر ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہو جاتی تھی، بعض وقت تو اس ''رکوع'' کی حالت میں "ھوھو" کی آواز لگاتار رہتا تھا۔ یہ تمام چیزیں میرے اور سب کے لئے عجیب وغریب تھیں، میں نے جب بچہ کے پدرِ بزرگوارؒ سے یہ کیفیت بیان کی تو آپؒ نے ''الحمد للہ'' کہہ کر مجھے سمجھایا کہ خوش نصیب تم بھی ہو اور میں

بھی۔اس کا ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا علت سے خالی نہیں، بلکہ کوئی خاص جلوہ اُنکی نگاہوں کا مرکز بنا رہتا ہوگا، جس پر اُنکی آنکھیں جمی ہوئیں رہتی تھیں، دودھ نہ مانگنا اور کم پینا، یہ دونوں عادتیں بزرگی کی ہیں۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر چلنا سب کی نظروں میں ایک کھیل سہی لیکن حقیقت یہ ہے کے اپنی اتنی ہی کم عمر میں وہ عبادت کی طرف راغب تھا۔ چونکہ اِنکی بزرگی کی جدِّ امجد حضرت چراغ دہلی بشارت دے چکے ہیں۔ اس لئے یہ بچہ اپنی پیدائش کے ساتھ ساتھ اور بڑا ہوتے ہوئے ہر قدم پر اپنی بزرگی کی شان کو پیش کر رہا ہے۔ جو اُس کو "حق" کی طرف سے عطا ہو چکی ہے۔

آپ کو پانچ چھ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھایا گیا۔ اور بہت ہی کم وقت میں آپؒ نے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ بعد میں حدیث، فقہ، اصول، صرف ونحو، کی تعلیم شروع کی گئی، ۱۴ سال کی عمر میں تو آپؒ نے تمام علوم پر عبور حاصل کر لیا، علم کی تکمیل کے بعد پدرِ بزرگوار نے روحانیت کی تربیت دینی شروع کی۔

زندگی کے آغاز سے ہی اللہ پاک نے اس بچہ کو تمام صفات سے متصف فرمادیا تھا۔ والدِ محترمؒ کی تربیت نے اِس میں چار چاند لگادیے۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، آپؒ کی عادت بن چکی تھی۔ اَب تو آپؒ صاحبِ شعور ہو گئے تھے، اِس لحاظ سے وہ بات جو کرنے لگے تھے، دِن اور رات عبادت کرتے ہوئے گزارتے تھے، یہاں تک کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔

☆ہمدردی ورحم دلی

بچپن ہی سے آپؒ کی طبیعت میں ہمدردی اور رحم دلی بھری ہوئی تھی۔ کسی کی

تکلیف سنکر آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ ایک روز "چاند بھائی" نامی ایک شخص آپ کے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت خوب میاں اپنی خانقاہ میں مشغول الی اللہ تھے۔

تیرا اُونٹ تجھے کل مل جائے گا

اُس وقت محمود میاں کی عمر (۷) سات سال کی تھی۔ آپ گھر سے باہر نکلے تب چاند بھائی کھڑا ہوا رو رہا تھا۔ محمود میاں نے اُس کے نزدیک گئے اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو چاند بھائی نے کہا: میں حضرت کی خدمت میں اپنی فریاد لیکر آیا ہوں، معلوم نہیں کہ حضرت اپنی خانقاہ سے کس وقت فارغ ہونگے۔ میں ایک مسافر ہوں، اور مجھے اپنے گاؤں جانا بھی ضروری ہے آپ نے فرمایا، کہ ابا حضور اپنے کام میں مصروف ہیں، مگر تیری فریاد کیا ہے؟ بیان کر! چاند بھائی نے کہا "میری اور میرے بال بچوں کی زندگی کا سہارا ایک اونٹ تھا، آج نو (۹) روز ہوئے کسی نے چرالیا ہے، یا گم ہو گیا ہے، کوئی مزدوری نہیں ملنے کی وجہ سے بچوں کے دن فاقوں میں گزر رہے ہیں، مجھ سے جو بن سکا وہاں تک تلاش کیا لیکن کہیں سراغ نہیں ملا زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ وہ اُونٹ میں نے ایک شخص سے قرض پر خرید اتھا۔ جس کی قیمت بھی ادا نہ کر سکا، اور اُسکا مجھ پر سخت تقاضہ رہتا ہے۔ کسی صاحب نے حضرت کا نام اور پتہ بتایا اور کہا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہاں تیری مشکل حل ہو جائیگی۔ تو بابو جی (باپو جی) ایک تو میرا اُونٹ مجھے مل جائے، اور جو میرا قرض ہے وہ ادا ہو جائے۔

"محمود میاں نے فرمایا: روتا کیوں ہے؟ تیرے گاؤں کے مندر کے

پاس جو کنواں ہے وہاں تیرا اُونٹ تجھے کل مل جائے گا" چاند بھائی نے کہا: ایک زندہ ولی کے پاس آ کر میں اپنا ایک کام بنانا نہیں چاہتا، میں تو اس مقصد سے آیا ہوں کہ میری پوری مراد مجھے مل جائے۔ ایک اُونٹ ملنے سے مجھے اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔

☆حاجت پوری ہونا

محمود میاںؒ نے پوچھا: تیری اور کیا حاجت ہے؟

چاند بھائی نے عرض کی اُونٹ مل جانا، قرض ادا ہو جانا، بچی کی شادی ہو جانا، یہ تین (۳) حاجتیں لیے خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپؒ نے کہا:- اُونٹ کل مل جائیگا، (۶) چھ روز بعد قرض بھی ادا ہو جائیگا، اکیسویں (۲۱) روز شادی ہو جائیگی۔ اب حضورؒ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں تو جا! اللہ تیری مشکل آسان فرمائے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپؒ کے کہنے کے مطابق مندر کے کنوئیں پر اُونٹ کھڑا ہوا پایا، قرض کی نسبت سے کہا گیا ہے کہ ایک شخص جو چاند بھائی کے والد کا بچپن کا دوست تھا اور اپنی کوئی ضرورت پر اُس کے باپ سے تین ہزار روپے قرض لے گیا تھا، جو باپ کی زندگی میں اُنہیں واپس نہ کر پایا تو دوست وہ قرض کی رقم لوٹانے کے لیے چاند بھائی کے گھر آیا، اور چاند بھائی کو وہ رقم واپس لوٹا دی۔ چاند بھائی کو محمود میاںؒ کے کہنے کے مطابق یہ تین ہزار روپیہ چھ روز بعد ملے، چاند بھائی کی بچی کی منگنی عرصہ پہلے ہو چکی تھی، مگر شادی کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا، اب اللہ کی طرف سے نہ معلوم طریقہ سے جو روپیہ ملا، اُس میں سے چاند بھائی نے قرض بھی ادا کیا، اور بچی کی شادی کو بھی انجام دیا، اور کچھ نذرانہ اور تحفتاً کچھ کپڑا ساتھ لیکر اُسی اُونٹ پر اپنی

بچی اور داماد کو سوار کر کے محمود میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر محمود میاں کے بجائے خود حضرت خوب میاںؒ سے ملاقات ہو گئی، حضرت خوب میاںؒ نے چاند بھائی کو آنے کا سبب دریافت فرمایا تو چاند بھائی نے تمام حقیقت بیان کی آپؒ کچھ مسکرائے اور فرمایا: کہ محمودؒ نے یہ سب کچھ کر دیا؟ چاند بھائی نے عرض کی ہاں حضرتؒ کے طفیل سے یہ خوشی مجھے نصیب ہوئی، اگر صاحبزادہ میاں ہلیں تو میں کچھ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں آپؒ نے فرمایا: "تجھ پر اللہ پاک نے جو فضل فرمایا: اس کا شکر ادا کر یہی خوشی کی بات ہے کہ تیری مشکل حل ہو گئی۔ کچھ پیش کرنے کی حاجت نہیں، چاند بھائی نے عرض کی، حضور! یہ بات حاجت کی نہیں بلکہ میری اور میرے سارے خاندان کی دلی خواہش کی بات ہے، اس لئے پیش کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ قبول کرنا ہی ہوگا ورنہ دل شکنی ہوگی۔ آپؒ گھر میں تشریف لے گئے اور محمود میاںؒ کو باہر بھیج دیا۔ چاند بھائی محمود میاںؒ کو دیکھتے ہی گود میں اٹھا کر خوب ناچا، پھر پھولوں کا ہار پہنا کر لایا ہوا کپڑا، شیرنی، اور کچھ روپیہ نظر پیش کئے۔

اوپر کے واقعہ سے جہاں محمود میاںؒ کی طبیعت کا انداز اور رحم کا پتہ چلتا ہے، تو ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ چھوٹی عمر میں آپؒ روحانیت کی کس منزل پر فائز تھے۔ محترم والدِ بزرگوارؒ کی تربیت نے آپؒ کو کیا کچھ نہ بنا ڈالا ہوگا؟

☆شادی مبارک

اسی طرح حضرت محمود میاںؒ نے ریاضت اور عبادت میں اپنی عمر کے اکیس (۲۱) سال گزار دیے۔

۱۲۵۳ھ ماہ ذیقعد کی ۱۹ تاریخ کو آپ کی "شادی رچائی گئی۔ جس سے آپ کو حسام الدین باوا میاںؒ، اور علم الدین دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔

☆خاندانی نسب

۱۲۵۷ھ ماہ ذیقعد کی ۹ تاریخ کو حضرت حسام الدین محمد فروغ خوب میاںؒ نے خانقاہ میں حضرت محمود میاں" کو یاد فرمایا: اور اپنے سامنے بیٹھا کر بیٹے سے کہا: میری طرف دیکھو، جب دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں تب حضرت محمود میاںؒ کی زبان سے بے ساختہ نکلا:-

"ضیائے آفتابِ حق پائندہ باد"

(حق کے آفتاب کی روشنی ہمیشہ چمکتی رہے!)

اسکے بعد آپؒ نے فرمایا: "پیشوائے اعظم سرورِ جملہ چشتیاں خواجہ ما۔

(میرے خواجہ چشتیوں کے سردارِ اعظم ہیں)

پھر زبان سے یہ الفاظ نکلے:-

"مؤسسِ حیاتِ ما تعززِ افراد"

منسوبہ امیر المومنینؓ

(ہمارے سلسلے کی بنیاد اور خاندان والوں کی عزت حضرت امیر المومنینؓ ہیں)

اس کے بعد آپ نے "سر جھکاتے ہوئے کہا:-

"صلی اللہ علیک یا رسول اللہ امی و ابی فداک۔"

پہلا جو نام حضرت محمود میاںؒ نے لیا وہ حضرت چراغ دہلی" کا ہے، دوسرا نام غریب نواز خواجہ اجمیر" کا ہے، اور تیسرا نام حضرت فاروق اعظم عمرؓ

بن خطاب امیر المومنین کا ہے، جو فاروقی سلسلے کی بنیاد ہے۔

اِس پر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ پورے بزرگانِ دین کی محفل آراستہ ہے، جن میں سے اِن خاص ہستیوں کے نام حضرت محمود میاںؒ کی زبان پر آئے بعد میں آپؒ نے فرمایا:۔

"ماورائے لامکاں جلوۂ بے حجاب می بینم"

(لامکاں کے اُس طرف بے حجاب جلوہ دیکھ رہا ہوں)

یہ سُنکر حضرت خوب میاں صاحبؒ نے فرمایا،

"محمود تو کامل شدی و مقبولِ کبریا گردی" "ایں سجادہ است برآ بنشین۔"

(محمود تو اللہ کو مقبول اور کامل ہوگیا۔ یہ مصلیٰ ہے آ! اِس پر بیٹھ جا)

حضرت محمودؒ نے عرض کیا:۔

"بہ پیش شما بر مصلیٰ نشستن بے ادبی است"

(آپکی موجودگی میں مصلّے پر بیٹھنا بے ادبی ہے)

حضرت قبلہ خوب میاںؒ نے فرمایا:۔

حکم را نظر انداز کردن ہم گستاخیست تعمیل کن۔

(حکم کو ٹالنا بھی گستاخی ہے اِس لئے حکم پر عمل کرو۔)

☆تبرکاتِ رسولِ کریم ﷺ

میاں محمودؒ مصلّی پر دوزانو بیٹھ گئے، حضرت خوب میاںؒ نے اپنے سر کی ٹوپی محمودؒ کے سر پر رکھ دی اور فرمایا: "خانوادہ چشت کے اور سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تبرکات خانقاہ میں موجود ہیں وہ تمہارا حق ہے"۔ کل

ہم نہیں ہوں گے، مگر تم رہو گے۔

☆نوٹ:۔(حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی ؒ نے راقم الحروف (مترجم) سے فرمایا تھا، کہ یہ حضرت محمد ﷺ کے تبرکات خانقاہ میں موجود ہیں) آخری بار سجادہ نشین محمود میاں چشتی ؒ نے زیارت کی تھی۔ اُسکے بعد بحکمِ الٰہی کسی سجادہ نشین کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ یہ تبرکات آج بھی امانتاً خانقاہ عالیہ چشتیہ (نصیر باغ شاہی باغ احمد آباد گجرات۔ انڈیا) میں موجود ہیں۔

☆آپ ؒ کی ریاضت

چنانچہ ماہ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کی نو (۹) تاریخ یعنی بیٹے کی سجادہ نشینی کے ایک دن بعد حضرت خوب میاں ؒ واصل بحق ہوئے۔ سجادہ نشین ہونے کے بعد آپ ؒ تمام وقت خانقاہ میں ہی گزارتے، آپ ؒ کی ریاضت اور اُسکا اثر اِس قصہ سے معلوم ہوسکتا ہے:۔

امام الدین گجراتی کا مکان آپ ؒ سے قریب تھا۔ اُسکا بیان ہے کہ میں اپنے گھر کی قبلہ رُخ دیوار پر کبھی روشنی ہوتی اور کبھی اندھیرا ہوتے دیکھتا رہتا روزانہ آدھی رات کے بعد یہ منظر دکھائی دیتا۔ یہ چیز میری سمجھ کے باہر تھی، سوچتا رہتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز اپنے گھر کے صحن میں کھڑا ہوا تھا۔ اور اچانک میری نظر حضرت محمود میاں ؒ پر پڑی جو اس وقت نماز میں مشغول تھے۔ میں نے عجب کرشمہ دیکھا کہ جس وقت آپ ؒ نماز پڑھتے ہوئے حالتِ قیام میں ہوتے، اُس وقت آپ ؒ کے چہرے سے نکلتا ہوا نور میرے گھر کی دیوار کو منور کردیتا تھا، جب آپ ؒ رکوع اور سجدہ میں جاتے اُسوقت دیوار پر اندھیرا ہوجاتا، جب آپ ؒ

کھڑے ہو جاتے تب وہی روشنی دیوار پر دکھائی دیتی۔ حضرت محمود میاںؒ کرامت دکھانے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے، لیکن اُس وقت اپنی اس قوت کا اظہار ضرور فرماتے جہاں للّہی معاملہ پیش ہوتا۔

☆لوٹا ہوا سامان ڈاکو خود دے گئے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک رات کو شور وغل کے ساتھ رونے کی بھی آواز آئی اور تھوڑی دیر کے بعد اُس گھر والوں میں سے ایک شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا چار ڈاکو ہتھیار لیے ہوئے گھر میں گھس آئے، اور وہ تمام ساز وسامان لوٹ کر لے گئے۔ لڑکی کے جہیز کیلئے جمع کردہ تمام سامان زیور وغیرہ ظالموں نے چھوڑا نہیں۔ لڑکی کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ لڑکی کی ماں بیدار ہو کر روکنے کو آگے بڑھی تب اُس کو بھی بھالوں سے زخمی کر دیا، اُسکی حالت خراب ہے۔

آپؒ نے یہ کیفیت سنکر اُس کو تسلی اور ڈھارس دی اور فرمایا:- اِنشاءاللہ! تمہاری گئی ہوئی چیزیں واپس مل جائیں گی۔ تکیہ کے نیچے آپؒ نے اپنا ہاتھ ڈالا تو ایک "لونگ" وہاں سے ملی، اُس لونگ پر آپؒ نے کچھ دم کر کے فرمایا:- ہاں یہ اُس زخمی کو کھلا دو! اللہ شفا عطا فرمائیگا، رات گزر گئی لیکن جب دِن نکلا تو وہ چار ڈاکو اُس گھر پر آئے جہاں رات کو ڈاکہ ڈالا تھا۔ مگر اُن کے ساتھ دو آدمی اور تھے، جو چاروں ڈاکوؤں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اُن ڈاکوؤں نے گھر والوں سے اِلتجا کی کہ یہ آپکا سامان ہے۔ گھر والوں نے کہا:- جب ظلم ڈھا کر لے گئے تھے، تو پھر واپس دینے کیوں آئے ہو؟

☆بصارت کا لوٹانا

اُن لوگوں نے کہا: تمہارا مال چرا کر جب ہم آپس میں تقسیم کر رہے تھے، اُسی وقت ہم لوگوں کی بصارت یکا یک غائب ہو گئی، اور ہم اندھے ہو گئے۔ اِس میں ضرور کچھ نہ کچھ راز ہے۔ آپ اپنا مال لیں اور ہماری بصارت لوٹا دیں۔ یہ سنکر وہ شخص چاروں کو لیکر حضرت محمود میاںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔

☆ڈاکوؤں کا قبولِ اسلام

آپؒ نے اُن ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہاری آنکھیں اِس شرط پر مل سکتی ہیں، کہ تم کلمہ پڑھو، اور ہمیشہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا عہد کرو۔ اُن لوگوں نے عرض کیا، حضرت کا فرمان ہم کو دل سے قبول ہے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے اُپنے کیے ہوئے کی توبہ کی اور آئندہ نہ کرنے کا وعدہ کیا، پھر کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ آپؒ نے کلمہ کی اُنگلی (شہادت کی انگلی) سے اپنا لعاب اُن چاروں کی آنکھوں میں لگایا اُسکے ساتھ ہی اُنکی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

پھر چاروں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کہ ایک تو یہ کہ مشرکوں کو مشرف بہ اسلام کرنا تھا، دوسری یہ کہ خدا کی مخلوق کو اُن ڈاکوؤں کے ظلم ایذا و نقصان سے بچانا تھا۔ یہ باتیں اُس وقت تک عملی جامہ پہن نہیں سکتی تھیں، جب تک اُپنی کرامت کا اظہار نہ فرماتے، اِسکی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ کھنچ کھنچ کر آپؒ کے پاس آنے لگے، اِس طرح آپؒ کا فیض عام ہوتا گیا۔

☆ دیدارِ رحمت للعالمین ﷺ کی آرزو

ایک صاحب جن کا نام منیر الدّین تھا، آپؒ سے بیعت بھی تھے، پیر سے اِلتجا کی کہ اِس آرزو میں عمر گزار رہا ہوں کہ رحمت للعالمین ﷺ کا دیدار کروں۔ جب آپؒ کے جیسا میرا رہبر اور سرپرست موجود ہے، تو میری اِس آرزو کا پورا ہونا کوئی بڑی بات نہیں آپؒ نے فرمایا:- تمہاری مراد پوری ہوگی، چند روز گزرنے کے بعد میں سو رہا تھا، مجھے کسی نے پکار کر کہا منیر الدّین دیکھ سرورِ کائنات ﷺ تشریف فرما ہو رہے ہیں۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو اَطراف میں نور کی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی، خود بہ خود میری زبان سے درود شریف جاری ہوگیا، میں طواف کر کے اُپنی آنکھیں اُن مقدس قدموں پر رگڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اِس پھیلے ہوئے نور سے ایک شعاع میری طرف آگے بڑھی اور مجھے سر سے پیر تک ڈھانپ لیا، جیسے کہ برقع پہنا دیا ہو، میں اُپنی خوش قسمتی پر ناز کرتا ہوا اُپنے پیر کی خدمت میں پہنچا مجھے دیکھتے ہی آپؒ نے فرمایا، کیوں منیر الدین! دیدار کی نعمت پالی؟

میں نے عرض کیا: حضرت محمود میاںؒ کا ہی طفیل ہے ورنہ کہاں یہ گنہگار، اور کہاں وہ خاتم المرسلین ﷺ میری غفلت کو اگر آپؒ نہ توڑتے تو یہ عاصی اِس جلوے سے محروم رہ جاتا۔ آپؒ نے آواز دیکر مجھے آگاہ فرما دیا۔ اور میں اپنی آرزو پا گیا۔ مگر سجدہ کرنا چاہتا تھا نہ کرسکا۔ ایک برقعے کی طرح روشنی نے مجھے گھیر لیا وہ منظر بھی باقی نہ رہا۔

☆ تو حافظِ قرآن ہوگا

آپؒ نے فرمایا: یک نہ شد دو شد۔ دولت دیدار بھی ملی۔ دوسرا روشنی کا برقع چھن لیا یہ بھی اُنہی قدموں کا صدقہ ہے، جو تجھے ایک بڑی سعادت نصیب ہوگی کہ تو حافظِ قرآن ہوگا۔

حضرت محمودؒ کو حضور اکرم ﷺ سے کس قدر تعلق اور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو محمودؒ کی کس قدر خاطر منظور تھی کہ محمودؒ کے ایک مُرید کو اپنے دیدار کا شرف عطا فرمایا۔

☆ طوفانی پانی سے نجات

احمد آباد کا ایک مشہور واقعہ آج تک زبان پر خاص و عام ہے۔ ۱۲۹۲ھ کے ماہِ شعبان کی ۲۲ تاریخ کو دریائے سابرمتی میں اِس قدر طوفانی سیلاب آیا کہ تمام شہر زیرِ آب ہو گیا۔ کہتے ہیں اگر کچھ وقت اور گزر جاتا تو سارا شہر بہہ جاتا۔ مخلوق خواجہ محمود میاںؒ کی خدمت میں پہنچی۔ اور گڑگڑانے لگی اور سابرمتی کی طغیانی کا بیان کرنے لگی۔ اور اِلتجا کرنے لگی کہ آپ اللہ کے چہیتے ہو، صاحبِ وقت ہو اور خود آپؒ احمد آباد کے رہنے والے ہو۔ احمد آباد پر آئی ہوئی ناگہانی آفت کو آپؒ ہی ٹال سکتے ہو۔ آپؒ نے یہ سُنکر فرمایا: ”وہ مٹی کا پیالا اُٹھا لاؤ“ جو سامنے رکھا ہوا تھا، اُس میں تھوڑا سا پانی منگوا کر آدھا پانی آپؒ نے خود نوش فرمایا: اور وہ پیالہ اُن لوگوں دیکر فرمایا! اسکو سابرمتی میں ڈال دو۔ اُن لوگوں نے وہ پیالہ جب ندی میں ڈالا تب ایک عجیب آواز پیدا ہوئی۔ جس جگہ وہ پیالہ گرا اُس مقام پر پانی نے بھنور کی شکل اختیار کرلی اور طوفانی (سیلاب) کا پانی

بھنور میں جذب ہونے لگا، یہاں تک کہ شہر میں پھیلا ہوا پانی پوری طرح سے کھنچ کر آیا اور اُسی بھنور میں غائب ہو گیا، کچھ وقت گزرنے پر لوگوں نے محسوس کیا کہ کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

☆ندی کے پانی نے راستہ دے دیا

حیدر آباد سے آپؒ اورنگ آباد تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں چین گنگا ندی میں سخت سیلاب آیا ہوا تھا۔ حضرت محمود میاںؒ اپنے مُریدوں، عقیدت مندوں، اور دیگر مسافروں کے جو دریا پار کرنا چاہتے تھے اور کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اِن تمام کو ہمراہ لیکر آپؒ اِس طوفانی ندی میں اُترے، نہ صرف ندی کے پانی نے آ کر راستہ دیا۔ بلکہ طوفان بھی دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔

حضرت محمود میاںؒ کی سجادہ نشینی کے روز خوب میاں محمودؒ کے فرمانے کے مطابق دوسرے بزرگوں کے ساتھ ذاتِ رسالت مآب ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔

کسی سالک کو اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کس قدر لگاؤ ہونا چاہئے وہ عیاں ہو جاتا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جب تک شریعت، سنّت اور رسول ﷺ سے محبت کرنے میں کامل نہ ہو جائے، اُس وقت تک وہ آگے بڑھ نہیں سکتا۔ یہ صورت یہاں بھی تھی۔

☆حضرت ابراھیم آفندی رحمۃ اللہ علیہ

ایک صاحب ابراہیم آفندی ایک زمانے تک سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں اپنے لئے کسی شیخِ کامل پانے کیلئے معروضہ کرتے رہے۔ ایک روز

ابراہیم آفندی کو حکم ہوا، کہ گجرات کا محمودؒ ہمارا ہی ہے تم اُس کے پاس جاؤ۔ اس ارشاد کی تعمیل میں ابراہیم آفندی حضرتؒ کی خدمت میں احمد آباد پہنچے۔ آپؒ نے ابراہیم آفندی کو دیکھتے ہی فرمایا: آ ؤ! چشم ماروشن ادل ماشاد! پھر فرمایا: "ابراہیم تم کو چند روز ہمارے پاس رہنا ہوگا۔" آفندی نے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا۔ محمود میاںؒ کے زیر سایہ رہ کر ابراہیم آفندی اعلیٰ درجات حاصل کرتے رہے۔ ابراہیم مرید ہو چکے تھے مگر خلافت و نعمت عطا نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز خانقاہ میں حضرت محمود میاںؒ نے ابراہیم کو کسی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: یہ تمہارا ہے، تم سنبھالو! اپنی ٹوپی ابراہیم کے سر پر رکھدی اور چار سلسلوں (چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کی خلافت و اجازت بخش کر سرفراز فرمایا۔ چند روز بعد ابراہیم آفندی واپس مدینے پاک تشریف لے گئے۔

حضرت محمود میاںؒ نے اپنے سلسلہ کو پھیلانے کی بڑی کوشش کی ہے۔ جن جن حضرات کو آپؒ نے خلافت دی اُن میں سے اکثر سلسلے آج بھی جاری ہیں۔ اور بعض خلیفہ اِس قدر بزرگ شخصیت کے حامل تھے کہ صفِ اوّل کے بزرگوں میں اُنکا شمار ہوتا تھا۔

☆حضرت کریم اللہ عاشق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کریم اللہ عاشق، حضرت کے ایک خلیفہ تھے، عاشق تخلص تھا، خصوصاً حضور غریب نوازؒ کے اِس قدر شیدائی تھے کہ کوئی شعر آپکا ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں "خواجہ" کا نام نہ ہو۔ علماء نے عاشق پر سخت اعتراض کیا کہ خواجہ کو اللہ بنا دیا۔ یہ سنکر حضرت عاشق نے علماء کو دعوت دی کہ جمعہ کو مسجد میں

تمہارا میرا معاملہ صاف ہو جائیگا۔ حضرت عاشق کے ہزاروں آدمی معتقد تھے۔ مسجد میں کافی تعداد میں لوگ اکٹھے ہو گئے، علمائے کرام بھی پہلی صف میں موجود تھے۔ جب نماز ختم ہوئی تو حضرت عاشق نے اپنا دیوان نکال کر کچھ اشعار پڑھ کر سنائے۔ مولوی صاحبان کو طیش اور جلال آیا کہ "یہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ کفر کے برابر ہے" حضرت عاشق اپنا "دیوان" "منبر پر رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ ہٹایا، تو سب ہی کو یہ نظر آیا کہ "دیوان" "منبر پر جمع ہوا نہیں ہے، بلکہ منبر کے اوپر ہوا میں "معلق" ہے۔ یہ دیکھ کر "سبحان اللہ! ماشاء اللہ" کا شور مچ گیا۔ مسجد گونج اٹھی اور مولوی صاحبان فرار ہو گئے۔

سولہ سال پہلے حضرت عاشق اپنے انتقال کی تاریخ نکال چکے تھے۔ اپنی قبر کی جگہ کا بھی انتظام فرمالیا تھا، وہیں دفن ہوئے۔ آپؒ میں بڑی خوبیاں تھیں، آپؒ بڑے صاحبِ "حال و قال" تھے۔ آپکا سلسلۂ مشیخت آج بھی جاری ہے۔ آپؒ کے سجادہ "اسداللہ حسینیؒ" ہیں۔

☆حضرت پیر الٰہی بخشؒ

حضرت پیر الٰہی بخش آپؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ بڑے ذاکر و شاغل تھے۔ صاحبِ کشف و کرامت بھی تھے۔ اُن کے جانشین عبدالعزیز عرفانی ہوئے۔ چوبیس گھنٹے مسجد میں گزارتے تھے۔ یا تو درس دیا کرتے تھے۔ یا حلقہ لگا کر لوگوں کو روحانیت کا طریقہ سبق بتایا کرتے تھے۔ بڑی صاحب کیفیت ہستی تھی۔

حضرت عاشقؒ اور حضرت الٰہی بخشؒ نے بھی بڑی تعداد میں خلافتیں

دیں۔ دیگر خلفاؤں کی فہرست طویل ہے اُن میں سے چند افراد کا بیان حسب ذیل ہے۔

☆حضرت امیر میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ

جناب امیر میاں چشتیؒ نسباً قادری ہیں، لیکن سلسلۂ چشتیہ سے رغبت رکھتے تھے۔ حضرت محمود میاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر راہِ سلوک کی منزلیں طے کیں۔ اور خلافت حاصل کی حضرت محمود میاںؒ کے فرمان کے مطابق آپؒ نے بمبئی میں سکونت اختیار کی اور بیعت لیتے رہے۔

☆حضرت میر احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر احمد علی صاحبؒ دہلی کے رہنے والے تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب دلی بزرگوں کا مرکز بنی ہوئی تھی، لیکن احمد علی صاحب کو نعمت حضرت محمود میاںؒ سے ملنی مقدر تھی۔ اِس لئے آپؒ نے حضرت سے "چشتیہ" خلافت حاصل کی اور بڑے مرتبہ کو پہنچے۔

☆حضرت میر مشرف علی ساکِن شاہ جہاں آباد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر مشرف علی ساکِن شاہ جہاں آباد کو کسی اچھے رہبر کی تلاش تھی آپؒ حکمت کا پیشہ کرتے تھے، بڑے قابل طبیب تھے۔ مگر اپنی روحانیت کو عروج دینے کی بڑی فکر تھی اور بڑی کوشش کرتے تھے۔ حضرت محمود میاںؒ کے واقعات سننے کے بعد حضرت مشرف علی شاہ جہاں آباد سے احمد آباد تشریف لائے۔ حضرت محمود میاںؒ نے آپؒ کو ایسا کچھ عطاء فرمایا کہ "حکیم" کی شہرت سے زیادہ آپکی بزرگی کا چرچا عام ہو گیا۔ یہ چشتی بھی تھے اور قادری بھی۔

☆ دیگر خلفاء

دیگر خلفاؤں میں عبدالهادی دہلویؒ اور امیر بخش دہلویؒ بھی درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ حیدرآباد دکن کے سفر کے وقت آپؒ نے وہاں کے اکثر مریدوں کو خلافت عطاء فرمائی۔ میر مشرف علی خانؒ، میر لیاقت علی خانؒ، شاہ حمید حسین نقشبندی قادری چشتیؒ، عبدالستار خانؒ، اسماعیل خانؒ، قمرالدین چشتیؒ، احسان اللہ چشتیؒ، محمد منیر الدین چشتیؒ، یہ تمام حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت محمود میاںؒ کے چہیتے خلیفہ تھے، جن میں سے اکثر حضرات نے مشیخت جاری رکھی۔

مقامی طور پر جناب حاجی میاں چشتیؒ، عبدالعزیز میاں چشتیؒ، بدرالدین چشتیؒ، حکیم سید احمد حسینؒ، اور شیخ فتح محمد گجراتیؒ یہ تمام حضرات گجرات کے باشندے تھے۔ حضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر باش رہتے اور صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

☆ برادران

علاوہ ازیں حضرت محمود میاںؒ کے چار برادران تھے (۱) شیخ برہان الدین (۲) شیخ فخرالدینؒ (۳) شیخ محمدؒ (۴) اور شیخ غلام فریدالدینؒ۔

یہ چاروں بھائی اپنے والدِ محترم حضرت خوب میاںؒ ۔ ۔بیعت تھے، اور برادرِ اکبر حضرت محمود میاںؒ سے خلافت حاصل کی تھی۔ بعض ۔ت ایسا ہوا ہے کہ حضرت محمود میاںؒ سے لوگوں نے مرید بننے کے لئے اپنے شہر میں دعوت دی، لیکن حضرت کبھی تو برہان الدین صاحبؒ کو، تو کبھی فخرالدین صاحب کو، اپنی

جگہ روانہ فرماتے تھے۔ کہ لوگوں سے بیعت لیں۔ دونوں بھائی آپ شیخ کے زیرِ سایہ اور اُن کے حکم سے پیری مریدی (رُشد و ہدایت) کرتے رہے۔ لیکن قدرت کی کچھ عجیب مشیت رہی ہے۔ حضرت برہان الدینؒ کے سوا باقی تینوں بھائیوں کو اولاد نہیں تھی۔ حضرت برہان الدینؒ کے صرف ایک صاحبزادہ صلاح الدین تھے۔ مگر اُن کو بھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت برہان الدینؒ کی چار صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے (۱) بڑی بی بی حضرت حسام الدین باوا میاںؒ کے عقد میں دی گئیں۔ (۲) بدّو بی بی حضرت علم الدینؒ کے ساتھ بیاہی گئیں تھیں۔ حضرت حسام الدین باوا میاںؒ اور حضرت علم الدینؒ دونوں حضرت محمود میاں چشتیؒ کے صاحبزادے تھے، اور آپ چچا حضرت برہان الدینؒ کے داماد ہوتے تھے، حضرت علم الدین چشتیؒ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ البتہ حضرت حسام الدین باوا میاںؒ کو دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک حضرت سدید الدینؒ جو چھوٹی عمر میں وصال پاگئے۔ دوسرے صاحبزادے حضرت فرید الدینؒ آگے چل کر سجادہ نشین ہوئے۔

☆ نوٹ: یہ بتانا ضروری ہے کہ اس شاخ سے خونی رشتہ رکھنے والا صرف ایک سلسلہ اس وقت دنیا میں باقی ہے۔ جسکا شجرہ حسب ذیل ہے: ☆ مندرجہ بالا شجرہ کی صحیح تصحیح یہ ہے۔

اوپر بتائے ہوئے شجرے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اِس خاندان سے تعلق رکھنے والی کوئی دوسری شاخ باقی نہیں رہی۔ سجادہ حضرت خواجہ محمود
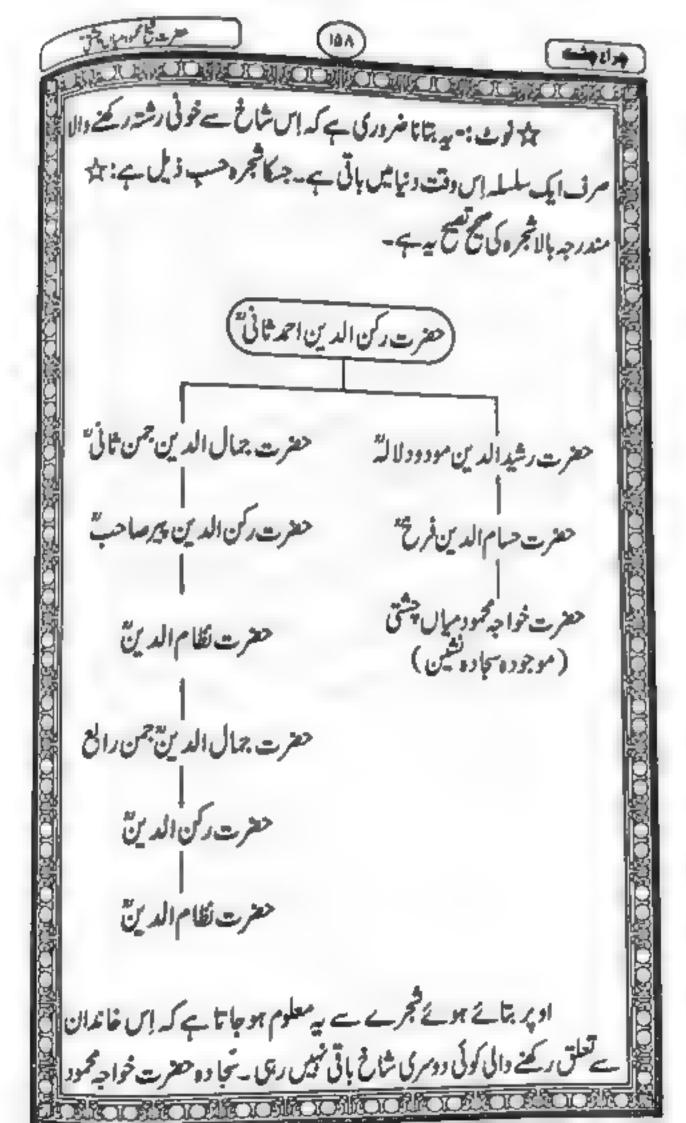
میاں چشتیؒ کی شاخ جاری ہے، الحمد اللہ صاجزادگان وغیرہ کا خاندانی شجرہ جاری ہے۔ خاندانی حالات کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشیخت کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت محمود میاں چشتیؒ کے دو صاجزادے حضرت حسام الدین بادا میاںؒ اور حضرت علم الدینؒ ہیں، حضرت حسام الدین بادا میاںؒ والدِ محترم کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئے تھے، اِس لئے حضرت محمود میاںؒ کے پوتے خواجہ فریدالدین چشتیؒ دادا کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت محمود میاں چشتیؒ سجادہ نشین تھے اور بہ حیثیت شیخ پوری شان و شوکت کے ساتھ آپؒ کی مشیخت کارفرما تھی۔ آپؒ بظاہر آزاد تھے، کسی قسم کی پابندی آپؒ پر عائد نہ تھی، مگر خانقاہ یا گدی سے بطورِ خود دور رہنا اُصولِ مشیخت سے بعید سمجھتے تھے حیدرآباد دکن سے لوگ آپؒ کو لے جانے کے لیے احمد آباد آئے اور ساتھ چلنے کا معروضہ پیش کیا۔ آپؒ نے جواب میں فرمایا خانقاہ چھوڑنا آسان نہیں، البتہ اُپنے شیخین کی خدمت میں تمہاری اِلتجا پیش کرونگا۔ اگر وہ منظور فرما کر اِجازت سے سرفراز فرمائیں گے تو بیشک تمہارے ہمراہ چلونگا، ورنہ معذور ہوں۔ پانچ روز گزرنے جانے کے بعد ایک شخص کو آپؒ نے اِرشاد فرمایا، تمہاری عرضی قبول فرمالی گئی ہے۔ اَب میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ اِس طرح آپؒ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ اور ہزاروں نے آپکا دامن تھام لیا۔

☆محمود باغ

ایک صاحب وزیر علی نے ایک باغ نذر میں پیش کیا، جو محمود باغ کے نام ت آج تک حضرت کی اولاد کے وراثت میں ہر سجادہ نشین اس باغ کا وارث خنر اور متولی رہا ہے۔ اگرچہ باغ کی صورت بدل گئی ہے۔ لیکن جائداد کی صورت میں اب بھی باقی ہے۔ اور "محمود باغ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ باغ حیدرآباد کے نام پلی محلہ میں واقعہ ہے۔

☆وصالِ الی اللہ

بچپن سے جو ہستی صاحب تصرف رہی ہو اُس کے بزرگانہ کمال کو پیش کرنا قلم اور زبان سے باہر ہے۔ آپ کا اِستادرخشاں دور رہا ہے کہ "قطب دوراں" یا غوث وقت کہے جاتے تھے۔ آپ" کا فیض پانے والے آج بھی آپ سے اُسی طرح فیض پارہے ہیں، جیسے آپ کی موجودگی میں مستفیض ہو کرتے تھے۔ حضرت کی عمر ۷۷ (ستتر) سال کی تھی اور ۵۲ (باون) سال آپ سجادہ نشین رہے۔ ماہ ذیقعد ۶ تاریخ ۱۳۰۹ھ کو آپ عالم بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ احمد آباد، شاہپور (جالی پیر) میں آپ کا مزار پاک ہے۔ جہاں آپ کے علاوہ تین اور سجادگان آرام فرما رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت فرید میاں چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فریدالدین عرف فرید میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ

☆نبیرہ وسجادہ حضرت حسام الدین محمود میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ☆

{ ولادت: ۲۲ رجب ۱۲۸۶ھ، وصال ۵ محرم ۱۳۳۵ھ }

سجادہ نشین

۱۳۰۹ھ تا ۱۳۳۵ھ

فہرست

شمار	عنوان	صفحہ

☆ حضرت فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ☆

{ولادت: ۲۴ رجب ۱۲۸۶ھ وصال ۲۵ محرم ۱۳۳۵ھ}

سجادہ نشین حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ کے دو صاحبزادے تھے۔ دونوں کی شادی ہو چکی تھی، مگر حضرت کا کشف یہ بتا چکا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک بھی صاحبزادہ آئندہ سجادہ نشین ہونے والا نہیں۔ مگر دستور کے لحاظ سے کسی کا سجادہ ہونا لازمی ہے۔ ایک قطب کی نگاہ جہاں تک کھوج کر سکتی تھی وہاں تک خلفاء، معتقدین، مریدین میں سے ایک ایک کو پرکھا آخر حضرتِ والاؒ کی نظر اپنے پوتے پر پڑی۔

دونوں صاحبزادے آپؒ کے زمانہ حیات میں رحلت فرما چکے تھے۔ اس لئے کمسن پوتے فرید الدین چشتیؒ کو سجادہ نشینی کے لئے آراستہ کرنے کا حضرتؒ نے مصمم اِرادہ فرمالیا۔ اِس کو ویسے بھی کہا جا سکتا ہے کہ سعادت کے لئے رب العالمین نے اِس معصوم کو مقرر فرمالیا تھا۔ ایک سال پہلے ہی حضرت محمود میاں چشتیؒ صاحب نے اپنی بھتیجی یعنی صاحبزادے اوّل شیخ حسام الدین باوا میاںؒ کی بی بی کو بلا کر فرمایا۔

☆ ولادت وسعادت

آج رات منجانب اللہ تم کو ایک امانت سپرد ہونے والی ہے، جو سجادگی کا حقدار ہوگا۔ حضرتؒ کے اِرشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ دونوں صاحبزادگان میں سے کوئی بھی بڑی عمر کا نہ ہوگا اور نہ سجادگی پر آسکے گا۔ آپؒ کو کسی کا انتظار تھا اور وہ وقت آگیا کہ ماہِ رجب کی ۲۴ تاریخ ۱۲۸۶ھ کو باوا میاں کے مکان میں

صاحبزادہ یعنی حضرت محمود میاں صاحب" کا پوتا (نبیرہ) تولد ہوا۔ خود حضرت نے بڑی مسرت اور خوشی کے ساتھ پوتے کے کان میں اذان دی اور فرمایا، اس خاندان اور سلسلے کے لئے یہ فرد ہوگا نومولود بچہ کا نام فریدالدین تجویز فرمایا۔

☆ **تعلیم و تربیت**

بچہ عمر کی منزل طے کرتا رہا۔ دادا ابتدئی سے نگرانی فرمارہے تھے۔ پانچ سال کی عمر ہونے کے بعد قرآن پاک کا درس شروع کردیا گیا۔ قرآن ختم ہونے کے بعد حدیث، فقہ، دُنیوی علوم میں ماہر بنانے کے لئے خود دادا حضرت نے پوتے پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی۔ تھوڑے زمانے کے بعد والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ یتیم پوتا دادا کی آغوش شفقت میں پرورش پایا۔

☆ **سجادہ نشینی**

بچّے کو آگے جاکر ایک بڑی ذمہ داری پر پہنچنا تھا اس لئے خود معبود نے اُن کو ایسی صفات عطا فرمائی، جو کسی بزرگ میں ہونی چاہیے۔ اس سے ہٹ کر جلیل القدر دادا" کی تربیت میں فرید" کو فرد کامل بنا دیا۔ اِس طرح ۲۳ سال تک فریدالدین" میں دادا کی صحبت میں دین اور دنیا کی خوبیاں اور روحانیت کی خوبیاں بہ درجہ کمال تک رچ بس گئی تھیں۔ ایک روز حضرت محمود" نے اپنے پوتے فرید" کو سینے سے لگا کر فرمایا تم کو وحدہٗ لاشریک کے حوالے کررہا ہوں۔ وہی طور وطریقہ جاری رکھنا جو آج تک تمہارے بزرگوں کا امتیاز رہا ہے، اللہ نے بھی تمہیں قبول فرمالیا ہے یہ تمہاری اور میری خوش نصیبی ہے اور فخر کی بات ہے۔ حضرت محمود" کے پردہ فرمانے کے دن ٦ ذیقعدہ ۳۰۹ھ سے حضرت فریدالدین چشتی" سجادہ نشین ہوئے۔

سجادہ نشین ہونے کے بعد حضرت فرید میاں چشتیؒ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے اپنے دادا بزرگ خواجہ شیخ حسن محمد چشتیؒ کی بنائی ہوئی مسجد میں آیا کرتے تھے۔ باقی تمام وقت گھر میں ہی عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ حضرت کے جد امجد خواجہ حسن محمد چشتیؒ کی لکھی ہوئی تفسیر حسینی کا زیادہ مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے اپنی فیض رسانی کو بہت عام فرمادیا تھا۔ صبح کے ورد اور مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد باہر تشریف فرما ہو جاتے تھے اور جو کوئی حاجت مند موجود ہوتے اُن کی روحانی دستگیری فرماتے۔

☆خوش اخلاقی

ہر شخص خواہ آپؒ سے نسبت رکھتا ہو، یا مرید، یا جان پہچان والا ہو آپؒ کی شیریں زبانی اور مہربانی بھرے لہجے سے یہ خیال کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ دوسرے کسی سے حضرتؒ کو اُنس نہیں ہے۔ حالانکہ آپؒ کی عام اخلاقی کیفیت یہی تھی۔ آنے والے کے حالات اُن کے بیان کرنے سے پہلے آپؒ بیان فرمادیا کرتے تھے۔ پھر اُس کے درد کا علاج فرماتے تھے۔

☆مہمان نوازی

مہمانوں کے متعلق گھر والوں اور باورچی کو سختی سے ہدایت تھی کہ مہمانوں کو بروقت اور گھر والوں سے پہلے کھانا کھلا دیا جائے۔ اِس تاکید کی پابندی گھر والے اور باورچی سختی سے کیا کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی بذاتِ خود ہر مہمان سے دریافت فرماتے کہ کھانا کھایا یا نہیں، اور ساتھ میں یہ سوال کرتے کہ کیا کھایا؟ جب آپؒ کو اطمینان ہو جاتا کہ کوئی مہمان باقی نہیں رہا تب آپؒ کھانا تناول فرماتے۔

جو زیادہ قربت رکھنے والے لوگ تھے اُن کی خطا کو معاف فرما دیا کرتے، مگر کچھ سزا کے بعد۔ فیض محمد فجو بھائی کے نام سے مشہور ہیں، وہ دن رات آپؒ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ پکوان میں بڑا اچھا دخل تھا۔ اور ایک بیکری کے مالک تھے۔ ایک روز راجکوٹ سے عبدالقادر نامی دوست آیا اور فجو بھائی سے کہا راجکوٹ میں اِس وقت بسکٹ وغیرہ کی بہت کمی ہے۔ اگر تم مال تیار کر کے لے چلو تو کافی منافع ہوگا، عبدالقادر کے کہنے کے ساتھ ہی فجو بھائی نے ۵۰۰ روپیہ کا مال تیار کر لیا۔ اور راجکوٹ جانے سے کچھ وقت پہلے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر راجکوٹ جانے کی اجازت چاہی آپؒ نے فرمایا، راجکوٹ کا خدا کوئی اور نہیں ہے؟ آپؒ نے فجو بھائی کو جو ممانعت کی اُس کا سبب یہ تھا کہ عبدالقادر کی نیت لین دین کے معاملے میں اچھی نہیں تھی۔ اِس مرتبہ عبدالقادر یہ اِرادہ کر کے آیا تھا کہ فجو بھائی کو دھوکا دے کر پورا فائدہ حاصل کر لے، دوسری بات یہ ہے کہ عبدالقادر کی عقیدت بزرگوں سے ہمیشہ خلاف رہی ہے۔ اِس کے مقابلے میں فجو بھائی پکے پیر پرست اِنسان تھے، جب بھی فجو بھائی کسی ولی یا اپنے پیر کا ذکر کرتے تو عبدالقادر بڑی سختی کے ساتھ اُنکی بات کاٹ دیا کرتا تھا، اِس کا کہنا تھا، کہ بندہ خدائی قوتوں کا اِستعمال نہیں کر سکتا بندہ مجبور اور اللہ مقتدر ہے۔ سب کچھ وہی کر سکتا ہے۔ نہ کہ بندہ۔

جس وقت فجو بھائی اِجازت لینے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالقادر بھی اُن کے ساتھ تھا حضرتؒ نے فرمایا فجو تو لوٹا جانے والا ہے۔ اور اگر تیرا کچھ اچھا ہونے والا ہے تو یہاں بھی ہو کر رہے گا، چونکہ خدا ایک ہی ہے۔

راجکوٹ کا ہو یا احمد آباد کا؟۔ جانے کا خیال دل سے نکال دے سامان تیار کرنے میں تیرا جو خرچ ہوا ہو وہ تجھے مل جائیگا۔ ان صاحب کو کل تک تو اپنا مہمان رکھ۔

حضرت کی زبان سے لوٹنا جانے کا لفظ سنکر عبدالقادر سوچ میں پڑ گیا کیونکہ وہ نجو بھائی کی رقم سے خود فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ حضرت کے یہ ظاہر کرنے کی وجہ سے اُس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ حضرت کی خدمت سے اجازت لے کر نجو رات کو ۱۰ دس بجے اپنے گھر پہنچا، اور سو رہے، رات کو ایک بجے کسی نے آواز دی "نجو اُٹھ اور تیرا تیار کردہ مال تین دروازے کے داہنے ہاتھ کے چھوٹے دروازہ میں لے کر پہنچ جا۔ وہاں ایک شخص تیرا انتظار کرتا ہوگا وہ تیرا مال خرید لے گا یہ سُنتے ہی نجو اور عبدالقادر تمام مال لے کر تین دروازہ پر پہنچے تو وہاں ایک صاحب کھڑے ہوئے تھے، اُس شخص نے اُن کو دیکھتے ہی پکارا "لایئے وہ سامان جو آپ نے تیار کیا ہے؟" اور اس شخص نے نجو بھائی کو روپیہ ۵۰۰ دے کر کہا، "یہ ہے آپکے سامان کی قیمت" اور دوسرے ۲۰ روپیہ دیکر کہا، "یہ تمہارے ساتھی کا خرچ جو راجکوٹ سے یہاں آنے تک خرچ ہوا ہے" شکر کر اللہ نے تجھ پر فضل فرمایا۔ سامان وہیں رکھا رہا مگر وہ خریدار صاحب غائب ہو چکے تھے، تھوڑی دیر بعد وہ سامان بھی خود بہ خود غائب ہو گیا۔ عبدالقادر نے یہ سب کچھ دیکھ کر نجو بھائی سے پوچھا:

"یہ سب کچھ آخر کیا تماشا ہے"۔

☆توبہ کا واقعہ

نجو بھائی نے کہا میں تم کو اتنا نادان نہیں سمجھتا کہ کان سے سننے اور آنکھ سے دیکھنے کے بعد بھی تم نہ سمجھ سکو کہ یہ کیا ہے اور کس نے کیا ہے؟ قادر بھائی یہ سب

میرے شیخ کی کرامت اور تصرفات ہیں۔ جس کو تم آج تک قبول نہ کر سکے کیا آج بھی تمہارا ضمیر تم پر ملامت نہیں کر رہا ہے؟ کیا اب بھی تم ولایت کا انکار کرو گے"۔ عبدالقادر نے کہا لخو بھائی آج میری ناک بچ گئی، عقل آ گئی تم جو کچھ کہتے تھے، وہی سچ تھا، اور میں جو کچھ بکتا تھا وہ غلط تھا دونوں صبح کو حضرت فرید میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تب حضرتؒ نے دریافت کیا" کیوں لخو کیا ہوا؟" عرض کی: "یہی نا کہ راجکوٹ اور احمد آباد کا خدا ایک ہی ہے؟، اس نے بڑا فضل فرمایا ہے۔" آگے بڑھ کر عبدالقادر نے آنسو بہاتے ہوئے معافی مانگی، اور مرید ہونے کا شرف حاصل کیا۔ کاروبار شروع کرنے سے پہلے اجازت حاصل نہ کرنے کی لخو بھائی کو حضرتؒ نے تھوڑی سزا ضرور دی مگر اس کے ساتھ ان کو معاف فرماتے ہوئے ایک بڑے نقصان سے بچا لیا۔ دوسری طرف عبدالقادر جو اولیاء اللہ کا منحرف تھا اس کو بتایا کہ حقیقت میں اللہ والوں کو کبریائی کمال معبود حقیقی عطا فرماتا ہے۔ عبدالقادر گمراہی سے توبہ کر کے صحیح راستہ پر چل نکلا۔

☆اصول پسندی

آپؒ رحم دل ہونے کے ساتھ ساتھ اصولی معاملات میں بڑے سخت تھے۔ حافظ غلام حسین بھروچی کو خلافت عطا فرمانے کے بعد ذکر، وظیفہ وغیرہ کی تلقین فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ تھوڑے روز پرہیز جلالی ضرور کرنا۔ حافظ صاحب اس ارشاد کی پابندی کرتے رہے۔ ایک روز بازار سے گزر رہے تھے۔ بھٹیارہ گرم گرم سموسے کڑھائی سے نکال رہا تھا۔ حافظ صاحب کی طبیعت للچائی اور سموسے کھا لیے۔ ایک خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اپنے مریدوں کے

شیخ بھی تھے۔ اگر شیخ خود غلطی کرے تو مریدوں پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے؟ اس کا بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ غلام حسین صاحب نے اپنے پیر کے حکم کی خلاف ورزی کی جو کسی خلیفہ کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ بہر حال حافظ صاحب کو اپنی خطا کی سزا بھگتنی پڑی، بھٹیارے کی دوکان پر ہی اُن کی حالت خراب ہوگئی۔ بے ہوش ہوگئے، جان پہچان والے تانگے میں ڈال کر حافظ جی کو اُن کے گھر لے گئے۔ گھر پہنچتے ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسی حالت میں احمد آباد آنے کے لئے گھر سے نکلے۔ راستے میں مقابل سے آتا ہوا دوسرا تانگہ دکھائی دیا۔ جب وہ تانگہ اِن کے تانگے کے قریب پہنچا تو غلام حسین اُس تانگے میں اپنے پیر کو دیکھ کر ششدر ہوگئے۔ حضرت صاحبؒ نے تانگہ روک کر فرمایا، "حافظ جی! میرے تانگے میں آجاؤ۔" جب حافظ جی اُس تانگے میں سوار ہوئے تو ارشاد فرمایا "کیوں سموسوں نے تم کو بڑی لذت پہنچائی؟ کہ تم اپنی ذمہ داری کو فراموش کر بیٹھے۔ ہوسکتا تھا وہ سموسے تمہاری جان لے لیتے، تم سلسلہ آگے بڑھانے والوں میں سے ایک ہو، اور خدائی معاملات بڑے نازک ہیں۔ ہر بات، ہر قدم اتنا احتیاط سے عمل میں لانا چاہیے جو رضائے الٰہی کے خلاف نہ ہو۔" حافظ جی نے گڑگڑاتے ہوئے اپنی بھول کی معافی مانگی۔ حضرت نے فرمایا "جو کچھ کہتا ہوں اس پر سختی سے عمل کرو، تمہارا مزاج اس قابل نہیں تھا کہ تم احمد آباد پہنچ سکتے اس لئے تم اپنے گھر جاؤ، میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں"۔ بعد میں حافظ صاحب نے دیکھا کہ حضور تانگے میں تشریف فرما نہیں تھے۔ حافظ جی اکیلے اپنے گھر پہنچے۔ ایک خلیفہ کی غلطی جس کو سمجھانے اور اُس

کی سزا دینے آپ" خود احمد آباد سے بھروچ تشریف لے گئے آپ" نے یہ بھی فرمایا:۔ "غلام حسین !! اگر آپ لغزش کھاؤ گے تو خلافت گنوا بیٹھو گے۔" یہ ہے حضرت فرید الدین چشتی" کی للّٰہیت میں محویت اور کمال کے مرتبے پر فائز ہونا۔

☆مشغولی حق

آدھی رات گزرنے کے بعد نفل نماز سے فارغ ہو کر آپ" پھر مشغول ہوئے، اثنائے ذکر میں آپ" کے گلے سے ایسی آواز نکلنے لگی کہ خادم نے گھبرا کر دروازے سے جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ آپ" کے جسم کا ہر عضو الگ الگ ہو گیا تھا۔ خادموں نے یہ سمجھا کہ کسی نے آپ" کو کاٹ کر ٹکرے ٹکرے کر دیا ہے، باہر ان لوگوں نے پریشان ہو کر شور وغل مچایا، اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو آپ" خود دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے، اور ان لوگوں کو تسلی دی کہ "جو تم سمجھ رہے تھے وہ صحیح نہیں تھا۔ جو ہوا وہ ہو گیا۔ اب اس بات کا چرچا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جاؤ اور سو رہو۔" گو کہ ذکر کرنے کا ایک ایسا بھی طریقہ ہے جس سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر ہر ولی یا سالک سے یہ بات پیدا کرنا ممکن نہیں، یہ وہی کر سکتے ہیں جن کا رتبہ بڑا ہو۔

☆داوا بھائی "اچھے" ہیں

حافظ محمد عرف داوا بھائی زری والے سورت کے رہنے والے عمر پانچ سال کے تھے لیکن گونگے کی طرح بات کرتے تھے۔ خاندان اور خصوصاً والدہ بڑی پریشان تھی، کہ ایک ہی لڑکا ہے اور وہ بھی گونگا ہے، بدنصیبی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ داوا بھائی کی والدہ بچے کو لیکر احمد آباد آئی اور بیٹے کو پیش کرتے ہوئے خوب

روئی۔ اور عرض کیا سرکار! میرے خاندان کے چراغ کی یہ کیا حالت ہے۔ بات ہی نہیں کرتا جیسا کہ گونگا ہو۔ آپؒ کی کنیز آپؒ کے کرم سے محروم رہے گی؟ اور یہ بچہ بے زبان ہی رہے گا؟۔ حضرتؒ نے کچھ وقت تامل فرمایا، پھر بچے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ بعد میں ارشاد فرمایا "یہ بولے گا نہ صرف بولے گا بلکہ انشاءاللہ اس کے سینے میں اللہ کا کلام محفوظ ہوگا۔ یہ داوا بھائی اچھا حافظ کلام اللہ ہوگا۔" داوا کی زبان اس کے بعد سے قینچی کی طرح چلنے لگی، اور کچھ وقت کے بعد داوا بھائی نے قرآن پاک حفظ کرلیا حضرتؒ نے اپنے ارشاد میں ایک لفظ "اچھا" استعمال فرمایا تھا۔ یہ اچھائی حافظ محمد کی زندگی پر حاوی ہوگئی۔ اخلاق، کردار، فطرت، عادت، ہر چیز ان کی بہت اچھی تھی۔ اب رہا حافظ ہونا تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ان گنت حافظ ہیں ان میں حافظ محمد داوا بھائی بھی شریک ہیں، لیکن ان میں جو چیز پائی گئی وہ کم از کم اس خاکسار کی نظر سے نہیں گزری، وہ عجیب بات یہ ہے کہ جب تک یہ کسی شخص سے گفتگو کرتے رہتے ہیں تو اُس وقت تک اُن کی زبان کلامِ پاک کی تلاوت سے رکی رہتی ہے، جیسے بات چیت ختم ہوتی قرآن کی قرأت جاری کردیتے ہیں، اس طرح فرصت کا ہر لمحہ قرآنِ پاک کی تلاوت میں گزار دیتے ہیں۔

) نوٹ: مجھ کو بھی آپؒ سے ملاقات کا شرف رہا ہے۔

اس راقم کا اندازہ تھا کہ شاید دو چار پارے وہ ختم کرتے ہونگے، لیکن ایک مرتبہ خود داوا بھائی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف پانچ پارے ختم کرتے ہیں تو دن اچھا گزرتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ میرے پیر کی دعا سے ہر روز بڑی آسانی سے چھ سات پارے ختم ہوجاتے ہیں۔ اس قدر قرآن خوانی سے جو

خیر و برکات ہو سکتی ہیں وہ سب اللہ نے انہیں عطا فرمائی ہیں۔ بزرگوں کا کہا ہوا جو رنگ لاتا ہے، اس کا لفظوں میں ادا کرنا دشوار ہے۔ حضرت صاحبؒ کے ایک لفظ نے ہی گویا کہ دادا بھائی کی کائنات بدل ڈالی۔ اس خاکسار اور دادا بھائی کی ایک طویل مدت تک یکجائی رہی اسلئے دادا بھائی کو دیکھنے کا بڑا موقع ملا ہے مختصر یہ کہ حضرت صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق ہر لحاظ سے دادا بھائی "اچھے" ہیں اللہ رکھے! اپنے پیر خانہ کی خدمت اور محبت میں ساری عمر گزاری اور گزار رہے ہیں۔

☆ہیضہ کی وَبا دُور ہونا

اللہ والوں کو قدرت کی طرف سے بہت کچھ نصیب اور قوت سرفراز ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے دی ہوئی روحانی کیفیت سے ولی اللہ ایسے کام کر جاتے ہیں جو عقل سے باہر ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ کے ولی ہونے کے لحاظ سے ان کو اپنے رب کی مشیت بھی پیش نظر رکھنی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مرضی پوری کرنے کے لئے اسباب بھی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ احمد آباد میں "ہیضہ" کی وبا شدت سے پھیلی ہوئی تھی اور شاہپور بھی اس بلا سے محفوظ نہ رہ سکا۔ شاہپور وہ مقام ہے، جہاں حضرت فرید میاں "چشتی" صاحب کا دولت خانہ آباد ہے۔ اگر خود حضرت صاحبؒ چاہتے تو تھوڑی سی توجہ فرما کر اس وبا کو دور کرنے کی کوشش فرماتے مگر مشیتِ ایزدی کے آگے خاموشی اختیار کرتے رہے۔ سینکڑوں جانیں تلف ہوتی رہیں۔ مشیتِ ایزدی پوری ہوئی تب منجانب اللہ اس وبا کے دور کرنے کا سبب پیدا ہوا۔

شاہپور کے رہنے والے "رحیم بھائی" کا سارا گھر ہیضہ میں مبتلا تھا۔

رحیم بھائی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپؒ جیسی بزرگ ہستی یہاں موجود ہیں لیکن آپؒ کوئی خیال نہیں فرماتے، یہ سن کر آپؒ مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ آپؒ نے رحیم بھائی کو ایک ''نقش'' دیا کہ دروازے پر لٹکا دینا۔ نادانی سے اکثر کام بگڑ جاتے ہیں لیکن بعض وقت یہی نادانی بڑے فائدے کا باعث بن جاتی ہے۔ رحیم بھائی نے حضرتؒ سے عرض کیا: ''میرے گھر کے چار دروازے ہیں اور آپؒ نے صرف ایک نقش لٹکانے کے لیے دیا ہے'' چار دروازے پر ایک نقش کیسے لٹکایا جا سکتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا: کسی ایک دروازے پر لٹکا دو، مگر رحیم بھائی اپنی بات پر اڑے رہے یہاں تک کہ حضرتؒ کو طیش آیا اور غصے میں آپؒ نے فرمایا ''رحیم بھائی تم اپنے ایک دروازے کی بات کرتے ہو جاؤ! ایک تعویز تمام شہر کے لیے کافی ہے'' رحیم بھائی وہ ''نقش'' لیے ہوئے، اپنے گھر پہنچے اور وہ ''نقش'' لٹکا دیا اس طرح اللہ نے رحیم بھائی کی نادانی کو سبب بنایا جس کی وجہ سے نہ صرف رحیم بھائی کا مکان یا شاہپور کا ایک محلہ بلکہ پورے شہر کی وبا ٹل جانے کی صورت پیدا ہو گئی، شہر احمد آباد سے ہیضہ کی وبا دور ہو گئی۔

قدرت چاہتی تھی کہ ہیضے سے سیکڑوں جانیں تلف ہو جائیں اس لیے حضرتؒ بھی سر تسلیم جھکائے رہے۔ مگر ایسی صورت بہت کم پیش آتی ہے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی کرامت سے بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔ ولی اللہ اللہ میں گم ہونے کی وجہ سے اللہ کی صفات کا مظہر بن جاتے ہیں۔ اس لیے ہر وقت کوئی کرشمہ صادر ہو جانا عین ممکن ہے۔

☆ آپ ﷺ ہمارے مسیحا ہیں

سورت کے رہنے والے ایک صاحب "نور میاں دولہا" کے نام مشہور ہیں۔ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اُنہیں "چیچک" کا حملہ ہوا، جس کا اثر نور میاں کی آنکھ پر بھی ہوا۔ یہاں تک کہ آنکھ سے "پیپ" بہنے لگا اور آنکھ باہر نکل آئی۔ بظاہر اُس کا کوئی علاج نہیں تھا کہ آنکھ نکال دی جاتی۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کی رائے قطعاً یہی تھی کہ آنکھ نکال دی جائے۔ مگر ماں نہیں چاہتی تھی کہ بیٹا بغیر آنکھ کا ہو جائے۔ بڑی اُمید اور حسرت و ارمان لیے ہوئے اُپنے بیٹے کو لے کر آپنے شیخ خواجہ فریدالدین چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا اور عرض کیا: "آپؒ ہمارے مسیحا ہیں، میں اُس وقت تک آستانہ چھوڑ کر نہیں جاؤنگی جب تک میرے بچے کی آنکھ ٹھیک نہ ہو جائے" آپؒ نے فرمایا: یہ آنکھ بہت ناکارہ ہوگئی ہے" اِس پر ماں نے عرض کیا: "بیکار ہوگئی ہو، یا جو کچھ ہوئی ہو میں جانتی ہوں، اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ میرے "فریدؒ" کی قوت سے باہر نہیں ہے، باوا! میرا ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی ایک آنکھ بغیر کا ہو جائے؟ یہ آپؒ کی بزرگی کی توہین ہے۔ اللہ والے دردمند کا دل نہیں توڑتے۔ یہ سن کر حضرت صاحبؒ نے تبسم فرمایا، اور نور میاں کی آنکھ کو اندر دھکیل کر اپنا لعاب لگا دیا، اللہ کے فضل و کرم سے آنکھ اچھی ہوگئی دیکھنے والے ڈاکٹر لوگ عش عش کر اُٹھے اِس طرح کے واقعات روزانہ ہوا کرتے ہیں۔

☆ گویائی سلب ہونا

اسمٰعیل بیگ محمد بمبئی کے بڑے رئیس تھے اور کافی مالدار آدمی تھے

اِنتقال کے بعد اُن کے بھتیجے ابوبکر نے تمام جائیداد اور تجارت پر قبضہ جمالیا۔ اسمٰعیل بیگ محمد کے فرزند کم سن تھے۔ اِس لیے ابوبکر نے فائدہ اٹھایا۔ بیوہ چچی آمنہ بائی کے ساتھ بڑی گستاخی اور سختی سے پیش آیا کرتا تھا۔ آمنہ بائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بھتیجے کی شکایت کی کہ اِس کی زبان درازی سے خودکشی کرنے کو جی چاہتا ہے ایک تو حق مار کر کھا رہا ہے اوپر سے بُرا برتاؤ کرتا ہے جو برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ حضرتؒ نے ابوبکر کو تاکید کی کہ اپنی چچی کا احترام کرے اور ادب سے گفتگو کیا کرے، اگر خلاف ورزی کی تو یاد رکھ! گویائی سلب کر لونگا، اور تو گونگا ہو کر رہ جائیگا، چند روز تک ابوبکر عمدگی کے ساتھ چچی سے گفتگو کرتا رہا مگر ایک دِن پھر ایسا آیا کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ کی تاکید کو فراموش کر بیٹھا۔ حضرت صاحبؒ احمد آباد میں تشریف رکھتے تھے، ابوبکر کی گستاخی کا اِنکشاف آپؒ پر ہو رہا تھا۔ جیسے ہی ابوبکر نے اپنی چچی آمنہ بائی سے سخت کلامی شروع کی ویسے ہی یکایک ابوبکر کی زبان گنگ ہو گئی، مہینوں تک گویائی سے محروم رہا۔ آخر آمنہ بائی کی سفارش سے حضرت صاحبؒ نے اسے معاف فرمایا۔ بعد میں گویائی واپس ہوئی۔

☆ کاروبار کو نقصان سے بچانا

سورت کے رہنے والے حاجی فتح محمد زری والے زری کے بڑے بیوپاری تھے احمد آباد کے ایک بیوپاری نے مال تیار کرنے کے لیے بہت بڑا آرڈر دیا تھا۔ مال بنا کر بیوپاری کو پہنچا دیا گیا۔ جب فتح محمد صاحب اِس بیوپاری کے پاس رقم لینے کے لیے گئے تب اس بیوپاری نے رقم ادا کرنے کے بجائے

مال واپس کر کے کہا کہ یہ ناقص ہے۔ اس لیے اپنا مال لے جاؤ، فتح محمد یہ سن کر کرسنانے میں آگئے۔ اور وہاں سے سیدھے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے، حضرت صاحبؒ نے قصہ سن کر فرمایا: ''تم پہلے میرے پاس حاضر ہونے کے بجائے بیوپاری کے پاس گئے نا!'' فتح محمد نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، تب آپؒ نے فرمایا: ''آج میرے پاس رہو کل صبح پھر اس بیوپاری کے پاس جا کر اپنا مال طلب کرو!'' حسب ارشاد فتح محمد اس بیوپاری کے پاس گئے، اور اپنا مال واپس کرنے کے لئے کہا، لیکن خدا جانے کیا بات واقع ہوئی کہ اس بیوپاری نے فتح محمد سے کہا ''یہ مال آپ کو واپس نہیں کیا جائیگا'' بلکہ اس کی قیمت لے جائیے۔ فتح محمد نے کہا: ''یہ ناقص مال تم کیا کرو گے میرا ہے مجھے واپس کر دو میں پیسے نہیں چاہتا مال چاہتا ہوں'' اس بیوپاری نے بڑی عاجزی کے ساتھ کہا: ''سیٹھ صاحب! گزری ہوئی بات بھول جائیے۔'' آپ کو آپ کا مال واپس نہیں کرونگا!'' اس کی قیمت پیش کی اور کہا، اب جس قدر مال آپ نے بنایا تھا اس سے دُگنا مال بنانے کا میری طرف سے آرڈر لے جائیے۔ فتح محمد اپنے دل میں پیر کی کرشمہ سازی پر خوش ہو رہے تھے۔ اور خیال کیا کہ اپنی طرف سے دو سو روپیہ بطور نذر آپؒ کی خدمت میں پیش کرونگا، یہ تمام حالات اپنے بڑے بھائی کو خط میں لکھ کر دو سو روپیہ نذر کرنے کی اجازت چاہی۔

بڑے بھائی نے جواب میں ایک سو روپیہ نذر کرنے کی اجازت دی۔ فتح محمد کو بڑے بھائی کی یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے اپنی منشا کے مطابق دو سو روپیہ نظر پیش کئے۔ آپؒ نے دو سو میں سے ایک سو روپیہ لیتے ہوئے فرمایا، اپنے

بڑے بھائی کی بات کو نظر انداز کرنا اچھی بات نہیں۔ شیخ محمد عرض و معروض بہت کرتے رہے مگر آپ حضرتؒ نے ایک پیسہ بھی زیادہ لینا مناسب خیال نہیں فرمایا۔

☆ کسرِ نفسی

حضرت صاحبؒ کی کسرِ نفسی کا یہ حال تھا کہ جہاں جگہ مل جاتی وہاں بیٹھ جاتے عاجزی کا مادّہ اِس حد تک تھا، کہ کسی کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے تامل نہیں فرماتے تھے۔ اِخلاق، انسانیت، آپؒ کی فطرت بن چکی تھی۔ آپ جن جن باتوں کے پابند تھے وہ سب باتیں اپنے متعلقین میں بھی کوشش فرماتے، بازار سے چلتے پھرتے یا کسی کھلے مقام پر کھانے پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ آپؒ کے ایک مرید فخر الدین فریدی نے چمپا مسجد کے سامنے بیٹھ کر چاند میاں صاحب کو چانپیں کھلائی آپؒ نے یہ سنکر فریدی کو تنبیہ کی کہ "جب تمہارا یا میرا گھر موجود تھا تو پھر اِس طرح سڑک پر چانپ کھانا کھلانا آوارہ لوگوں کا کام ہے۔ شریفوں کا نہیں۔"

☆ تم میں بچے کو لالچ سکھا رہے ہو؟

آپ ہر کسی قسم کا صلہ قبول کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، حاجی یوسف قلعدار اچانک کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ اپنے پیر کی خدمت میں بمبئی سے احمد آباد آئے۔ حضرتؒ آرام فرما رہے تھے۔ آپؒ کے کمسن صاحبزادے نصیر میاں صاحبؒ باہر دالان میں کھیل رہے تھے، یوسف بھائی نے صاحبزادے صاحبؒ کو اپنا ماجرا سنایا اور عرض کیا باوا دُعا کرو میری مشکل حل ہو جائے، صاحبزادے صاحبؒ نے فرمایا، "اگر تیرا کام بن جائے تو میرے لئے چھوٹی موٹر بھیجے گا؟" یوسف صاحب نے بھیجنے کا وعدہ کیا اور بمبئی روانہ ہو گئے۔ بمبئی

دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان پر جو مصیبت آئی ہوئی تھی وہ رفع ہوگئی۔ یوسف بھائی نے حسب وعدہ موٹر خرید کر احمد آباد روانہ کی۔ حضرت صاحبؒ نے اسی وقت تار کر کے یوسف بھائی کو احمد آباد بلوایا اور موٹر بھیجنے کی وجہ دریافت کی یوسف بھائی تم میرے بچے کو لالچ سکھا رہے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرا بچہ معاوضہ لیا کرے، تمہاری یہ حرکت بہت نازیبا ہے۔ تم اپنی موٹر لے جاؤ، اسکی یہاں حاجت نہیں۔ بعد میں اپنے صاحبزادے سے دریافت فرمایا: ”تم نے اس کا کام بنانے کے لیے موٹر مانگی تھی“ معصوم صاحبزادے نے خوفزدہ ہو کر کہا: ”میں نے کھیلنے کی موٹر مانگی تھی یہ نہیں“ آپ حضرتؒ نے فرمایا: ”کھیلنے کی ہو یا یہ کام کرنے کا معاوضہ لینا اپنی شان کے خلاف ہے“ یوسف بھائی نے بہت آہ وزاری اور منت سماجت کی اور کہا بھول میری ہوئی ہے۔ میں خطاوار ہوں آپؒ اپنے کرم سے مجھے معاف فرمادیں اور اس پیشکش کو قبول فرمالیں، آئندہ اس قسم کی حرکت سرزد نہ ہوگی۔ ایک طرف اپنے صاحبزادے کی حضرتؒ نے تربیت کی اور دوسری طرف اپنے مرید کو صحیح طریقہ کار سے آگاہ فرمایا، بروقت کسی برائی کو منع کرنے اور صحیح راستہ بتانے کا بہت اچھا اثر ہوا کرتا ہے۔

☆جھوٹ سے اللہ ناراض ہوتا ہے

آپ ”ڈوس“ ضلع سورت میں تشریف فرما تھے، اپنے مرید داوا بھائی کو یہ حکم فرمایا تھا کہ روزانہ فالسے خرید کر لایا کریں۔ یہ ذرا کمسن تھے ایک روز داوا بھائی کھیل میں مصروف ہو کر فالسے لانا بھول گے۔ اور حضرت صاحب کے سامنے یہ بات بنائی کہ آج بازار میں فالسے نہیں تھے۔ آپؒ نے اپنا دست

شفقت اُن کی پشت پر پھیرتے ہوئے فرمایا: جھوٹ سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اور اُن کی ناراضگی سے عذاب میں مبتلا ہونا ضروری ہے۔ اور دنیا میں اعتبار باقی نہیں رہتا۔ اس طرح ایک جھوٹ سے دنیا اور آخرت کو بگاڑ لینا اچھا نہیں۔ تم کھیلتے رہے اور فالسے بازار میں نہ ملنے کی غلط بات کہی۔ تو احتیاط کرو تاکہ تمہاری دین اور عاقبت پر دھبہ آنے نہ پائے۔ آپؒ کی اس نصیحت نے اپنا پورا پورا اثر دکھایا۔ اب واوا بھائی جھوٹ سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ حضرتؒ کا اصول اپنی جگہ اتنا اٹل تھا، کہ پہلے تو آپؒ کی خوش بیانی اور دوسرے آپؒ کی ولایت کا اثر دونوں ملا کر ہر شخص کو بہت آسانی کے ساتھ برائی سے دور رکھا کرتے تھے۔

☆ وعدہ وفا کرنا

کوئی کام کرنے کے لئے وعدہ کر لینا سب کو آتا ہے مگر وعدے کو پورا کرنا بہت مشکل ہے، عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے، کہ اسی فی صد (۸۰) لوگ وعدہ کر کے بھول جاتے ہیں یا ٹال دیتے ہیں۔ مگر حضرت صاحبؒ کے پاس اپنے کیے ہوئے وعدے کی بڑی اہمیت تھی۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؒ نے کسی کو زبان دی ہو اور وہ بات پوری نہ فرمائی ہو۔ زندگی میں اپنے وعدے کو پورا کر لینا اُنکے لئے جس قدر سہل تھا اتنا ہی وصال کر جانے کے بعد بھی آپؒ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا ہے بہ زمانہ حیات کیے ہوئے وعدے کی تکمیل بعد از وصال اس طرح پیش آئی۔

☆ سعادت اللہ! ہم جو موجود ہیں؟

منشی سعادت اللہ بن عظمت اللہ ساکن بھروچ کی تمام زندگی حضرت کے زیر سایہ بسر ہوئی اور حضرتؒ بھی اُن پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک

مرتبہ سعادت اللہ حضرتؒ کی پیشی میں حاضر تھے اور سامنے دوات قلم اور کاغذ رکھا ہوا تھا۔ سعادت اللہ نے عرض کیا: "حضورؒ! مجھے ایک نقش عنایت فرمائیں" آپ نے سوال کیا: کیوں؟ سعادت اللہ نے عرض کی: "حضور! ناگہانی سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں" آپؒ نے فرمایا: سعادت اللہ! ہم جو موجود ہیں؟ سعادت اللہ نے عرض کی" گویا حضورؒ میری حفاظت کا وعدہ فرما رہے ہیں!" آپ حضور نے فرمایا: "اِنشاء اللہ فقیر وعدہ پورا کریگا!" سعادت اللہ پر جب کبھی برا وقت آیا آپؒ نے اُسے دور فرمایا۔ خواہ سعادت اللہ احمد آباد میں رہیں ہوں یا بھروچ میں۔ یونہی سعادت اللہ پر برا وقت آتا رہا اور ٹلتا بھی رہا۔ ایک مرتبہ سعادت اللہ بھروچ گئے اور بیمار ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنے دِل میں کہا اَب تو بزرگانِ دین کو بھی اپنی بات کا پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر بعد سعادت اللہ پر غنودگی طاری ہوئی۔ اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت صاحبؒ چاند میں بیٹھے ہوئے وہاں تشریف لائے اور اُن کو مخاطب ہو کر فرمایا: سعادت اللہ! فرید کو تو نے اِتنا چھوٹا سمجھا جو اپنی بات بھول جائے، دیکھ! ہم آئے اور ہم کو اپنی زبان کا پاس ہے۔ اُٹھ! تجھے کچھ نہیں ہوا ہے، سعادت اللہ کے منہ پر ایک پھونک لگائی اور غائب ہو گئے، وہ اِس طرح اُٹھ کر بیٹھ گئے جیسے کچھ بیماری نہیں تھے۔

☆آج کھیلونگی ہولی پیا کے سنگ

آج کے دور میں مولویوں کی اِتنی بہتات ہے کہ شمار کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اِن میں جو کٹر قسم کے مولوی ہوتے ہیں وہ اپنے علم کا اِظہار اِس طرح کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد، اور اتفاق، برباد ہو کر آپس میں جنگ وجدل شروع ہو

جائے۔ اُن کی تقریروں میں ہر وقت اسی بات پر زور دیا جاتا ہے کہ پھول چڑھانا اور عرس کرنا بدعت ہے اور عرس میں گانا بجانا کفر ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآنِ پاک کی آیتوں اور حدیث کو کام میں لایا جاتا ہے۔ جس سے کچھ لوگ اُن کے طرف دار ہو جاتے ہیں اور کچھ اُن کے خلاف۔ نتیجہ میں یہ دونوں گروہ ٹکرا کر خون بہاتے ہیں۔ یہاں بھی احمد آباد میں جادرے کے ایک کٹر مولوی صاحب اسی قسم کی وعظ کر رہے تھے، اِس درمیان اِن کو معلوم ہوا کہ شاہپور میں ایک عرس ہونے والا ہے جس میں رات بھر نہ صرف مرد بلکہ طوائف کا گانا ہوا کرتا ہے۔ مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ وہ اِس کو روکیں گے۔ اِس اعلان کی خبر حضرت فرید میاں صاحب" کو بھی ہوئی۔ آپ" نے فرمایا: ہم تو بزرگوں کی سُنت ادا کیا کرتے ہیں اگر مولوی صاحب اِسکو روکنا چاہتے ہیں تو وہ آئیں۔ چنانچہ محفل ہورہی تھی مولوی صاحب اپنے چند اصحاب کے ساتھ سماع خانے میں آئے۔ حضرت صاحبؒ نے آپکا استقبال کرتے ہوئے محفل میں تشریف لانے کی دعوت دی، اور لوگوں کو ہٹا کر مولوی کو اپنے بازو میں بیٹھایا۔ اتفاق سے اُس وقت دہلی کی انداز بائی گا رہی تھی۔ حضرت صاحب نے گانے والی سے فرمایا:

"آج کھیلونگی ہولی پیا کے سنگ"

شروع کرو: چنانچہ انداز بائی نے بڑے اچھے انداز سے "ہولی" گانا شروع کی

"آگ لگی ایسی تن من بھی جلا"

بند گایا جانے لگا تو حضرت صاحبؒ نے مولوی صاحب کو خاص نظروں سے دیکھا، نظر پڑتے ہی مولوی صاحب پر وجد کا عالم طاری ہوگیا۔ اِدھر تن من جلا

کی گانے والی نے تکرار شروع کی اُدھر مولوی صاحب کے تن میں سچ مچ آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک گھنٹے تک تڑپے مولوی صاحب بے ہوش اور بے خود ہو گئے۔

ایک چیخ مار کر حضرت کی گود میں اپنا سر رکھ دیا۔ آپؒ نے دونوں ہاتھوں سے اُنہیں اُٹھا کر بٹھا دیا۔ مگر مولوی صاحب بیٹھنے کے بجائے محفل سے بھاگ گئے۔ سیدھے اجمیر شریف پہنچے وہاں قلندروں میں شامل ہو گئے۔ اس طرح مولوی صاحب درویش سے ٹکرا کر خود پاش پاش ہو گئے۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ پارس کے ساتھ خود کو رگڑ کر سونا بن گئے۔

☆بمبئی کا تاجر

بمبئی سے ایک تاجر اپنے بیٹے اور بیٹی کو ساتھ لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہمیشہ برہنہ رہا کرتے تھے۔ جیسے ہی حضرت صاحبؒ مکان سے باہر تشریف فرما ہوئے تو اُن دونوں نے اپنے آپ کو باپ کے پیچھے چھپالیا۔ آپ حضرتؒ نے اپنی ہتھیلی ان دونوں کے آگے رکھ دی جیسے کہ آئینہ دیکھا جا رہا ہو۔ ہتھیلی دیکھتے ہی ان دونوں نے زور سے آواز لگائی۔

"اے محمود کے پوتے! ہم پر ظلم نہ کر ہماری محبت بہت پرانی ہے۔"

آپؒ نے فرمایا: "یہ ظلم نہیں انصاف ہے۔ محبت ہم جنس میں ہوا کرتی ہے۔ غیر جنس کے ساتھ کرنا برا ہے۔"

دونوں نے عرض کیا: "ہم پر رحم کر! اور چھوڑ دے۔"

آپؒ نے فرمایا: "یہ رحم دلی ہے کہ تجھے جلانے کے بجائے رہائی دے

رہا ہوں تو جنوں کا شہزادہ ہونے کے غرور میں اِن کو تکلیف میں مبتلا کیا، اور یہ بھول گیا کہ تجھے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔"

عرض کیا: "مجھے بری کیجئے تاکہ میں چلا جاؤں"

آپؒ نے فرمایا: "تو وعدہ کر کہ پھر کبھی اِن لوگوں کو ضرر نہیں پہنچائیگا۔ اُس نے وعدہ کیا اور دونوں بھائی بہن کپڑے پہن کر حضرتؒ کے سامنے آئے، اِن دونوں کے پاؤں کی چھوٹی انگلی کے پاس سے ایک ایک چھپکلی نکلی اور ایک ایک سوراخ میں گھس گئی، آپؒ نے اُن پر کچھ پڑھ کر دم فرمایا: اور جانے کی اِجازت دے دی، اِس طرح بڑے بڑے کام بھی منٹوں میں بہ خیر و خوبی انجام پا جاتے ہیں۔

☆ہیراجی ہورمس جی

ایک روز آپؒ اپنے دولت کدے کے بڑے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص دور کھڑا ہوا آپؒ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ آپؒ نے اُس کو اِشارے سے نزدیک بلایا اور دریافت کیا: کیا نام ہے؟ اُس نے جواب میں کہا: ہیراجی ہورمس جی (یہ پارسی تھا) آپؒ نے سوال کیا: کیا کام کرتے ہو؟ ہیراجی نے عرض کی۔ "جی کچھ نہیں غربت میں جی رہا ہوں۔" آپؒ نے فرمایا "آیا کرو" خدا جانے "آیا کرو" لفظوں میں کیا جادو بھرا ہوا تھا، کہ بلا اِرادہ ہیراجی حضرتؒ کی خدمت میں کھنچ کر چلے آتے تھے۔ رفتہ رفتہ حاضری اِس حد تک پہنچ گئی کہ حضرتؒ کے ساتھ کھانا کھانے کا موقع مل جاتا تھا۔ ایک روز حضرتؒ نے ہیراجی سے فرمایا: ہیراجی! کب تک بیکار رہو گے، اَب کچھ دھندا بھی کرو اور شادی بھی کرلو ہیراجی نے عرض کی یہ دونوں باتیں اِس کے بس کی نہیں (امکان میں نہیں ہے) آپ

حضرتؒ نے فرمایا: گھبراتے کیوں ہو سب کچھ ہو جائیگا۔ آپؒ کے سامنے اس وقت دودھ کا بھرا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آدھا دودھ خود پینے کے بعد فرمایا: "لے یہ تو پی لے" ہیراجی بغیر سوچے سمجھے وہ باقی ماندہ دودھ پی گیا، اس دودھ کا ذائقہ کیسا تھا وہ بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں۔ اس واقعہ کے بعد ہیراجی اپنے آپ میں ایک عجب فرق محسوس کر رہے تھے۔ اُٹھتے بیٹھتے اُس کی زبان پر فرید باوا کی رٹ جاری رہتا تھا، اور جہاں جہاں پر نظر پھیرتے "فرید باوا" ہی نظر آتے تھے۔ ہیراجی کی یہ حالت دیکھ کر اس کے خاندان والے دوست احباب ہیراجی کو دیوانہ سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ ہیراجی کی انکلیشور کے رہنے والے اپنے دوست سے یا یک ملاقات ہوئی، دوست نے ہیراجی سے کہا دو روز سے تمہاری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں، اچھا ہوا آج ملاقات ہوگئی، ہیراجی نے پوچھا تم میری تلاش کس لیے کر رہے تھے؟ اس دوست نے جواب دیا، میں اپنا کاروبار کسی اور کو سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ سوچتا رہا کس کے حوالے کروں، ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل کے صاحب تمہیں ساتھ لے کر آئے اور کہا: "تم اپنا کاروبار اس شخص کے حوالے کرو اور بھروسہ رکھو یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیگا۔" نورانی شخصیت نے تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا: "ہیراجی اب سنبھال اس کاروبار سے فائدہ تو بھی اُٹھا اور مالک کو بھی اس کا حق دیا کر۔ صبح اُٹھ کر تمہاری تلاش میں گھر سے چل پڑا اور اب تم کو پا بھی لیا۔" ہیراجی نے بڑی مسرت کے ساتھ حضرتؒ کی کیفیت اُس دوست سے بیان کی اور کہا: "ایک فریدؒ ہی ایسا ہے جو میرے لیے اتنا بڑا کام کر سکتا ہے، بہر حال ہیراجی نے اس دوست کی دکان حاصل کرلی،

اور دھندہ انکلیشور سے احمد آباد منتقل کر کے کاروبار شروع کر دیا۔ کاروبار میں ترقی نصیب ہوتی گئی۔ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کہا جا سکتا ہے، تھوڑے ہی عرصہ میں ہیراجی اتنا مالدار ہو گیا کہ لوگ حسد کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ایک روز حضرتؒ کے سامنے ہیراجی بیٹھے ہوئے تھے آپؒ نے فرمایا: "ہیراجی اب تو تو مالدار ہو گیا ہے۔ کسی غریب سے شادی بھی کر لے، اور آج ہی" ہیراجی نے عرض کیا: "حضور آپؒ جو حکم دو گے وہ بہ سرو چشم بجالاؤں گا لیکن یہ حکم کہ شادی آج ہی ہو، یہ میرے بس سے اور مجھ سے باہر ہے۔ مگر آپؒ کے فیض اور تصرف سے واقف ہوں، میرا ایمان ہے شادی آج ہی نہیں ابھی ہو جائے گی۔ آپؒ نے فرمایا: ہاں! جاؤ! اللہ مبارک کرے اُس کا خیال رکھو جو عورت تم کو اپنانا چاہتی ہے اُس کا مذہب تمہاری وجہ سے بگڑنے نہ پائے، بلکہ تم اُس کے شریک ہو جاؤ، ہیراجی نے پیر پکڑ کر عرض کیا: جس روز سے آپؒ کا جھوٹا دودھ پیا ہوں اسی روز سے میرے لیے میرا نہ کوئی مذہب ہے نہ ملت، تمہارا دیوانہ ہوں، اور تمہاری محبت سب کچھ ہے، حضرت کے پاس سے اُٹھ کر ہیراجی جب اپنے گھر پہنچے تو دروازے کے سامنے ایک برقعہ پوش عورت کو کھڑے ہوئے پایا۔

☆عائشہ کی آپ بیتی

برقعہ پوش:- آپ ہیراجی ہیں؟

ہیراجی:- جی اور آپ؟

برقعہ پوش:- ایک بیکس

ہیراجی:- کیسے آنا ہوا؟

برقعہ پوش: یہ ساری باتیں سڑک پر کرنے کی نہیں، گھر چلئے سب کچھ بتادونگی، جب دونوں مکان میں داخل ہوئے تو میرا جی حیرت سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ عورت نے کہا آپ کو بیشک تعجب ہوگا کہ ایک انجان عورت آپ کے پاس چلی آئی مگر کچھ ایسے ہی حالات ہیں، کہ مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا، سنئے میں مسلمان ہوں عائشہ میرا نام ہے، ابراہیم کی بیٹی ہوں، ایک مقدس ہستی صبح میرے گھر آئی اور فرمایا: عائشہ اُٹھ اور اُبھی میرے ساتھ چل تیری بھلائی کے دن اللہ دکھانے والا ہے۔ تو جانتی ہے کہ تیرا باپ ابراہیم میرا مرید تھا، اب چل، میرے پیچھے پیچھے چلی آ! اسی طرح حضرتؒ نے مجھے تمہارے دروازے پر لاکھڑا کردیا اور مجھے تاکید فرمائی۔ گو میرا جی پارسی ہیں، اور تم مسلمان ہو، مگر اس پارسی کا طرز عمل اس کے اپنے مذہب پر باقی نہیں رہا، اس لئے کوئی خیال اور وسوسہ اور تکلیف کے بغیر تو اس کو اپنا بنالو وہ بھی تمہارا بہترین رفیق ثابت ہوگا۔ اور میں آپ کو بھی بتادینا چاہتی ہوں۔ کہ میرا باپ ایک کسان تھا، لیکن شراب کا عادی تھا، جو زمین تھی وہ پہلے گروی رکھی گئی تھی بعد میں اُس کو بھی فروخت کردینی پڑی، باپ نے اُس پیسہ سے میری شادی کردی، بقایا رقم کو عیش و عشرت میں فنا کردی، تھوڑے عرصہ کے بعد میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، باپ کے گھر لوٹنا پڑا باپ کا نہ کوئی بیوپار تھا، نہ کام تھا، نہ مزدوری تھی، بڑی سختی سے زندگی بسر ہونے لگی۔ ایک روز کسی صاحب نے دروازے پر کھڑے ہو کر میرے باپ کو پکارا اور ایک لپٹی ہوئی چیز اُن کے ہاتھ میں دے کر کہا اس سے کریانہ کا کاروبار شروع کر مگر یاد رکھ تو اپنے گناہوں سے توبہ کرچکا ہے۔ یہ کہہ کر وہ حضرتؒ جانا چاہتے تھے، میرے باپ نے اُن کے قدموں کو پکڑ کر کہا ایک منٹ کے لئے

میرے گھر میں اپنا قدم رکھیں۔ آپؒ نے میرے باپ کی خواہش پوری کی اور مکان میں تشریف لے آئے۔ میرے والد ابراہیم نے عرض کیا! وہی کروں گا جو آپؒ نے فرمایا ہے، اگر یہ میری بیٹی عائشہ جو بیوہ ہو چکی ہے، اس کو آپؒ کے سپرد کر رہا ہوں۔ عائشہ بھی پیر پکڑ کر رونے لگی، تو آپؒ نے فرمایا اللہ اچھا کرے گا، اور تشریف لے گئے، آپ حضرتؒ کے حکم کے مطابق باپ نے کریانہ کی دوکان شروع کی۔ حضرتؒ نے جو چیز دی تھی اُس میں (۶۰) ساٹھ روپیہ تھے، اس طرح نئی زندگی شروع کی گئی۔ یہ پہلی مرتبہ باوا صاحب " کو میں نے دیکھا تھا، باپ کی زندگی نے عجب پلٹا کھایا۔ جب شراب کا پیالہ منہ سے لگانا چاہتا تو خود پکار اٹھتا ابراہیم! تو گناہوں کی توبہ کر چکا ہے دیکھ وہ سامنے باوا خود کھڑے ہیں، یہ کہہ کر پیالہ پھینک دیا کرتا اور شراب پینا بالکل چھوڑ دیا، اور صوم وصلوۃ، اور اللہ اللہ میں اُن کا وقت گزرنے لگا تھوڑے عرصے کے بعد والد کی وفات ہوگئی۔ میں بالکل بے سہارا ہوگئی۔

☆عائشه کیا هوا؟

ہمارے گاؤں کا ایک شخص مجھے اس طرح گھورتا تھا، کہ اس کی نظروں سے شرارت اور شیطانیت ٹپکتی تھی۔ مجھے اس سے بڑا خوف لگ رہا تھا۔ ایک روز ہوا بھی ایسا ہی شیطان میرے گھر میں گھس آیا، اور میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا کہ یکا یک میں نے چیخ کر پکارا " باوا! میری مدد کرو! " اس چیخ کے ساتھ ہی غیب سے " خبردار " کی ایک آواز آئی، اور اس کے ہاتھ پر جیسے کسی نے لکڑی ماری ہو، وہ کمینہ ہائے! مرا! کہہ کر اپنا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر سے باہر بھاگ رہا تھا، میری چیخ کی آواز سن کر میرا پڑوسی دوڑ کر آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ شیطان اپنا

ہاتھ پکڑے ہوئے بھاگ رہا تھا۔ پڑوسی نے مجھ سے پوچھا:

عائشہ کیا ہوا؟

میں نے تمام ماجرا بیان کر دیا۔" پڑوسی غائبانہ مدد پر بڑا متعجب ہوا اور کہنے لگا:

"عائشہ! ایسے باوا کو چھوڑ دینا بیوقوفی ہے۔ کبھی باوا کے پاس مجھے بھی لے چل۔ مگر مجھے نہ نام معلوم ہے نہ آپ" کا پتہ جانتی ہوں۔ بعد میں ہر تھوڑے روز کے بعد کوئی شخص آتا اور میرے ہاتھ میں کپڑے اور کاغذ میں لپٹا ہوا کچھ دے کر کہتا کہ یہ باوا نے بھیجا ہے اور پھر غائب ہو جاتا۔ میرا یقین ہے کہ اپنے کو ظاہر کیے بغیر باوا ہی میری مدد فرماتے رہے۔ لپٹے ہوئے کاغذ یا کپڑے میں بھی پانچ، کبھی چھ روپے نکلتے تھے۔ اللہ جانے وہ پانچ چھ روپے میں کیا برکت تھی۔ کہ دوسری مرتبہ امداد آنے تک بڑی خوشحالی میں دن گزر جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آج باوا صاحبؒ نے تمہارے پاس پہنچا دیا۔ اور خود غائب ہو گئے۔ یہ تھی عائشہ کی آپ بیتی مگر عائشہ نے ہیرا جی سے دریافت کیا کہ تمام حالات سننے کے بعد کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟

☆ہیرا جی کے خیالات

ہیرا جی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔ دیوانی بی بی! تم نے جس باوا کا ذکر کیا ہے اُسی باوا کی احسان مندیوں سے میری بھی زندگی گزری ہے اور گزر رہی ہے۔ نتیجہ کیا ہو گا وہ تو سامنے ہے۔ غور کرنے یا چوں چرا کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ جب اُس باوا نے تم کو ہدایت کی ہے کہ تم مجھے اپنا بنالو تو ایسا کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں۔ شرط یہ کہ تمہیں بھی یہ پسند ہو۔ ایسی کرامت دکھانے والا میرے "فرید" کے سوا اور دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ تو میرا محسن اور

آقا ہے۔ اور میں اُس کا ایک اَدنیٰ تابعدار غلام ہوں۔ اُن کا کہا پورا ہو کر رہے گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ یہ بھی تمہیں بتادوں کہ جس طرح میرے فرید نے تمہیں آج اُنہے ساتھ یہاں پر پہنچا دیا ہے۔ وہی فرید" آج میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا باتیں کرتا رہا۔ اور مجھ سے فرمایا: "مذہب کا خیال کیے بغیر تو اُس کو اَپنالے"۔

☆میں بھی اس نکاح کا گواہ ہوں

غور کرنے کی بات ہے کہ ایک ہی وقت میں میرے ساتھ گھر میں ہے، اور تمہارے گاؤں میں بھی تو آؤ اُس کے حکم کے مطابق ہم دونوں ایک ہو جائیں۔ حضرت صاحبؒ کی فیضانِ توجہ دسرپرستی سے دونوں کا نکاح عمل میں آیا۔ جس پر حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ میں بھی اس نکاح کا گواہ ہوں۔

☆جن کا قبضہ

ہیرا جی نے حضرت فرید میاں صاحبؒ کے ایک اور کرم کی بات سنانی شروع کی۔ اَب اِس گھڑی جس گھر میں تم بیٹھی ہو اس گھر پر ایک جن کا قبضہ تھا۔ یہ مکان ہمیشہ ویران رہا کرتا تھا۔ کوئی آدمی اِس میں رہ نہیں سکتا تھا۔ ایک روز حضرت میرے جھونپڑے میں تشریف فرما ہوئے، اور فرمایا کہ "یہ مکان خرید لے" میں نے عرض کیا قبلہ! اِس مکان میں کوئی اور رہتا ہے، کیا میں اُس کے ساتھ اِس مکان میں رہ سکوں گا؟ مکان کی اِس کیفیت سے تمام لوگ واقف تھے، اِس میں رہنا تو بڑی بات ہے، اِس کے قریب سے گزرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی، میں نے مکان مالک سے مکان فروخت کرنے کے لئے بات کی جواب میں مکان مالک نے کہا جو قیمت تم دو

کے منظور ہے، میری زبان سے بے ساختہ ۹۰۰ روپے نکل گئے۔ اس پر وہ رضا مند ہوتے ہوئے بولا بسم اللہ! اُس کے بعد آپؒ نے اِس مکان کے سامنے کھڑے ہوکر فرمایا آؤ! آواز آئی "کہاں آؤں" آپؒ نے فرمایا "میرے ساتھ آؤ" آپؒ آگے بڑھے میں دیکھتا رہا، کہ ایک سایہ آپؒ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ عائشہ! یہ دومنزلہ عمارت جو ۲۰,۰۰۰ (بیس ہزار) روپیہ سے کم کی نہ ہو گی وہ میرے فریدؒ نے مجھے ۹۰۰ روپیہ میں دِلوادی، اور وہ بلا جو اِس مکان میں رہتی تھی وہ اُپنے ساتھ لے گئے، خریدنے کے بعد آج تک میں اکیلا رہا کرتا تھا، آج سے ہم دونوں اِس میں زندگی بسر کریں گے۔

بزرگوں نے فرمایا۔ "شیخ وہی ہے جو اُپنے مرید کی نہ صرف زندگی بلکہ عاقبت سنوار دے، دوسری طرف مرید کے لیے بھی یہ کہا گیا ہے کہ مرید بھی وہی سچا ہے جو اُپنے پیر کو ہر وقت حاضر و ناظر سمجھے۔ اِس کی ہر بات کو تسلیم کرے۔ اور اِس پر کسی طرح کا اعتراض نہ کرے۔ حضرت فرید میاں چشتیؒ نے بزرگوں کے اِس اِرشاد کو ثابت کر دکھایا، کہ اُپنے شرابی اور کبابی اور بدکردار مرید کی ایک دنیا سنوار دی تو دوسری طرف متقی بنا کر اُس کی عاقبت کو آراستہ فرمایا۔ اسی طرح ابراہیم نے بھی اُپنے پیر کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اُپنی بدکرداری سے دور ہوکر نیک راستہ اِختیار کرلیا۔ رُشد و ہدایت کے کیا کیا طریقے ہوتے ہیں۔

☆پیر کی غائبانہ نوازش

سورت میں زری والا ایک خاندان مشہور ہے۔ اِس خاندان کے لوگوں کو احمد آباد کی اِس چشتیہ گدی سے نسل بہ نسل تعلق رہا ہے۔ سجادہ وقت خواجہ

محمود میاں چشتیؒ اور آپؒ کے بعد خواجہ فرید میاں چشتیؒ سے اس زری والے خاندان کا ایک فرد بہ حیثیت مرید منسوب رہا ہے۔ اور ان پیرانِ عظام کا بزرگانہ لطف و کرم ہمیشہ اُن پر جاری رہا ہے، یہ لوگ اِس گدی کے خدمت گزاروں میں خاص حیثیت رکھتے ہیں۔

نور محمد کے بیٹے محمد عُرف داوا بھائی کو بھی حضرتؒ کے خاص خدمت گزار ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حتیٰ کہ حضرتؒ نے داوا بھائی کو حافظِ کلام اللہ ہونے کی اور اپنے خلیفہ ہونے کی عزت عطا فرمائی۔ اِس مولف کی نظر سے خلافت نامہ گزرا ہے۔ حافظ محمد داوا بھائی اپنے شیخ زادے کی عنایت ہیں۔ کچھ عرصہ کا واقعہ ہے کہ داوا بھائی کی بصارت یکا یک زائل ہوگئی۔ آپؒ کے شیخ حضرت فرید میاںؒ نے بشارت دی کہ داوا! سورہ "ق" کی

آیت: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔

پڑھ کر اپنی آنکھوں پر دم کیا کر اللہ کے فضل و کرم اور اپنے پیر کی غائبانہ نوازش سے اُن کو بصارت فوراً مل گئی۔ داوا بھائی کا زیادہ وقت اپنے شیخ زادے کی خدمت میں بسر ہوتا ہے۔

☆شیخ وخلیفہ کی قدرومنزلت

انگریزی تعلیم اور سائنس کی روشنی پھیلنے سے پہلے آدھی صدی کی بات یہ ہے کہ میل جول، لحاظ، مروت، حیا، شرم، آداب و قدر کا عام طور پر ایک خاص برتاؤ تھا لیکن آج یہ تمام باتیں مٹتی جا رہی ہیں۔ خلیفہ اِس زمانے میں چاہتا ہے کہ اپنے پیر پر سبقت لے جائے۔ اور اگر پیر سے مقابل ہونے کا

موقع اتفاقاً مل جائے تو وہ اپنے شیخ کو شیخ نہیں سمجھتے بلکہ ایک برابر والے کے ساتھ جس طرح ملتے ہیں اُسی طرح کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے شیخ بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ خلیفہ کسی خاص توجہ آؤ بھگت کا خیال کرے۔ شیخ وخلیفہ کی قدر ومنزلت کا پتہ حسب ذیل واقعہ سے چلتا ہے۔

☆حاضری سجادہ نشین تونسہ شریف

تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب کے سجادہ نشین حافظ محمد موسیٰ صاحب ؒ جو حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے۔ وہ ایک وقت حضرت قبلہ خواجۂ خواجگان خواجہ فرید میاں صاحبؒ کی قدم بوسی کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے۔ حافظ صاحب قبلہ کے ہمراہ اُن کے مریدین حاجی رجب بھائی عبدالرحمان، حاجی محمد حسین فقیر محمد منشی، وغیرہ ساکن احمد آباد بھی حاضر خدمت ہوئے، خود حافظ موسیٰ صاحب بھی ایک بہت بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ اور کافی تعداد میں لوگ اُن کے مرید تھے۔ مگر جب حضور اقدس فرید میاںؒ کی خدمت میں پہنچے تب مؤدبانہ انتہائی خلوص کے ساتھ عاجزانہ طور پر قدم بوس ہوئے۔ چونکہ آپؒ کو فرید میاںؒ نے گلے لگالیا، اور شام کے کھانے کی دعوت دی باورچی کو پچاس اشخاص کا کھانا بنانے کا حکم دیا۔

☆"تیس ہزار کو یہ کھانا پورا ہوسکتا ہے"

لیکن کھانا کھانے کا وقت آنے تک جو جو شخص آپؒ سے ملنے آتا گیا، آپؒ اُس کو کھانے کی دعوت دیتے رہے۔ رات کو جب دسترخوان بچھایا گیا تو انتظام کرنے والے آدمیوں کی تعداد دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ (۳۰۰) تین سو

آدمیوں کو پچاس آدمی کا کھانا کیسے پورا کیا جائے؟۔ حضرت فرید میاںؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا آپؒ نے یہ سن کر خود کھانے کے برتن کے پاس کھڑے ہوکر، کفگیر سے ایک کفگیر کھانا نکالا اور پھر اُس برتن کے منہ پر ایک کپڑا ڈھانپ دیا۔ فرمایا: کہ دیکھے بغیر نکالتے جاؤ۔ اس طرح تین سو نہیں تیس ہزار کو یہ کھانا پورا ہوسکتا ہے۔ تین سو آدمیوں کے کھانا کھانے کے بعد بھی کھانا بچا رہا، جو محلے والوں میں تقسیم کیا گیا۔

☆شیخین بھی سر جھکاتے ھیں

حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ نے اپنے مریدوں حاجی رجب بھائی، محمد حسین وغیرہ کو مخاطب ہوکر تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تم تمام لوگ یہاں (اس آستانہ کی) حاضری دیا کرو۔ "یہ وہ آستانہ ہے جہاں تمہارے شیخین بھی سر جھکایا کرتے ہیں"۔ یہ وضاحت کر دینا مناسب ہے کہ حضرت فرید میاں چشتیؒ کے آٹھویں دادا حضرت دادا حضرت شیخ یحییٰ قطب المدنیؒ کے سلسلے میں ایک خلیفہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ سے جو خلافتی شاخیں پھیلی ہیں، اُس میں ایک جلیل القدر ہستی حضرت مولانا فخر صاحبؒ کی تھی، اور آپؒ کے بزرگ خلیفہ حضرت نور محمد مہارویؒ تھے۔ حضرت نور محمد مہارویؒ کے خلیفۂ اکبر حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ تھے۔ اُس سلیمانی خانقاہ کے سجادہ نشین اُس وقت حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ تھے، خود سجادہ تھے اور بڑے پائے کے بزرگ ہونے کے باوجود اپنے مشائخ زادے کا وہ آداب بجا لائے اور احترام کیا جیسے کہ شیخ المشائخ کا ہونا چاہیے۔ خود شیخ نے بھی توجہ فرمائی جو ایک بزرگ سلسلہ کی ہونی چاہیے۔

کوئی غیر آدمی آپس کے برتاؤ دیکھ کر سمجھ نہ سکتا تھا کہ ان دونوں سجادوں میں ممتاز کون ہے۔ یہ طریقہ ایک روز کا نہیں بلکہ جس جس خلفاء کی شاخ کے اس وقت سجادے تھے اُن سب کا شیوہ یہی رہا ہے۔

اس زمانے میں خلیفہ، پیر کی عظمت واحترام کو خاطر میں لانا ہی بھول گیا ہے۔ اسی لیے پیر بھی اُس خلیفہ کی طرف کوئی توجہ کی نگاہ نہیں کرتے۔ ایک بیگانگی دونوں کے درمیان حائل رہتی ہے۔ یہ روشن زمانہ ہے جس کے یہ آداب ہیں اور ایک ماضی کا زمانہ تھا جسکا حال آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں۔

☆یتیم خانہ کا قیام

حضرتِ والا کو مشیخت کے کام ہی سے اِتنا وقت نہیں ملتا تھا جو اور طرف دھیان لگا سکتے، لیکن وقت اور فرصت کی مجبوری ہونے کے باوجود آپؒ نے اُپنے فطری رحم کے پیشِ نظر یتیموں کے معاملات کو بھی نظر انداز نہ فرمایا۔ احمد آباد میں ایک یتیم خانہ قائم ہوا جسکا نام سلطان احمد یتیم خانہ رکھا گیا۔ اِس یتیم خانہ کے امور کی اَنجام دہی کے لئے مجلس منتظمہ (مینجنگ بورڈ) ۱۹۱۰ء میں پہلی مرتبہ قائم ہوئی۔ لوگوں کے اصرار پر آپؒ نے اِس بورڈ کی صدارت قبول فرمائی۔ سجادگی کے رواج کے مطابق آپؒ بغیر جلوس کے احمد آباد شہر پناہ کے اندرونی حصوں میں تشریف نہیں لے جاسکتے تھے، اِس لیے مجلس کا اِنتظام حضرتِ والاؒ کے دولت کدہ پر ہوا کرتا تھا۔ یتیموں کی ضرورت پر ازحد توجہ فرماتے تھے۔ اگر یتیموں کا واسطہ نہ ہوتا تو آپؒ کسی اور مجلس کی صدارت قبول نہ فرماتے۔

☆☆ دکن میں قیام

گجرات اور اُس کے اَطراف حضرتؒ کے مرید اِس قدر تھے کہ شمار کرنا مشکل ہے۔ علاوہ ازیں ۱۳۲۲ھ کے ماہِ محرم میں آپ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ ماہِ محرم سے ماہِ جمادی الاول تک یعنی پانچ ماہ آپؒ کا قیام رہا۔ یہاں بھی بڑی تعداد آپؒ کے مریدوں کی تھی۔ غریبوں، یتیموں، کے علاوہ بڑے بڑے جاگیردار، اُمرا، روٴسا، بھی وابستہ تھے، جیسے محمود نواز جنگ، شہزور جنگ، رحمان یار جنگ، نصرت جنگ، واجد نواز جنگ، ناصر نواز الدولہ، سلطان الحکم، امام جنگ، محل مسلم جنگ، افسر الملک، مجید الدولہ، بہادر جنگ، شافی نواز جنگ، رسول یار جنگ، وغیرہ۔ پانچ ماہ کے قیام کے دوران بلا ناغہ ایک ایک گھر میں آپؒ کی دعوت ہوتی رہی، ایک ماہ پہلے سے نظامِ عمل تیار ہو جاتا تھا۔ اُسی پروگرام کے مطابق آپؒ ہر روز تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پانچ مہینہ یعنی ۱۵۰ دن اِسی مصروفیت میں گزر گئے۔ دوسرے معنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی کو اعتراض کا موقعہ دیے بغیر آپؒ ہر شخص کے گھر مہمان رہے۔

☆ حاضری مزار حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

حیدرآباد سے واپس ہونے کے وقت گلبرگہ شریف میں سید محمد حسینی بندہ نواز المعروف گیسو درازؒ کے مزار پر حاضری دی۔ حضرت گیسو درازؒ، مخدوم عالم حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ، کے بہت چہیتے مرید اور خلیفہ تھے۔ بندہ نواز کی ہستی اِس قدر مشہور و معروف ہے کہ بہت سی تاریخی کتب میں آپؒ

کے حالات درج ہیں۔ گلبرگہ سے آپؒ شولا پور ہوتے ہوئے واپس احمد آباد تشریف لے آئے۔ شولا پور میں بھی ایک بڑی تعداد آپؒ کی مرید ہوئے۔

☆حضرت ﷫قبلہ کی شادی

حضرت قبلہ کی شادی آپؒ کی چچازاد بہن بی بی مائی صاحبہ بنتِ علم الدین سے ہوئی۔ جن کے بطن سے آپؒ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت صاحبؒ نے نور بی بی صاحبہ سے عقدِ ثانی فرمایا۔ دوسری بیوی کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت بی بی مائی صاحبہ دُنیا سے بہت دور اور اپنے رب سے بہت قریب تھیں۔ رات دِن اللہ اللہ میں گزارتی تھیں۔ آپؒ کے گھر کا اِنتظام بعض وقت جنات کیا کرتے تھے۔ آپؒ کی زبان بڑی پُر تاثیر تھی۔ آپؒ کی زبان سے جو نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا۔

☆اولادِ امجاد

حضرت فرید میاں چشتیؒ کو حضرت نور بی بی صاحبہؒ سے جو اولاد ہوئی اُس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) پہلے آپؒ کو دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ (۲) بعد میں دو صاحبزادے ہوئے۔ (۳) بعد میں بھی ایک صاحبزادی ہوئی۔ پہلی صاحبزادی آمنہ بی بی (مرحومہ) سیّد میاں حسین میاں وکیل سے بیاہی گئی تھیں۔ (۱) آمنہ بی بی کی ایک لڑکی زینب بی بی عرف (نطو ماں) کی شادی اکبر حسین بن دیوان جی میاں کے ساتھ ہوئی۔ اکبر حسین سید ہیں۔ اور گریجویٹ ہیں، آپؒ حال ہی میں انکم ٹیکس اِنسپکٹر کے اعزازی عہدہ سے فارغ ہوئے ہیں۔ (۲) حضرت صاحب کی دوسری

صاحبزادی عائشہ بی بی کا عقد سیّد بدرالدین قمرالدین وظیفہ دار سے ہوا۔ عائشہ بی بی کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔ بدرالدین صاحب کو حضرت والا" کے خاندان سے کیا تعلق ہے اس کی مکمل تشریح آگے آئے گی (۳) صاحبزادہ خواجہ نصیر الدین چشتی" (۴) صاحبزادہ خواجہ کمال الدین چشتی" اور (۵) پانچویں صاحبزادی کلثوم، جو ڈاکٹر غلام محی الدین حسین الدین ناگا میاں کی منکوحہ ہیں۔ آپ" ویٹرنری ڈاکٹر تھے۔ اور ڈاکٹر ناگا میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ امریکہ جاکر آپ" نے ایم ایس کی ڈگری حاصل کی۔ وہاں سے آنے کے بعد بمبئی کی ویٹرنری کالج میں ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ رہے بعد وہ اسی عہدہ سے فارغ ہوئے۔

☆ناگا باپو

ناگا میاں کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے کوئی بزرگ (دادا) ہمیشہ برہنہ رہا کرتے تھے۔ صرف اِتنا کپڑے کا ٹکڑا باندھا کرتے تھے کہ ستر ڈھک جائے۔ لوگوں نے حکومت سے ان کی برہنہ رہنے کی شکایت کی۔ حاکم نے آپ" سے لباس نہ پہننے کی نسبت دریافت کیا تو آپ" نے کہا: اللہ کی یہی مرضی ہے۔ حکومت کی طرف سے لباس سلوا کر آپ" کو پہنایا گیا تو یکا یک جسم پر پورا لباس جل گیا، آپ" برہنہ ہو گئے یہ کیفیت دیکھ کر حکومت اور عوام نے اُن کو، اُنکے حال پر چھوڑ دیا بلکہ برٹش حکومت کی طرف سے اُن کے نام ماہانہ وظیفہ جاری ہو گیا۔ آج بھی اُن کے مکان کا نام جو بھروچ میں ہے، "ناگا میاں کے ڈیلے" (کمپاؤنڈ) سے موسوم ہے۔ یہی لفظ ناگا میاں اِس خاندان کی کنیت قرار پائی۔ کلثوم بی بی کے ایک صاحبزادے رفیق الدین ناگا میاں اور دو صاحبزادیاں صالحہ

بیگم اور شاہدہ بانو ہیں۔ صالحہ بیگم مظہر حسین بن محبوب میاں بن احمد میاں فاروقی سے بیاہی گئی ہیں۔ شاہدہ بانو کا عقد بڑودے کے صادق حسین سے ہوا ہے۔

حضرت کے دوسرے صاحبزادے خواجہ کمال الدین چشتیؒ کی شادی بی بی زیب النساء بنت میر صاحب میاں نڑیاد والے سے ہوئی۔ مگر ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپؒ صاحبہ انتقال فرما گئیں۔ بعد میں حضرت کمال الدین چشتیؒ کا عقد حسین الدین ناگا میاں بھروچی کی صاحبزادی حاجی بیگم سے ہوا، ان کے بطن سے تین (۳) صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

(۱) برہان الدین (۲) فخر الدین (۳) حسام الدین (۴) ثریا بیگم (۵) ساجدہ بیگم (۶) نزہت بیگم۔ صاحبزادے برہان الدین کی شادی امیر الدینؒ چشتی ساکن شاہپور احمد آباد کی دُختر صابرہ بیگم سے ہوئی یہ صاحبزادے بھی صاحب اولاد ہیں۔ دوسرے صاحبزادے فخر الدین کی شادی سید وارث علی کی دختر سے ہوئی ہے۔ اور ثریا بیگم سورت کے رفاعی سلسلہ میں بڑی گدی والے خاندان میں بیاہی گئی ہے۔

☆خلفاء کے حالات

جہاں تک حضرت فرید میاں "قبلہ کے خلفاء کے حالات فراہم ہو سکے وہ ذیل میں درج ہیں۔

حافظ غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ **سوجنی والے** کو حضرت سے ارادت اور خلافت حاصل تھی۔ حافظ صاحب کے آباد اجداد کو اِس سلسلے کے بزرگوں سے نسبت اور تعلق رہا ہے، اِسی تعلق کی وجہ سے حافظ صاحب کو بھی

خلافت سرفراز فرمائی گئی۔ اِن کے بعد بھی اِن کے عزیز و اقارب اور موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ کو بھی خلافت عطا فرمائی ہے۔

دوسرے خلیفہ قمر الدین عرفِ چاند میاں صاحبؒ

آپؒ کی پوری زندگی حضرت فرید میاں چشتیؒ کے زیرِ سایہ بسر ہوئی، ہر قسم کی تعلیم اور تربیت سے آپؒ حضرت نے انہیں آراستہ فرمایا۔ چاند میاں صاحب سے قبلہ حضرت کو اِتنا پیار اور خلوص تھا، کہ ہر دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ آپؒ حضرت قبلہؒ کے صاحبزادے ہیں، یہ تو حضرت کے طور و طریق اور عنایت و مہربانی کا اِنتہائی کمال تھا۔ آپؒ حضور نے اُن کی پرورش اِس طرح کی جیسے خود اپنی اولاد کی، اِسی نوازش کا طفیل تھا کہ خاندان والے اور حضرت کے مرید بھی آپؒ کو "بڑے بھائی" سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ چاند میاںؒ زندگی بھر حضرت کے دامنِ دولت سے وابستہ رہے۔

حضرت محمد عرف واوا بھائیؒ

سورت کے زری والا خاندان کے محمد عُرف واوا بھائی احمد نصیر والے نے حضرت فرید میاںؒ سے خلافت پائی ہیں۔ سیّد محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ کی اولاد کے ایک فرد شاہ نعیم اللہ حسینی صاحب ساکن حیدرآباد دکن اُپنے پیر شاہ کریم اللہ عاشق کے خلیفہ حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ کے حکم کی بنا پر احمد آباد حاضر ہو کر فرید میاں چشتیؒ سے تجدیدِ بیعت کی، اور خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

حضرت عاشقؒ خود عظیم بزرگ تھے، حضرت نعیم اللہ صاحب نے عاشق صاحبؒ سے بہت کچھ پایا، اور حضرت فرید میاں صاحب چشتیؒ کی نظرِ فیض نے اور کا

مِل بنا دیا۔ حیدرآباد میں اِنکے بہت سے مرید ہیں۔ اور اَب تک آپ کا سلسلہ بھی جاری ہے موجودہ جانشین عارف اللہ چشتی" ہیں۔ مولوی سید خیرالحسین صاحب حیدرآبادی جو بڑے عالم اور محدث تھے، انہیں بھی حضرت فرید میاں چشتی" سے خلافت کا فخر حاصل تھا۔ آپ" اِس دِل نشین پیرائے میں واعظ فرماتے تھے کہ سامعین پر ایک رقت طاری ہو جاتی تھی۔ بارہویں کے بارہ۔ گیارہویں کے گیارہ۔ محرم کے دس روز آپ" بیان کرتے تھے، مخلوق کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔ بادشاہِ وقت خود بھی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ خیرالحسین صاحب کا ایک جملہ بڑا لطیف اور معانی کے اعتبار سے بہت خوب ہے، ایک مرتبہ آپ" اپنے شیخ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آپ" کی پشت قبلہ کی طرف تھی۔ قبلہ کو اور شیخ کی طرف پیٹھ کرنا آداب کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا:

"ایں خوب است یکے قبلہ پشت دیکے قبلہ رو"

(یہ بہت بہتر ہے کہ ایک قبلہ پیٹھ کی طرف اور ایک قبلہ چہرہ کی طرف)

مولوی خیرالحسین بڑے اَچھے صفات کے درویش گزرے ہیں۔ جن کا مزار حیدرآباد کے خطہ صالحین میں واقع ہے۔

☆وصال

رحلت سے تقریباً ایک سال پہلے آپ" نے ہیرا جی سے فرمایا:

"آئندہ سال ہم نہ ہونگے"

ہیرا جی نے رو کر دریافت کیا۔ "پھر میں کس کے ساتھ رہوں"

آپ" نے فرمایا: "ہم تیرے ساتھ نہ ہونگے۔ مگر تیرے پاس ہونگے۔"

چند روز بعد اپنے دادا حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ کے عرس کے وقت ہوائیں زور سے چل رہی تھیں، پانی کی پھوار بھی ہو رہی تھی، اُس زمانے میں رنگین آئینہ لگے ہوئے ڈبوں میں چراغ جلائے جاتے تھے۔ ہوا کے زوروں اور تھپیڑوں سے سب چراغ بجھ گئے۔ لوگوں نے یہ کیفیت آپؒ کی خدمت میں عرض کی، آپؒ نے فرمایا: "یہ آخری عرس ہے، جو میں کر رہا ہوں، اِس لئے جاؤ اور پھر سے چراغ جلادو وہ روشن ہو جائینگے۔"

☆سجادہ نشینی حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ

اجمیر شریف سے محمد جان صاحب خادم درگاہ شریف کو احمد آباد بلوایا اور فرمایا: محمد جان! بارگاہِ خواجہ میں دوسرے بزرگوں کے عرس بھی منائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں اُن کی طرح میرا عرس بھی بارگاہ میں ہوا کرے، محمد جان نے یہ خدمت بجالانے کا وعدہ کیا، آپؒ سورت میں تشریف فرما تھے، احمد آباد، سورت، بھروچ، بمبئی وغیرہ سے خاص خاص لوگوں کو سورت طلب فرمایا، تاریخ ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ کے روز آپنے کم سن شاہزادے خواجہ نصیر الدین چشتیؒ کو اپنا کُرتا، پاجامہ، دستار، ٹوپی پہنا کر اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت فرید میاںؒ کی بیماری بڑھتی گئی، آپؒ احمد آباد تشریف لے آئے اور ۱۳ محرم کو اپنے فرزند حضرت نصیر الدّین چشتیؒ کو سجادہ نشین فرما دیا، اُس وقت احمد آباد، سورت، بھروچ، بمبئی کے علاوہ دیگر مقامات کے مُریدین حاضر تھے۔ سجادہ نشینی عطاء کرنے کے گیارہویں روز ۲۵ محرم ۱۳۳۵ھ کو آپؒ واصل بحق ہوئے۔

☆مجھے اکیلا چھوڑ گیا فرید ﷺ

حضرت فرید میاں صاحبؒ رحلت کے وقت نصیر باغ، شاہی باغ میں تھے۔ شاہپور کی بڑی درگاہ جالی پیر میں آپ کو مدفون کیا گیا۔ تدفین کرنے والوں میں جو شخص قبر میں موجود تھا وہ ہیرا جی تھا۔ جب چہرہ مبارک پر سے چادر ہٹائی گئی تو ہیرا جی چیخ کر بولا: مجھے اکیلا چھوڑ گیا فرید!

اُس وقت آپؒ نے اپنی آنکھ کھول کر اُس پر نظر ڈالی اور آنکھ پھر بند کرلی۔ حضرت فرید میاں چشتیؒ کی عمر ۴۹ سال تھی، اور زمانۂ سجادگی ۲۶ سال رہی۔ شاہپور احمد آباد جالی پیر میں مسجد کی طرف سے آپؒ کا چوتھا مزار ہے۔

☆وعدہ یاد دلانا بعد از وصال

ایک سال گزرنے کے بعد جب پہلا عرس منایا جانے لگا تو اس سے تین روز پہلے آپؒ نے محمد جان کو اشارہ فرمایا: کہ تم "بھول گئے" دوسرے روز بھی آپؒ نے محمد جان کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ لیکن وہ بالکل فراموش کر چکے تھے۔ کسی طرح اُن کو یہ یاد نہ آیا کہ حضرتؒ سے کیا وعدہ کر چکے تھے۔ تیسری مرتبہ آپؒ نے محمد جان سے فرمایا: کیا آج بارگاہِ غریب نوازؒ میں میرا عرس نہیں ہوگا؟ تب محمد جان کو یہ خدمت بجالانے کا وعدہ یاد آیا۔ وہ درگاہ کی طرف دوڑے اور کمیٹی سے ہر سال درگاہ کی جانب سے یہ عرس کیے جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اور ۲۴ محرم کو خانقاہ خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں فرید میاں چشتیؒ کا عرس ہونے لگا۔

☆بعد از وصال اجمیر شریف کی اجازت دینا

حضرت محمود میاں چشتیؒ کے ایک مرید حیدرآباد سے احمد آباد آئے،

حضرت فرید میاںؒ سے اجمیر شریف جانے کی اجازت چاہی حضرت نے فرمایا: "تم کو تمہارے شیخ نے اجازت نہیں دی اس لئے اجمیر شریف جانے کے بجائے حیدر آباد واپس ہو جاؤ۔ جب تمہارے پیر کی اجازت مل جائیگی اُس وقت ہم خود تمہیں اطلاع کر دینگے۔" اِس ارشاد کی تعمیل میں وہ حیدر آبادی صاحب روانہ ہو گئے۔ دو سال کا عرصہ اِنتظار میں گزر گیا۔ آپؒ نے اِجازت ملنے کی اطلاع نہیں دی۔

اِس عرصہ میں حضرت فرید میاں چشتیؒ رحلت فرما گئے۔ حیدر آبادی صاحب کو اِنتقال کی خبر ملی۔ ایک تو آپؒ کی وفات کا رنج اور دوسرا افسوس رہا کہ میں عمر بھر اجمیر حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ اِس کے چند روز بعد حضرت صاحبؒ نے اِن کو بشارت دی، کہ تم بہت دلگیر اور افسردہ تھے، کہ تم سے یہ وعدہ کیا تھا، کہ جس وقت بھی تمہارے پیر تم کو اجازت عطا فرمائیں گے ویسے ہی ہم تم کو آگاہ کر دیںگے تو خوش ہو جاؤ کہ آج تمہارے پیر نے تمہیں اجمیر شریف جانے کا حکم دیا ہے۔ اَب تم بڑے شوق سے زیارت کر سکتے ہو۔ اِس طرح بعد از وصال حضرت صاحبؒ نے اُپنے وعدے کو ایفا فرمایا۔ وہ حیدر آبادی صاحب اجمیر جانے کے لئے پہلے احمد آباد حاضر ہوئے۔ تب حضرت فرید میاںؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ سجادہ نشین تھے۔ اُنہوں نے سجادہ صاحبؒ کو تمام قصہ بیان کر کے اجمیر جانے کی رخصت چاہی آپؒ نے فرمایا: ہاں بھئی! تمہارے پیر صاحبؒ اور اُن کے بعد میرے والد صاحبؒ دونوں نے تم کو جانے کی اجازت دی ہے۔ میں بھی تم کو خوشی کے ساتھ رضا دے رہا ہوں۔
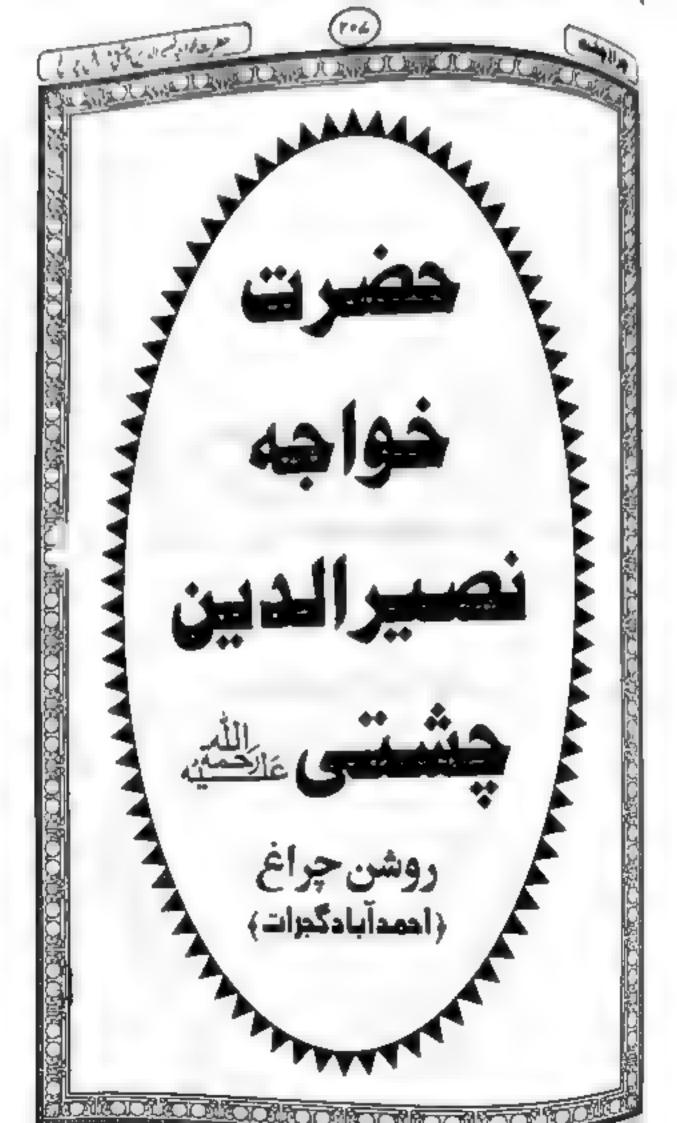
☆☆☆☆☆

حضرت
خواجہ
نصیرالدین
چشتی علیہ الرحمہ
روشن چراغ
(احمد آباد گجرات)

☆خورشیدِ معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی ؒ روشن چراغ☆

☆سجادہ نشین حضرت واہنِ فرید میاں چشتی ؒ☆

{ولادت: ۱۳۲۸ھ سے ۱۴۰۰ھ}

سجادگی و گدی نشینی

۱۳۳۵ھ سے ۱۴۰۰ھ

فہرست

☆☆☆☆☆☆

☆ **خورشیدِ معرفت** ☆

حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

☆ **روشن چراغ** ☆

(ولادت: ۱۳۲۸ھ سے ۱۴۰۰ھ)

حضرت خواجہ فرید میاں چشتیؒ کا وصال ۱۳۳۵ھ میں ہوئی اور بلحاظ پیدائش سنہ ۱۳۲۸ھ بوقتِ رحلت حضرت قبلہ کے جانشین خواجہ نصیر الدین چشتیؒ کی عمر شریف صرف سات سال کی تھی۔ ۱۳۳۴ھ کے ماہِ رمضان میں آپؒ نے اپنے صاحب زادے کو بمقام سورت جانشین فرمایا، بعد میں احمد آباد میں ۱۳ محرم ۱۳۳۵ھ کو خواجہ خواجگان کی مسند نشین پر فائز فرمایا۔

اس سجادہ نشین کی عمر کے پیش نظر آپؒ میں لڑکپن کی باتیں ہونا چاہیے تھیں، مگر اتنی اونچی ذمہ داری کو سونپنے کیلئے اس بچے میں کوئی خاص اِمتیاز ہونا بھی ضروری تھا۔ تاکہ وہ بزرگانی صفات کے ساتھ سجادگی کے فرائض عمدگی کے ساتھ ادا کر سکے۔

☆ولادت باسعادت

اس سجادے کی ولادت ایک نظم میں پیش کی گئی ہے جو بہت ہی موزوں ہے۔

باغِ فاروقی میں مہکا ایک گلِ تر بے گماں   خاندانِ چشت میں آئی بہارِ بے خزاں

نصرتیں کی مطارب نے بنایا ہے ستون تار   ہے مضبوط اس سے زمین و آسماں

سہروردی، نقشبندیوں ہی پہ کیا موقوف ہے   بے شک اس سے معطر ہو گیا سارا جہاں

ہادیٔ دنیا چراغِ دین نظامِ کائنات   گوہرِ بحرِ ولایت نورِ رب فخرِ زماں

قبلۂ دارین شیخ دین میر کارواں — خلق تو محمود ہو یہ دعا ہو دو جہاں

ساتویں اوّل جمادی میں ہوئے جلوہ کناں — آفتاب صدق سے روشن ہوا سارا جہاں

صبح ساڑھے پانچ ساعت کو نرالی شان سے — فکر سن پر دی ندا ہاتف نے کرا کے نکار

شاہِ انور رہنما محبوبِ رب قطبِ زماں

آخری کے پورے مصرع میں حضرت کی پیدائش کی تاریخ ۱۳۲۸ھ سنہ ہجری برآمد کی گئی ہے۔ اِس نظم میں جو باتیں پیش کی گئی ہیں اُس کا ایک ایک لفظ تجزیہ طلب ہے۔ حضرت کے پورے حالات پڑھنے کے بعد اِن الفاظ کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے گی۔

☆خورشیدِ معرفت

حضرت کی پیدائش کا عیسوی سال دستیاب نہیں ہوا تھا اِس لئے کمترین نے خود بابدولت سے معروضہ کیا، ایک روز آپؒ نے اپنے غلام سے فرمایا، میرا سنہ پیدائش ۱۹۱۰ء ہے۔ اِس تاریخ کے ساتھ میں حضرت کے تصرف کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، کسی بھی تاریخ کو برآمد کرنا کھیل یا آسان نہیں ہے۔ مہینوں نہ سہی دنوں مغز پاشی کرنے کے بعد تاریخ نکلتی ہے۔ اُس میں بھی "آوردہ" زیادہ ہوتی ہے اور آمد ہوتی ہی نہیں، اِس دور سے میں بھی بہرحال گزر چکا ہوں۔ تاریخ نکالنے کا مجھے بھی کافی تجربہ ہے، مگر حیرت ہے کہ حضرت کی تاریخ پیدائش برآمد کرنے میں مجھے شاید دو تین سیکنڈ کا وقت لگا ہوگا، یہ میری قابلیت کی بات نہیں ہے بلکہ حضرت کے تصرف کی وجہ سے حضرت کی زبان سے ۱۹۱۰ء نکلا اور اُس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں خورشید معرفت اِلہام کی طرح اُبھر آیا

ٹکڑے ٹکڑے جب اعداد جمع کیا تو ۱۹۱۰ء برآمد ہوا، گنتی کرنے میں شاید دو تین لمحے صرف ہوئے ہونگے لیکن حضرت کی صفات مرتبہ اور بزرگی کی شان کے لحاظ سے خورشید معرفت میں جو خوبی پنہاں ہے وہ آپؒ کی تاریخ پڑھنے کے بعد سمجھ میں آئے گی، کوئی فن داں اس تاریخ کی عمدگی کا اندازہ کر سکتا ہے، حضرت کی زبان سے ۱۹۱۰ نکلا دو تین سیکنڈ کے بعد خورشید معرفت میری زبان سے نکلا حضرت قبلہ نے دریافت کیا یہ تاریخ ہے؟ غلام نے عرض کیا اس میں تاریخ پیدائش ۱۹۱۰ء نکلتی ہے آپؒ نے فرمایا بہت خوب۔ اس طرح یہ تاریخ حضرت کی پسندیدہ اور اس کے خوب ہونے کی اس غلام کو سند عطا ہو گئی، اس طرح خورشید معرفت آپؒ حضور کے نام کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔

☆ ترتیبِ سجادگی

حضور غریب نوازؒ خواجہ اجمیر نے ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کی ابتداء فرمائی، خواجہ غریب نوازؒ کے بعد سے جو سجادگان یکے بعد دیگرے چشتیہ مسند پر جلوہ گر ہوتے رہے، اُنکی کل تعداد خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ تک اکیس (۲۱) ہوتی ہے۔ حضرت نصیر الدینؒ کے جدِ امجد جن کے سبب سے چشتیہ سلسلہ آپؒ تک پہنچا اس کا حساب کیا جائے تو خواجہ نصیر الدین روشنؒ چراغ گجرات اُپنے دادا خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے بعد سے سترویں (۱۷) سجادہ قرار پائے ہیں۔ حضرت چراغ دہلیؒ اس سلسلے کے نبی کریم ﷺ کے بعد سے اکیسویں (۲۱) سجادہ ہیں اور خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ گجرات (۳۸) ویں سجادہ ہیں۔ اس حساب سے چراغ دہلیؒ سے آپؒ تک سولہ (۱۶)

واسطوں کے بعد یہ مسند ملی، اور آپؒ سترھویں (۱۷) سجادہ ہیں۔

☆ ۷ سال کی عمر میں مسند نشینی

اس اعلیٰ مسند پر جس وقت نصیر الدین چشتیؒ کو بٹھایا گیا اس وقت آپؒ کی عمر سات سال (۷) کی تھی، اس معصوم سجادہ میں یقیناً کوئی ایسی بات تو ہوگی جو خاندانِ چشتیہ کی نعمت اور دولت آپؒ کو نصیب ہوئی۔ اس معصوم سجادہ کے حالات پیش کرنے سے پہلے جس سلسلے یا جس بزرگ ہستی کے توسط سے آپؒ کو یہ عزت ملی وہ مخدوم العالم شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ ہیں۔

☆ تاریخی تحقیق

تاریخ میں چراغ دہلیؒ کی جانشینی میں بڑا اختلاف ہے، اگر اس کو صحیح طور پر پیش نہ کیا جائے تو اس مسند کا حضرت نصیر الدین روشن چراغ گجراتؒ تک پہنچنا بے معنی بات ہو جاتی ہے، بعض تاریخوں میں یہ ہے کہ آپؒ کا کوئی جانشین ہی نہیں تھا؟۔ دوسری تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ چراغ دہلیؒ کے جانشین خواجہ بندہ نوازؒ تھے؟

پہلی بات یہ کہ آپؒ کا کوئی جانشین نہیں تھا، اس کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

(۱) جو تبرکات چراغ دہلیؒ اپنے ساتھ لے کر دفن ہوئے۔

(۲) دوسری بات بندہ نوازؒ کا جانشین ہونے کو مسترد کرنے کے لئے کہا گیا کہ حضرت کمال الدین علامہؒ، چراغ دہلیؒ سے پہلے رحلت فرما گئے اب تاریخ کی باتوں پر ہمیں غور کرنا ہے۔

(۱) چراغ دہلیؒ کا کوئی جانشین نہیں تھا۔

(۲) جو تبرکات چشتیہ سلسلہ کے تھے وہ خواجہ کمال الدین علامہؒ کو دیئے گئے۔

(۳) اور جو دوسرے تبرکات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملے ہیں ان کو میری قبر میں دفن کرنا۔

(۴) بندہ نوازؒ، چراغ دہلیؒ کے سجادہ ہیں؟۔

(۱) جانشین کی نسبت کھوج کرنے پر معلوم ہوا کہ آپؒ، چراغ دہلیؒ کے جانشین تھے۔ کیونکہ ۹۸ تاریخوں میں آپؒ کا جانشین ہونا درج ہے۔ صرف دو تاریخوں میں جانشینی سے انکار ہے، ۹۸ کے مقابلے میں دو کا بیان قابلِ تسلیم نہیں، صحیح وہی ہے، جو بہت سے لوگوں نے لکھا ہے، دو کا لکھا قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ تاریخ کی روشنی میں حضرت چراغ دہلیؒ کے صحیح جانشین کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ:

چند تاریخوں میں چراغ دہلیؒ کے جانشین بندہ نوازؒ بتائے گئے ہیں۔ اس بات کی تصحیح کے لئے خود بندہ نوازؒ کی لکھی ہوئی کتابوں میں جو مواد فراہم کیا گیا ہے، اُس سے ثابت نہیں ہوتا کہ چراغ دہلیؒ نے بندہ نوازؒ کو جانشینی عطا فرمائی۔ اِس مقام پر خود بندہ نوازؒ کی تصنیف "جوامع الکلم" میں لکھی ہوئی عبارت کا ترجمہ پیش ہے۔

"اپنا کمبل سامنے سے اُٹھا کر میرے ہاتھوں پر رکھ دیا اور فرمایا: میری طرف سے اِس کام کو قبول کرو۔ یعنی لوگوں سے بیعت لیا کرو، تم نے قبول کیا، میں نے عرض کیا قبول کیا"۔

اوپر کی تحریر سے یہ واقعہ بتایا گیا ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ نے گیسو

دراز" کو اُپنا کمبل عنایت فرما کر لوگوں کو مرید کرنے کی اجازت عطا فرمائی مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت چراغ دہلیؒ نے بندہ نوازؒ کو جانشین بنایا؟ بلکہ صاف طور پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ چراغ دہلیؒ نے اُپنا کمبل بطور خلعت عطا کر کے مرید کرنے کی اجازت دی، یہ کمبل خلافت کی خلعت تھی۔ اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ بندہ نوازؒ خلیفہ ہیں نہ کہ سجادہ۔

اِسی کتاب "جوامع الکلم" میں حضرت بندہ نوازؒ نے ایک اور واقعہ درج فرمایا ہے۔

"اصحاب نے عرض کیا کہ ہر شیخ نے اُپنی مراجعت کے وقت لوگوں کو اُپنا خلیفہ اور کسی ایک کو اُپنی جگہ مقرر فرماتا ہے، ارشاد ہوا "فہرست لکھ کر لاؤ"، فہرست پیش کی گئی آپؒ نے سُن کر فرمایا "اِس میں سید محمدؒ کا نام نہیں ہے"۔ اِن کا نام بھی فہرست میں لکھا گیا تو آپؒ نے اُپنے قلم سے ایک بڑا "ص" لکھ کر فرمایا"۔

حضرت سید محمد گیسو درازؒ نے جو واقعہ تحریر فرمایا ہے اُس پر غور کرنے سے یہ شہادت نمایاں ہو رہی ہے کہ چراغ دہلیؒ کے سامنے جو فہرست پیش کی گئی اُس میں ایک نام نہیں تھا بلکہ بہت سے نام درج تھے، اُن ناموں پر آپؒ نے بڑا ص لکھ کر فرمایا؛ یعنی فہرست میں لکھے ہوئے لوگوں کو خلافت دی گئی اِس سے ظاہر ہے کہ یہ سب خلیفہ تھے نہ کہ جانشین۔

حضرت سید محمد گیسو درازؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "شیخ الاسلام نصیر الدین محمود نے جب رحلت فرمائی تو حضرتؒ کے مریدوں میں سے ولایت چار اشخاص کو ملی۔

(۱) ایک صوفی،

(۲) دوسرا کمہار،

(۳) تیسرا صندوق تراش،

(۴) چوتھی ایک عورت۔

اس عبارت سے یہ حقیقت ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ نے اپنی رحلت کے وقت چار اشخاص کو ولایت عطا فرمائی ان چاروں میں ایک خود حضرت بندہ نوازؒ ہیں مگر ولایت دینے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاروں چراغ دہلیؒ کے جانشین ہیں بلکہ یہ چاروں بھی خلیفہ ہیں۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ولایت کی بھی تحقیق کر لی جائے۔

لغت میں ولایت کے معنی ہیں۔

(۱) کسی بادشاہ کا ملک۔

(۲) آباد زمین کا کفیل ہونا۔

(۳) دوستی، تصرف، حکومت، عمارت۔

لغت کے سوا حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ اپنی کتاب ''دُرّ المنظوم'' میں فرماتے ہیں کہ ''وَ'' پر زبر ہو تو ولایت کے معنی محبوبیت اور اگر ''وِ'' پر زیر ہو تو ولایت کے معنی حکومت کے ہیں''۔

صاحب تذکرہ حضرت سید محمد گیسو درازؒ اپنی کتاب ''فوائد بندہ نوازؒ مکتوبات گیسو درازؒ'' میں فرماتے ہیں۔

''ولایت سے مراد قرب حق اور معرفت خدائے بزرگ ہے''۔

لغت کے معنی اور بزرگوں کی اصطلاح سے جانشینی کا مفہوم پیدا نہیں ہوتا بہر حال بندہ نواز" کے بیانات سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ چراغ دہلیؒ سے اُن کو خلافت ملی اَب یہ دیکھنا ہے کہ سید محمد گیسو دراز" خلیفہ ہیں تو پھر چراغ دہلیؒ کا جانشین کون ہوا؟

☆اس امانت کو هماری قبر میں رکھ دینا

تواریخ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ اَپنے ساتھ تبرکات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لے کر دفن ہوئے، ذیل کے ثبوت کے پیش نظر دیکھا جائے تو اُس سے صحیح جانشین اور تبرکات کی حقیقت پورے طور سے سامنے آجاتی ہے۔ یہاں جو مواد پیش کیا جارہا ہے وہ حضرت چراغ دہلیؒ کے حالات اور ملفوظات جو آپؒ کے ایک مرید نے لکھے ہیں۔ جس کا نام "مقام محمود" ہے۔ یہ کتاب قلمی ہے، چھپی ہوئی نہیں ہے اس کی عبارت بعینہٖ وبینہٖ نقل کی جاتی ہے۔

بست ونہم شعبان سید محمد حسینیؒ، قاضی عبدالمقتدرؒ، سید علا الدینؒ، محمد وجیہہ الدینؒ ادیب، حکیم شیخ صدر الدینؒ و دیگر عزیزان حاضر، بودند شیخ زین الدینؒ را فرمان شد: با کمال الدین بقچۂ تبرکات را بیار، شیخ زین الدینؒ ہمرہ برادر آمد و بقچۂ پیش نہادند صاحب زادہ کمال الدینؒ، فرمود دو رکعت نفل ادا کن، بعد فراغ نماز از بقچۂ جابہا، یک خلعت علیحدہ کردہ در بقچۂ دیگر اَست۔ کمال الدینؒ راداد و ہر دو برادران را فرمود اَمانت حضرت محمد مصطفیٰ ست، یکے از بزرگان شاہ محمد سجادہ خواہد شد آں مرد حق اَمانت خویش از ماں حاصل خواہد کرد، می باید کہ ایں امانت در لحد من بنہد آں محمد اولین پیشوائے سلسلہ محمدیہ خواہد شد۔

صاحبزادہ کمال الدینؒ را بازوے خود بنشاندند دستار ابر سر نہاد خرقہ پوشانند و بقچہ مرحمت فرمود و گفت ایں امانت چشتیہ اَست۔ از رسول کریم بواسطہ خواجگان بہ رسیدہ اَست ایں مقام شما است بر حاضرین گریہ کردند فرمودند بجائے نصیر کمال اَست، متابعت آں بکنید، ولم سید محمد را می خواست، اما حق سبحانہ کمال الدینؒ را مقرر ساختہ اَست حق اَست"۔

ترجمہ: "۲۹ شعبان سید محمد حسینی " قاضی عبدالقادرؒ، سید علاالدینؒ، محمد وجیہ الدینؒ، حکیم شیخ صدرالدینؒ اور دیگر عزیزان حاضر تھے، شیخ زین الدین " کو حکم ہوا کہ کمال الدینؒ کے ساتھ تبرکات کا بقچہ لاؤ، زین الدینؒ نے کمال الدین " کو اور بقچہ پیش کیا۔ صاحبزادہ کمال الدین " کو دو رکعت نفل پڑھنے کا حکم دیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد بقچہ میں سے جامہ اور ایک خلعت نکال کر دوسرے میں باندھی ایک خلعت کمال الدین " کو دی، اور دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اور دوسری یہ امانت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ہے۔ اس امانت کو ہماری قبر میں رکھ دینا۔ تمہارے پوتوں میں سے ایک محمد نامی سجادہ ہوگا، وہ خود ہم سے حاصل کر لے گا۔ صاحبزادے کمال الدین " کو اپنے بازو پر بٹھا کر دستار سر پر رکھی اور خرقہ پہنا کر بقچہ دیتے ہوئے فرمایا: یہ امانتِ چشتیہ ہے جو رسول کریم ﷺ سے بالواسطہ خواجگان سے مجھے ملی ہے یہ جگہ تمہاری ہے۔ حاضرین رونے لگے تو فرمایا بجائے "نصیر کمال" ہے۔ اس کی اطاعت کرو میرا دل سید محمد کو چاہتا تھا مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے کمال کو مقرر فرمایا ہے۔ "حق حق ہے"۔

واقعات حکایات اور تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ

صاحبزادہ کمال الدینؒ را بازوے خود بنشاند دستار بر سر نہاد و خرقہ پوشاند و تبرکات
رحمت فرمود و گفت ایں امانت چشتیہ است۔ از رسول کریم بواسطہ خواجگان بمن
رسیدہ است ایں مقام شما است بر حاضریں گریہ کردند فرمودند بجائے نصیر کمال
است متابعت آں بکنید دلم سید محمد را می خواست، اما حق سبحانہ کمال الدینؒ را
مقرر ساختہ است حق است"۔

ترجمہ: "۲۹ شعبان سید محمد حسینی" قاضی عبدالقادرؒ، سید علاالدینؒ، محمد وجیہ
الدینؒ، حکیم شیخ صدرالدینؒ اور دیگر عزیزان حاضر تھے، شیخ زین الدین" کو حکم
ہوا کہ کمال الدینؒ کے ساتھ تبرکات کا بقچہ لاؤ، زین الدینؒ نے کمال الدین" کو
وہ بقچہ پیش کیا۔ صاحبزادہ کمال الدین" کو دو رکعت نفل پڑھنے کا حکم دیا نماز
سے فارغ ہونے کے بعد بقچہ میں سے جامہ اور ایک خلعت نکال کر دوسرے
میں باندھی ایک خلعت کمال الدین" کو دی، اور دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے
فرمایا: اور دوسری یہ امانت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ اس امانت کو ہماری
قبر میں رکھ دینا۔ تمھارے پوتوں میں سے ایک محمد نامی سجادہ ہوگا، وہ خود ہم سے
حاصل کرے گا۔ صاحبزادے کمال الدین" کو اپنے بازو پر بٹھا کر دستار سر پر
رکھی اور خرقہ پہنا کر بقچہ دیتے ہوئے فرمایا: یہ امانت چشتیہ ہے جو رسول
کریم ﷺ سے بالواسطہ خواجگان سے مجھے ملی ہے یہ جگہ تمھاری ہے۔ حاضرین
رونے لگے تو فرمایا بجائے "نصیر کمال" ہے۔ اس کی اطاعت کرو میرا دل سید محمد
کو چاہتا تھا مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے کمال کو مقرر فرمایا ہے۔ "حق حق ہے"۔

واقعات حکایات اور تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ

حضرت بندہ نواز" چراغ دہلی" کی امانت پائے ہوئے چہیتے خلیفہ تھے۔ اور آپ" کے سجادہ حضرت خواجہ کمال الدین علامہ" ہوئے، اس بارے میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

☆تاریخ کی غلط بیانی

تاریخ کی ایک غلط بیانی یہ بھی ہے کہ حضرت علامہ کمال الدین" نے چراغ دہلی" سے ایک سال پہلے رحلت فرمائی۔ کتاب "مقام محمود" کا جو بیان اوپر درج کیا گیا ہے اس میں حضرت کمال الدین" علامہ کو جانشین بنانے اور چشتیہ تبرکات عطا کرنے کی تاریخ 'بست نہم' (۲۹ شعبان) میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ میں حضرت نصیر الدین محمود" کی تاریخ وصال (۱۷ رمضان) درج ہے اس طرح جانشینی اور وصال میں ۱۹ دن کا فاصلہ ہے۔ گویا علامہ کو سجادگی عطا فرمانے کے ۱۹ روز بعد چراغ دہلی" واصل بحق ہوئے۔

یہ خود ایک کھلی ہوئی دلیل ہے کہ چراغ دہلی" حضرت علامہ کمال الدین" سے پہلے پردہ پوش ہوئے یہی اصلیت ہے۔ اس کو جھٹلانا صداقت سے گریز کرنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت چراغ دہلی" اور حضرت علامہ" کا وصال ایک ہی سن میں ہوا ہے۔ ہجری سن ۷۵۷ھ دونوں کا سال وصال ہے، ۱۷ رمضان ۷۵۷ھ کو حضرت نصیر الدین محمود" اور ۲۷ ذی القعد ۷۵۷ھ کو حضرت کمال الدین علامہ" راہی ملکِ بقا ہوئے۔

تاریخ لکھنے والوں نے جہاں بہت سی غلطیاں کی ہیں اُن میں جملہ یہ بھی سہواً رہ گیا۔ کہ رمضان کے بعد آنے والا ذی القعد کی جگہ رمضان سے پہلے

گزر جانے والے ذی القعدہ کو علامہ کے انتقال کا مہینہ تصور کر کے گیارہ مہینے کا فاصلہ پیدا کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے شیخ سے پہلے سجادہ کی وفات پا جانا قرار پایا، قلم کی ایک ہلکی سی جنبش نے ایک ایسا تغیر پیدا کر دیا کہ ایک جلیل القدر ہستی کی تاریخ میں خلاء پیدا ہو کر نہ صرف سجادگی سے محرومی نصیب ہوئی بلکہ حضرت علامہ کمال الدینؒ کے بعد کی پوری تاریخ مسخ ہو کر رہ گئی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ سہو بلا مقصد تھی یا بالقصد۔

حقیقت یہ ہے کہ چراغ دہلیؒ کے پردہ پوشی کے دو ماہ دس دن کے بعد حضرت علامہ کمال الدینؒ کا وصال ہوا۔ اب ایک چیز یہ رہ جاتی ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ جو تبرکات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ ساتھ لے کر دفن ہوئے۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تھے، یا کوئی اور؟ ''مقام محمود'' میں تحریری واقعہ پیش کیا جا چکا ہے، جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ جانشینی اور چشتیہ سلسلہ کے تبرکات حضرت کمال الدین علامہؒ کو دیئے۔ اور حضرت چراغ دہلیؒ نے ایک دوسرا بقچہ دیتے ہوئے ہدایت فرمائی: کہ یہ سلسلۂ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ امانت ہے، جو میرے ساتھ مدفن کر دی جائے، آنے والا (محمد) نامی سجادہ جو تمہارے نبیروں میں سے ہوگا وہ خود ہم سے حاصل کرے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو تبرکات مدفن ہوئے وہ سلسلۂ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تھے، اور حضرت چراغ دہلیؒ نے جس ''محمد'' کا ذکر فرمایا ہے وہ خواجہ ''شیخ محمد چشتی'' تھا، جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے بعد اس مسند پر آنے والے سجادوں میں ساتویں ہیں۔

(۱) خواجہ کمال الدین علامہؒ (۲) خواجہ سراج الدینؒ

(۳) خواجہ علم الدینؒ (۴) خواجہ محمود راجنؒ

(۵) خواجہ جمال الدین جمنؒ (۶) خواجہ شیخ حسن محمدؒ

(۷) خواجہ شیخ محمد چشتیؒ

☆تبرکاتِ رسول ﷺ

خواجہ حضرت شیخ محمدؒ کا وصال ۱۰۴۰ھ میں ہوا اور چراغ دہلیؒ کا ۷۵۷ھ میں ہوا۔ دونوں کے درمیان دو سو تراسی (۲۸۳) سال یعنی تقریباً تین صدی کا لمبا فاصلہ ہے۔ اِتنے طویل عرصہ کے بعد جب حضرت خواجہ شیخ محمدؒ مسند نشین ہوئے تب احمد آباد سے آپؒ دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت چراغ دہلیؒ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اور اُپنا حق عنایت فرمانے کی اِلتجا کی، حضرت چراغ دہلیؒ کا مزار شق ہوا اور حضرت شیخ محمدؒ اندر داخل ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد جب واپس ہوئے تب آپؒ کے گلے میں پھولوں کا ہار اور ہاتھ میں نان اور حلوہ تھا، اور بدن پر وہ خلعت تھی جو حضرت چراغ دہلیؒ اُپنے ساتھ لے کر دفن ہوئے تھے۔ اُس کے ساتھ ہی آواز آئی "قطب"، یہ تبرکات احمد آباد گجرات (انڈیا) میں موجود ہیں۔

یہ واقعہ "مرآۃ ضیائی" اور "تحفۃ الابرار" میں درج ہے اِس طرح اوپر لکھی ہوئی روداد سے غلط فہمی دور ہو کر صحیح واقعہ معلوم ہوا کہ چراغ دہلیؒ جو تبرکات لے کر اُپنے ساتھ مدفون ہوئے تھے۔ یہ سلسلۂ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی وہ خلعت ہے جو چراغ دہلیؒ کے پاس اَمانت تھی۔ اور چشتیہ تبرکات کے ساتھ جانشینی حضرت کمال الدین علامہؒ کو عطا فرمائی۔

☆شجرہ مبارک سلسلۂ محمدیہ

حضرت شیخ محمد چشتیؒ نے سلسلۂ محمدی کی بنیاد ڈالی جس کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

☆حضرت محمد مصطفی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم ☆

(۱) خواجہ شیخ محمد چشتیؒ محمدی
(۲) خواجہ شیخ یحییٰ قطب المدینہ چشتیؒ محمدی
(۳) خواجہ شیخ رکن الدین احمد چشتیؒ محمدی
(۴) خواجہ شیخ جمال الدین حسن ثانی چشتیؒ محمدی
(۵) خواجہ شیخ حسام الدین فرخ صوفی چشتیؒ محمدی
(۶) خواجہ شیخ رکن الدین احمد ثانی چشتیؒ محمدی
(۷) خواجہ شیخ رشید الدین مودود لالہ چشتیؒ محمدی
(۸) خواجہ شیخ حسام الدین خوب میاں چشتیؒ محمدی
(۹) خواجہ شیخ محمود میاں چشتیؒ محمدی
(۱۰) خواجہ شیخ فرید الدین چشتیؒ محمدی
(۱۱) خواجہ شیخ نصیر الدین چشتیؒ محمدی
(۱۲) خواجہ شیخ معین الدین ثانی چشتیؒ محمدی
(۱۳) خواجہ شاہ رکن الدین محمد فرخ چشتیؒ محمدی (موجودہ سجادہ نشین)

یعنی سلسلۂ محمدیہ کی ابتداء ہونے کے بعد صرف ۱۳ سجادگان کو اس کی اجازت حاصل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد ہی خواجہ شیخ محمدؒ، ان کے بعد انکے جانشین کا نام شجرے میں آتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے

۲۷ سجادگان کا نام اِس سلسلے سے خارج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ۲۸ ویں خواجہ شیخ محمدؒ کو خلعت و اجازت عطا ہوئی، اس لیے خواجہ شیخ محمدؒ کے بعد ۱۳ سجادگان شجرے میں شریک ہیں۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ۷۵۷ سال بعد خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کو یہ امانت کس طرح ملی؟ یہ اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جو حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں ہیں، یہاں ایک واقعہ سننے کے قابل ہے۔

☆خرقہ ملنا

حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاںؒ کو ۲۰ سلسلوں کی اِجازت وخلافت حاصل تھی۔ تیسرا خرقہ کس طرح ملا اس کو حضرت جہانیاںؒ اِس طرح فرماتے ہیں کہ:

”تیسرا خرقہ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ سے ملا، اُنھوں نے خواب میں مجھے پہنایا اور میں نے وہی ٹوپی بیداری میں اپنے سر پر پائی، میں نے اُس کو بڑی حفاظت سے رکھا جو لڑکوں کی ماں کے پاس ہے“ (درالمنظوم) جلد اوّل میں درج ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ رحلت کے بعد شیخ رکن الدینؒ خواب میں حضرت جلال الدینؒ کو ٹوپی پہناتے ہیں اور بیدار ہونے کے بعد وہ سر پر موجود ہوتی ہے، تو جس نے سلوک کا راستہ دکھایا اُس رہبرِ اعظم، خیر البشر، شمس العارفین، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس معجزے کا صادر ہونا تعجب خیز نہیں؟ بہر حال حضرت رسالت مآب ﷺ نے خواجہ نصیر الدین محمودؒ کو

روحانی محفل میں خواجہ شیخ محمدؒ کے لیے خلعت عطا فرمائی اور اس امانت کو چراغ دہلیؒ نے تقریباً تین سو سال اپنے ساتھ قبر میں رکھا جب خواجہ شیخ محمدؒ سجادہ ہوئے تو یہ خلعتِ محمدی خود شیخ محمدؒ کے سپرد کر دی۔

☆مسجد کی تعمیر

خواجہ شیخ محمد" کو جب خلعت محمدی ﷺ ملی، اُس وقت محبوب اللہ کا خطاب بھی سرفراز ہوا، خواجہ شیخ محمدؒ حضرت شیخ حسن محمد چشتی" کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت شیخ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد شاہ پور احمد آباد میں تعمیر کروائی جو سنگِ خارا کی بنی ہوئی ہے، اور اس مسجد کی تعمیر کا جو سال کہا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

قطب زمانہ شیخ حسنؒ ساخت مسجد کہ آنجا کند اہلِ عبادت دعائے شیخ،
چوں شیخ ایں رفیع مکان را بنا نمود تاریخ سال او را خذ شد" بنائے شیخ "۹۷۳ھ"

حضرت شیخ محمدؒ کی والدہ محترمہ کا نام امۃ الغنی بنت عطا اللہ " ہے، جو حضرت لطیف الدین دریا نوشؒ کی پوتی ہیں۔ حضرت محمد محبوب اللہ ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے ۹۸۲ھ میں آپؒ مسند نشین ہوئے۔ ۵۸ سال مسند نشین رہنے کے بعد ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ میں آپ " کا وصال ہوا۔ سلسلۂ محمدیہ کی بنیاد ڈالنے کے بعد آپؒ جب اپنے حجرے میں رات کو تشریف لے جاتے تو چراغ بجھا دیا جاتا۔ آپؒ کی پیشانی سے نور کی ایک شعاع (کرن) نکلتی تھی، جس سے تمام حجرہ روشن ہو جاتا تھا۔ اس روشنی میں آپ کتابیں یا قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، رفتہ رفتہ آپ مظہر اللہ الصمد مشہور ہو گئے ۱۴ رسالے "آدابِ مریدین"

"رسالۂ سماع" وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں۔

جو تاریخ اوپر پیش کی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

(۱) چراغ دہلی کے جانشین کمال الدین علامہؒ ہوئے۔

(۲) خواجہ بندہ نواز "چراغ دہلی" کے خلیفہ تھے جانشین نہیں۔

(۳) حضرت چراغ دہلی" کا وصال پہلے ہوا اور حضرت کمال الدین علامہ" کا بعد میں

(۴) حضرت چراغ دہلیؒ جو تبرکات ساتھ لے کر مدفون ہوئے وہ چشتیہ کے نہیں بلکہ محمدیہ سلسلے کی امانت تھی۔

اس سلسلۂ چشتیہ کا تعلق حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے ہے۔ آپ کے بعد حضرت علامہ کمال الدینؒ جانشین ہوئے اور کمال الدین علامہؒ کی اولاد ہی میں سے یہ سلسلہ آج تک قائم ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ چلتا رہے گا۔

اس موقع پر حضرت کمال الدین علامہؒ کے کچھ حالات پیش خدمت ہیں۔

☆ بشارتِ ولادت (حضرت کمال الدین علامہؒ)

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ مجرد رہے۔ آپؒ نے اپنی بہن بی بی قتالہؒ سے فرمایا: تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا، وہ تمہاری اولاد نہیں، بلکہ میرا بیٹا ہوگا، جس کا نام ہم کمال الدینؒ تجویز کرتے ہیں۔

☆ درس وتدریس

چنانچہ کمال الدینؒ پیدا ہونے کے بعد جب سن شعور کو پہنچے تو نام ہی کمال نہیں تھے بلکہ کام میں بھی کمال حاصل تھا۔ گویا اسم با مسمیٰ تھے۔ قرآن، حدیث،

فقہ، کلام، منطق پر اتنا عبور حاصل کیا کہ علامہ ہونے کے بعد بڑے بڑے عالم آپؒ کے درس میں شریک ہونے لگے، شہرت بھی عام ہوگئی۔ حضرت جلال الدینؒ مخدوم جہانیاںؒ بھی حضرت کمال الدینؒ کے شاگردوں میں شریک ہوگئے، اپنے ملفوظ میں اُپنے اُستاد حضرت کمال الدین علامہؒ کا بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

☆ "کمال سلسلہ خواھد شد" (محبوبِ الٰہیؒ)

علوم میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ روحانی مدارج میں ترقی کرنے کا قدرت نے کمال الدین علامہؒ کو بڑا عمدہ ذریعہ عطا فرمایا تھا۔ ماں کے رشتے میں ماموں، پدری ناطے سے چچا، شفقت کے لحاظ سے باپ یعنی حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے زیرِ سایہ کمال الدین علامہؒ پروان چڑھتے رہے۔ اللہ والوں میں بلند رتبہ پانے کے قابل بنا دینے کے بعد شفیق چچا نے اُپنے بھتیجے کو اُپنے خواجہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں پیش کیا، اس برگزیدہ خدا شناس نگاہوں نے ایک نظر میں اس جوہر یعنی علامہؒ کو پرکھ لیا پھر جوہری یعنی چراغ دہلیؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"نصیر الدینؒ نگاہ بیدارید، کمال الدینؒ کمال سلسلہ خواہد شد" (مقام محمود)

(نصیر الدینؒ کمال الدینؒ کی حفاظت کرو یہ ہمارے سلسلہ کا کمال ہوگا)

یہ پیش گوئی اور تاکید فرمانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے حضرت کمال الدینؒ کو مرید بنایا اور اپنی دستار (کُلاہ) اُن کے سر پر رکھ دی، یعنی کمال الدینؒ کو خلعت وخلافت پانے کا شرف بھی نصیب ہوگیا۔ گویا اس جوہر کی چمک دمک کو آفتاب کی تابش مل گئی۔

☆تعظیم کیلئے کھڑے ہونا

سبحان اللہ اِس کے کمال کا کیا ٹھکانہ جس نے نصیر الدینؒ جیسے باکمال کی تربیت اور محبوب الٰہیؒ جیسے مجموعۂ کمال کی حمایت وخلافت پانے میں کامیاب ہوئے، کہ جب بھی حضرت کمال الدینؒ، حضرت نصیر الدین محمودؒ کے سامنے آتے تو حضرت نصیر الدینؒ محمود، حضرت کمال الدین علامہؒ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ (مجالسِ حسنیہ)

☆احترام حضرت کمال الدین علامہؒ

ایک روز حضرت نصیر الدین محمودؒ نے اپنے مریدوں، خلفا اور عقیدت مندوں کو مخاطب ہو کر کے فرمایا:

"کس نمی داند مرتبہ کمال الدینؒ چشت ہر کے در احترام کوتاہی کند برگشتۂ ماو خواجگان ہم است"۔ (مقامِ محمود)

(کوئی نہیں جانتا کہ کمال الدینؒ کا مرتبہ کیا ہے، جو شخص اِس کا احترام کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ نہ صرف مجھ سے بلکہ خواجگان سے برگشتہ رہے گا)

تاریخوں میں حضرت کمال الدین علامہؒ اور چراغ دہلیؒ کی نسبت غلط باتیں درج ہوگئی تھیں اس لئے صحیح تاریخ پیش کرنا ضروری تھا۔ اس لیے اوپر کے حالات تفصیل سے ان دونوں بزرگوں کے بارے میں پیش کیے گئے۔ حضرت چراغ دہلیؒ نے شادی نہیں کی، اس لیے آپؒ لاولد رہے، لیکن حضرت کمال الدین علامہؒ کو جو رشتے داری ہے، وہ ذیل کے شجرے سے ظاہر ہوگی۔

(.......شجرہ برائے رشتہ داری حضرت کمال الدین علامہ.......)

حضرت شیخ عبدالرشیدؒ

حضرت شیخ یوسفؒ — حضرت شیخ محمودؒ

حضرہ بی بی قطانہؒ — حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ — حضرت شیخ محمدؒ

حضرت کمال الدین علامہؒ

بی بی قطانہؒ، حضرت چراغ دہلیؒ کی بہن خواجہ شیخ محمودؒ کی بیوی۔ اور کمال الدین علامہؒ کی والدہ ہیں، اس طرح حضرت کمال الدین علامہؒ چراغ دہلیؒ کے بھانجے اور چچازاد بھتیجے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت چراغ دہلیؒ اس سلسلے کے بڑے بزرگ مانے جاتے ہیں۔ اور خواجہ غریب نوازؒ نے ہندوستان میں جو چشتیہ مسند بچھائی اس کے بعد چار واسطوں سے حضرت چراغ دہلیؒ، حضرت نظام الدین اولیاء (محبوب الٰہیؒ) کے جانشین ہوئے۔ چراغ دہلیؒ کے سجادہ نشین کمال الدین علامہؒ ہوئے کمال الدین علامہؒ پانچویں سجادہ تھے۔

حضرت کمال الدین علامہ علیہ الرحمۃ کے یکے بعد دیگرے اولاد در اولاد ۲۷ سجادے مسند نشین ہوئے۔ خورشید معرفت خواجہ نصیر الدینؒ روشن چراغ گجراتؒ ۱۶ ویں سجادہ اور ۱۷ ویں حضرت معین الدین ثانی سجادہؒ، ۱۸ ویں خواجہ شاہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

☆بیٹے کی بشارت

۱۷ مئی سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۷ جمادی الاوّل ۱۳۲۸ھ ہجری صبح پانچ بج کر ۳۰ منٹ کے قریب حضرت خواجہ فرید الدین ؒ کی پہلی بیوی حضرت بی بی ماں صاحبہ جو صاحبِ دِل اور بڑی اللہ والی تھیں، اُنہوں نے اُپنے شوہر سجادہ وقت فرید میاں چشتی ؒ کو بلا کر فرمایا:

حضرتِ اقدس نصیر الدین چراغ دہلی کا اِرشاد ہے کہ آج تمہیں ایک ایسا لڑکا قدرت کی طرف سے عطا ہوگا، جس سے اِس مسند کو نصرتیں نصیب ہونگی اور یہ اِرشاد ہوا کہ وہ نصیر ہوگا۔ صالحہ، عابدہ اور اللہ والی حضرت بی بی ماں صاحبہ کی دی ہوئی بشارت کے موجب ایک لڑکا حضرت فرید میاں صاحب ؒ کی دوسری بیوی نور بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوا، پدر بزرگ وار حضرت فرید میاں صاحب چشتی ؒ اُپنے پہلے صاحبزادے کی پیدائش سے جو مسرت محسوس فرماسکتے تھے وہ بیان میں آنہیں سکتی لیکن قدرت کچھ اور چاہتی تھی، یہ صاحبزادہ صرف ۷ سال کی عمر میں اُپنے باپ کے سایہ سے محروم ہوگیا اور ۷ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوا۔ یہ تو عمر لڑکا اُپنے میں جو صفات چھپائے ہوئے تھا اُس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اللہ کی مشیت کھلی طور پر ظاہر کر رہی ہے کہ معصومیت کے زمانے میں کسی لڑکے کا یتیم ہو جانا مصلحتِ الٰہی کا ایک خاص نقطہ ہے، اور خصوصاً صاحب تذکرہ جو اپنے باپ ؒ کے سایہ سے محروم ہو چکا ہے، ایک تو خاندانی لحاظ سے اور دوسرے چشتیہ مسند کا مالک ہونے کی حیثیت سے اُس میں للّٰہیت کے جو آثار پیدا کیے جاسکتے ہیں وہ پوری طرح اُنھیں نصیب تھے۔

٭مادر زاد ولی

اُپنے ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے جس کی مدت حمل نو ماہ ہے۔
قرآن کی کوئی آیت تلاوت کرے، جس سے اُس نو عمر کی خوبی میں اللہ کی ذات کا مظہر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ ایک امتحان لینے والا دل میں یہ خیال کر رہا ہے کہ اِس مسند کے لیے لازم ہے کہ جو بچہ مسند نشین ہونے والا ہے وہ ماں کے پیٹ سے ولی ہوتا ہے، یہ خیال حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ کی ایک مرید بشیر النساء بیگم بنت حکیم سید عظیم الدین مرحوم جاگیردار حیدرآباد دکن سے، اُپنے پیر کی قدم بوسی کے لیے حیدرآباد سے احمد آباد آئی ہوئی تھی۔ اُنہی پیرانی ماں کو پورے نو ماہ کی حاملہ پاکے دل میں یہ خیال گزرا کہ پیدا ہونے والا اگر سورۃ تبارک کی پہلی تین آیتیں تلاوت کرے تو یقین آجائے، یہ خیال آنا کیا تھا کہ یکایک آواز سنائی دی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارک الذی بیدی الملک تلاوت کی آواز سن کر بیگم صاحبہ حیرت، خوف اور مسرت کے ملے جلے جذبات سے کانپ رہی تھیں، اُسی وقت پیرومرشد حضرت قبلہ فرید میاں صاحبؒ وہاں پر تشریف لائے اور بشیر النساء بیگم سے مخاطب ہوکے سوال کیا: کیوں بشیر النساء اَب تو تمہارے دل میں شک نہیں ہے نا؟ میرے بچہ کا مادر زاد ولی ہونے کا تمہیں یقین ہوگیا۔

امتحان لینے والا اُپنی آرزو میں کامیاب ہوگیا تب ایک دم چیخ اُٹھا ''سبحان اللہ، تیری قدرت پر قربان!'' جو بات ناممکن ہو وہ بھی تیری قدرت سے دور نہیں۔ اِس طرح یہ چھوٹا سا سجادہ نشین اُپنا ڈنکا بجاتا ہوا ۱۳۲۸ھ دُنیا

میں تشریف لایا۔ اور ۷ سال کی عمر تک اُنہی بیگانہ حرکات سے دُنیا والوں کو اپنی اطراف جمع کرتا گیا۔

☆حاجت مندوں کی حاجت روائی

چنانچہ مولوی فیض الحسن آپؒ کے اُس زمانے کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ: میں نصیر میاں" کو پڑھانے بیٹھتا تو بڑی مشکل سے ایک دو جملے آپؒ پڑھ سکتے کہ اتنی ہی دیر میں دو چار حاجت مند آپؒ کو گھیر لیتے اور آپؒ اپنی زبان سے اُن کے لئے جو کچھ کہنا ہوتا وہ کہہ ڈالتے، اِس طرح پڑھنے کا وقت ختم ہونے تک میں کچھ پڑھا تو نہیں سکتا تھا، البتہ لوگوں کی بڑی تعداد اپنی دِلی مراد لے کر واپس ہوتی تھی، اور حاجت مندوں کا سلسلہ دِن بدن بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اِس بچہ کی زبان میں جو فیض تھا وہ اُس کی ولایت کی دلیل اور اللہ کی قدرت کا بہترین نمونہ تھا۔ مولوی فیض الحسن جو حضرت کے اُستاد رہے ہیں، نصیر صاحبؒ کی کرامت، عادات و اطوار کو واضح کر رہے ہیں۔

(کراماتِ نصیری)

☆خوانچہ کو تقسیم کرنا

گھر سے آپؒ باہر نکلتے تو محلے کے بچے آپؒ کو گھیر لیتے کچھ کھیل کود ہوتا، اور پھر کوئی خوانچہ والا گزرتا تو بچے وہ کھلانے کے لیے آپؒ کو مجبور کرتے آپؒ ہنستے ہوئے وہ پورا خوانچہ ان میں تقسیم کر دیتے، اور اس کی قیمت وہ جو بھی مانگے ریت میں ہاتھ ڈال کر بند مٹھی اس کے ہاتھوں میں ڈال دیتے، جو قیمت

تھا اس سے کہیں زیادہ اس کو مل جاتی۔ بچپن کا دور لڑکپن کی خاصیت کو بھی لیے ہوئے تھا، اور ولایت کی جو خصوصیت اس معصوم سجادے میں تھی وہ ہر قدم پر اپنا رنگ ظاہر کرتی رہی۔

ماں کے پیٹ میں ہی جو بچہ تلاوت کر سکتا ہو، پیدا ہونے کے بعد تین چار سال کی عمر اس کو جوہر دکھانے کے لیے بہت بڑی گنجائش پیدا کر سکتی ہے۔ چنانچہ آپ سن کے اظہار کے ساتھ اپنی کراماتی حیثیت کو بھی چھپا نہیں سکتا تھا۔

لگادے چھلانگ پانی میں

آپؒ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ بھروچ تشریف لے گئے۔ والد کے چند مریدوں کو ساتھ لے کر دریائے نربدا میں تفریح کرنے گئے، ایک چھوٹی کشتی میں سب کو ساتھ لیکر آپؒ بھی سوار ہوئے۔ چار سال کی عمر میں جو شوخی ہونی چاہیے اُس کے تحت حضرت نصیر میاں صاحبؒ نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے فیض محمد کو کہا، "لگادے چھلانگ پانی میں؟" فیض محمد تیرنا نہیں جانتے تھے، اور جہاں چھلانگ مارنے کا حکم دیا گیا وہاں بہت گہرا پانی تھا، مگر فیض محمد سوچے بغیر پانی میں کود پڑے اور کچھ غوطے کھا چکے۔ دوسرے لوگوں نے عرض کیا: "باوا وہ تو مر گیا؟" آپؒ نے فرمایا "وہ ابھی نہیں مرے گا؟! ورنہ اس کی کوئی چیز" پھر فیض محمد نے غوطہ کھایا اور آپؒ نے کشتی کو اُسی جانب لے چلنے کی کشتی والے کو ہدایت فرمائی جب فیض محمد کا سر پانی سے باہر آیا اُس وقت آپؒ کی کشتی وہاں پہنچ چکی تھی لوگوں نے اُن کو سہارا دے کر کشتی میں سوار کر دیا۔ حضرت نے فرمایا "فیض محمد تیرے جیب کی چیزوں کا کیا حال ہے؟" فیض محمد نے جیب میں سے

ناس کی ڈبیہ، ماچس اور پچاس کے نوٹ کے بنڈل نکالے یہ سب خشک تھے۔ پانی میں کودنے کا حکم دینا بچپنا تھا، اُس کے ساتھ اپنی قوت کا اِظہار کرنا بھی مقصود تھا۔

☆واقعی تم کو زندگی بخشی

آپؒ مسند نشین ہونے کے بعد دوسری باتوں کے سوا باپ دادا سے جو لوگ وابستہ تھے آپؒ کی دیکھ بھال اور خبرداری بھی اِن کے فرائض میں داخل ہو گئے، یہ بچہ ہونے کی باوجود اُس فرض کو بھی بڑی عمدگی سے ادا کرتے رہے۔ آپؒ کی سوانح حیات کے چیدہ چیدہ پہلو نذر قارئین ہیں، آپؒ کے والد بزرگوار کا ایک مرید ہیرا جی پلیگ کی بیماری میں مبتلا ہوا ایک روز اُس کی حالت بہت خراب ہو گئی اور ڈاکٹر نے اُن کی زندگی کی آس چھوڑ دی ایسے وقت میں ہیرا جی اپنے پیر فرید میاں چشتیؒ کو یاد کر کے بہت روئے کہ اِن کے اُٹھ جانے سے اب میرا پوچھنے والا کوئی نہیں رہا نصیر میاں صاحبؒ کھیلتے ہوئے ہیرا جی کے گھر پہنچے جو شاہ پور میں ہی تھا۔ ہیرا جی کے قریب جا کر آپؒ نے کہا "ہیرا جی گھبرا گئے، تم نے یہ خیال کیسے کیا کہ اب تمہارا کوئی پوچھنے والا نہیں، یہی مجھو اب بھی بادا میاںؒ زندہ ہیں، تم نے یہ کیا ڈھونگ رچایا ہے"۔ ہیرا جی نے کہا ڈھونگ نہیں ہے مجھے پلیگ ہو گیا ہے، اور اب اِس نوبت پر ہوں کہ ڈاکٹر نے میری زندگی صرف گھنٹوں کی بتائی ہے۔ آپؒ نے کہا "وہ سب ہو گا چچا! مگر میں کہتا ہوں کہ تم نے ڈھونگ مچا رکھا ہے"۔ آپؒ نے اُن کے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا، ہیرا جی کا بیان ہے کہ میں یہ محسوس نہ کر سکا کہ واقعی میں مریض

ہوں جو موت کے قریب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے اُپنے آقا زادے کے قدم پکڑ کر پوچھا باوا! کیا حقیقت میں میں نے ڈھونگ کیا تھا، یا کہ آپؒ کی کرشمہ سازی ہے۔ کچھ ہو مجھے ندامت ہے جو میں نے اُپنے کو بے وسیلہ سمجھا، خدا رکھے میرا پوچھنے والا اَب بھی موجود ہے۔

☆ڈاکٹر کی خواہش

آپؒ نے کہا "ہیرا اچھا! صرف آج ایک دِن آرام کرلو اور کل سے اُپنے دھندے میں لگ جاؤ"۔ یہ کہہ کر نصیر میاں صاحبؒ اُپنے گھر لوٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد ہیرا جی کو دیکھنے ڈاکٹر آیا تو اُسے انتہائی حیرت ہوئی کہ مرنے والا بیمار ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے۔ ڈاکٹر نے وہیں سے پوچھا مسٹر ہیرا جی کیا بتا سکتے ہو کہ تم کو کس نے جلایا، تمہاری کیفیت جو میں نے دیکھی تھی وہ اُیسی تھی کہ تم تھوڑی دیر زندہ رہ سکتے تھے، تمہارا بچنا محال تھا۔ ہیرا جی نے کہا ڈاکٹر تمہاری دوا یا تم مجھے نہیں بچا سکتے تھے۔ لیکن دُنیا میں اُیسی بھی ہستیاں موجود ہیں جو کبریائی قدرت کا اِظہار کیا کرتے ہیں، تم کیا جانو ڈاکٹر یہ وہ علاج ہے جو تمہاری سمجھ میں عمر بھر نہ آسکے گا۔ ڈاکٹر نے کہا "کاش! اُیسی ہستیوں کو میں بھی دیکھ سکتا"۔ ہیرا جی نے کہا، تمہاری یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے، اگر تم کل آسکو، میں کہتا ہوں نہ صرف دیکھو بلکہ ہو سکے تو تم بھی اُسکو اُپنا لو، جو تمہارے ہر آڑے وقت پر کام آسکتا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا، میں تو صرف اُس شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے واقعی تم کو زندگی بخشی، میں جا رہا ہوں اگر ہو سکا تو کل آؤں گا۔

☆حاجت روائی

سات سال کے عمر کی یہ بچگانہ کیفیت بھی تھی اور اللہ کی طرف سے دی ہوئی کراماتی قوت کا کمال بھی تھا، یہ بزرگانہ کیفیت روزِ ازل ہی سے اِس معصوم شہزادے کو ودیعت فرمائی تھی۔ جس کا مظاہرہ یہ کمسن شہزادہ کر رہا ہے۔

حاجت روائی آپؒ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ باپ دادا کی طرف سے بھی یہ چیزیں ملیں اور تصرفات جو منجانب اللہ اُن کو نصیب ہوئے اِن باتوں کے لحاظ سے فیض رسانی کا جو سکہ اِس سجادے نے چلایا یہ اُن کے بزرگوں کے دور میں بھی نہیں دیکھا جا سکا۔

اسماعیل بیگ محمد ساقی بمبئی کی بیوی آمنہ بائی اپنے شوہر کے انتقال کے بعد نصیر باغ پہنچی اُس وقت حضرت کم سن تھے کھیلتے ہوئے گھر میں آئے تو آمنہ بائی کو دیکھ کر فرمایا "پھوپی اماں! کیا حال ہے؟" آمنہ بائی نے عرض کیا: میرے جیٹھ کے لڑکے نے مجھے بہت پریشان کر دیا ہے، کچھ تو کرو باوا! آپؒ نے ارشاد فرمایا "پھوپی اماں ہماری پولیس کی رپورٹ ہے کہ اُس کا بہت کچھ چلا جائیگا!" آمنہ بائی نے عرض کیا: یہ تو اُس کی بات ہوئی، میرے لیے کیا ہوگا، باوا! آپؒ نے فرمایا: "تمھارا بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ آج سے پندرھویں دن وہ تمھارے پاس صلح کرنے آئے گا۔ جب تک وہ تمھارا حصہ الگ نہ کر دے اُس سے صلح نہ کرنا"۔ آمنہ بائی نے چند روز کے بعد یہ سنا کہ اُن کے جیٹھ کا لڑکا (بھتیجا) اُن سے صلح کے لیے آیا اور کہا کہ "نقدی، زیور کپڑا اور تجوری سے چالیس ہزار روپے چوری ہو گئے" آمنہ بائی کی منشا کے موافق اُن کا حصہ بھتیجے نے الگ کر دیا۔

☆ زبان کا اثر

حضرت نصیر میاں چشتی " مسند نشین ہونے کے بعد پہلی مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے وہاں کی ٹریفک اور، ٹرام، گاڑی، وغیرہ دیکھ کر آپ " کو بڑی دلچسپی ہوئی، کپڑا خریدنے کے لیے ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ٹرام اور موٹر میں ٹکر ہو جائے تو بڑا مزا آئے گا؟، یہ کہنے کے ایک سیکنڈ کے بعد ہی ٹرام اور موٹر کی آپس میں ٹکر ہو گئی۔ آپ" تالیاں بجاتے ہوئے بہت خوش ہوئے، یہ بچپن کا تقاضہ تھا، لیکن زبان کا اثر معمولی بات نہیں تھی، کپڑے والے سیٹھ نے اُس بات کو محسوس کرتے ہوئے اَپنے ایک عزیز کو حضرت کے سامنے پیش کیا، اور کہا، باوا! پانچ سال سے اِسکے پیٹ میں درد ہے، کوئی علاج باقی نہیں رکھا۔ آٹھ دن سے اِس قدر اجابتیں ہو رہی ہیں کہ رکتی ہی نہیں، آپ" نے نمک منگوایا، ایک گلاس پانی میں دو مٹھی نمک ملا کر فرمایا "پی لے!"، خود مریض وہ پانی پینے کے لیے آمادہ نہ ہوا، اور بولا اِس قدر پاخانے ہو رہے ہیں اور دو مٹھی نمک کا پانی اور خرابی پیدا کرے گا، مگر سیٹھ نے کہا" تو دیوانہ ہے، یہ کیا چیز ہے یہ تیری سمجھ سے باہر ہے، جو پانی تجھ کو دیا گیا ہے وہ بلا چوں وچرا کئے پی جا" جب سیٹھ نے اُس کو وہ پانی پلا دیا تو دو منٹ کے بعد برسوں کا درد جاتا رہا، اور نہ رکنے والے پاخانے بند ہو گئے۔ سیٹھ نے چار تھان کپڑے کے نذر کیے، آمنہ بائی نے بتلایا کہ جس وقت اُس مریض کو آرام ہوا اُسی وقت وہ بیمار حضرت" کے پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا کہ مجھے حضرت کو سمجھنے میں غلطی ہوئی، آپ" یہ سن کر مسکرا دیے، آمنہ بائی کو حضرت

قبلہ فرید میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بہن'' کہہ کر پکارا تھا، اس لیے حضرت نصیر میاںؒ آمنہ بائی کو پھوپی فرماتے تھے۔

☆جبل پور میں فیض یابی

حضرت نصیر میاں صاحبؒ کے شباب کا آغاز تھا اُس وقت بھی نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان بھر میں آپؒ کی شہرت پھیل رہی تھی۔ چنانچہ آپؒ جبل پور جاتے ہوئے جب سگرام پور کے ڈاک بنگلے میں ٹھہرے، عبدالقادر (سورتی) اور چاند میاں صاحب بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ سگرام پور کی آبادی زیادہ بڑی نہیں تھی۔ جبل پور میں اِتنا شدید ہیضہ پھیلا ہوا تھا کہ ہفتہ بھر میں دس بارہ سو اموات ہو رہی تھیں۔ حضرتؒ کے پاس پہلے دو شخص حاضر ہوئے اور اُنہے کسی عزیز کی حالت خراب ہونے کی کیفیت عرض کی، آپؒ نے پانی دیا جس سے بیمار کی حالت سدھر گئی۔ اُس کے بعد سے روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آتے اور فیض پاتے رہے۔ ایسے ہی مجمع میں ایک ضعیف صاحب بھی تھے بغیر لکڑی کے سہارے چل نہیں سکتے تھے۔ اور چوبیس سال سے تکلیف میں مبتلا تھے۔ آپؒ گھٹنوں پہ دم کر کے فرمایا ''کھڑے ہو جاؤ!''، بغیر لکڑی کے سہارے وہ ضعیف کھڑے ہو گئے، آپؒ نے سات مرتبہ اُن سے اُٹھک بیٹھک کرائی اور فرمایا: ''تم اچھے ہو گئے ہو اب جا سکتے ہو'' مگر اُس ضعیف نے اِتنا ڈھنڈورا پیٹا کہ کدھر کدھر کے لوگ آپؒ کے پاس جمع ہونے لگے کہ نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کی فرصت آپؒ کو نہیں مل سکی، اللہ کی یہی مصلحت تھی کہ جبل پور کے باشندوں کو فیض پہنچانے کے لیے حضرت کو احمد آباد سے جبل پور جانے کی

ہدایت فرمائی، اور وہاں کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں آپ ؒ سے فیض حاصل کرتے رہے۔ یہی تھی اللہ کی قدرت اور اللہ کے ولی کی کرامت۔

☆میں کہتا ہوں ایک نہیں دو بیٹے ہونگے

حضور سجادہ صاحب کی گیارہ سال کی عمر ہے اس وقت مرزا چاند میاں ولد فتح محمد اپنے پیر سے عرض کر رہے ہیں کہ "ہر آنے والا کچھ نہ کچھ پا رہا ہے، تو کیا یہ غلام ہی ایسا بدنصیب ہے کہ اسکی آپ ؒ کے پاس کوئی سنوائی نہیں، اگر آپ میری مراد عطا فرمانا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ بتا دیجئے کہ میں کس کے گھر جاؤں"، چھوٹا سجادہ مرزا چاند کی گفتگو سے مسکرا دیا اور فرمایا "مرزا صاحب! آخر ہے کیا؟" "بہن کی شادی ہوئے نو سال ہو گئے ہیں اب تک اسے کوئی اولاد نہیں، سسرال والوں نے دوسرا عقد کرنے کا انتظام کر لیا ہے، کیا باوا! نو سال شوہر کے ساتھ رہنے کے بعد اسکی زندگی کا گلشن ویران ہو جائے گا، آپ ؒ اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، مرزا چاند نے حضرت کو کھیل سے روک کر عرض کیا: باوا آج جو چاہے ہو جائے میں تمہیں نہیں چھوڑونگا میری بہن کے باغ میں یا تو تازہ پھول کھلے یا پھر اسکے ساتھ میری زندگی بھی تمام ہو جائے!، آپ ؒ نے فرمایا "مرزا جی! گھبراتے کیوں ہو؟ دونوں کی زندگی شاد و آباد رہے گی، فکر مت کرو اس کو بیٹا ہوگا"، مرزا نے کہا "میں آپ ؒ کے کھیل میں حرج پیدا کر رہا ہوں اس لیے مجھے ٹالنے کی خاطر کہہ رہے ہو کہ بیٹا ہوگا!" آپ ؒ نے تیوری میں بل ڈال کر فرمایا، مرزا! کیا تو جھوٹ سمجھتا ہے جا! میں کہتا ہوں ایک نہیں دو ہوں گے، اللہ کی کرنی زبان کا اثر پورا ہوا، مرزا کی بہن کو بیک وقت دو بیٹے پیدا ہوئے، واقعہ کچھ بھی ہو

لیکن عرض کرنے کی بات ہے کہ لینے والے کی جرات ایسی ہو اور دینے والے کی قدرت اور دین ایسی ہو تو کسی بات میں نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔

☆موٹر اُلٹ گئی

بعض وقت سمجھ دار اور پڑھے لکھے لوگوں سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن اُس بھول کا اُن کو خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ اُنکو اپنی بھول کا پتا اُس وقت چلتا ہے جب وہ اچانک کسی حادثے سے دو چار ہو جاتے ہیں۔

حاجی محمد حسین فقیر محمد منشی ایک بیوپاری اور رئیس آدمی تھے۔ حضرت چمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے والہانہ عقیدت تھی اور اُنکی وصیت تھی کہ اُنکو چمن شاہ صاحبؒ کی درگاہ میں دفنایا جائے۔ حاجی محمد حسین صاحب کا انتقال ہوا تب حضرت نصیر میاں صاحبؒ پندرہ سولہ سال کے تھے، اسٹیٹ وغیرہ کا انتظام ٹرسٹیز کے ہاتھوں میں تھا۔ وصیت پورا کرنے کے لیے اُن کے ورثاء اور عزیزوں نے طے کیا کہ سجادہ صاحبؒ کم سن ہیں اس لیے ٹرسٹی سے اجازت لینا بہتر ہے۔ یہ لوگ ٹرسٹیوں میں سے اُس وقت کے ٹرسٹی مسٹر موز چند آشارام ٹولی شیوڑا اور ڈاکٹر علی بھائی منصوری کے پاس پہنچے اور اجازت طلب کی۔ اُن دونوں نے کہا "اگر سر محبوب میاں قادری اتفاق کریں تو ہم دونوں کو کوئی عذر نہیں"۔ سر محبوب میاں قادری اُس وقت نڑیاد میں تھے اس لیے چار شخص موٹر کار سے نڑیاد پہنچے۔ سر محبوب میاں قادری نے بھی اجازت دے دی، عین اُسی وقت حضرت سجادہ صاحبؒ نے اُپنے اسٹیٹ مینیجر شیخ احمد منشی کو بلا کر فرمایا "سنتے ہو منشی! ٹرسٹیز نے اجازت دے دی ہے۔ چمن شاہ دادا باوا کی درگاہ میں دفن کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ ایسا نہیں

ہو سکتا۔ وسٹیرز اسٹیٹ کا انتظام کر سکتے ہیں، لیکن آپ ایسے معاملات میں دخل دینے کا
اُن کو کوئی اختیار نہیں، تم فوراً جاؤ اور کھدائی رکوا دو"، اِدھر منشی شیخ احمد کھدائی روکنے
کے لیے گئے اور اُدھر جو نزیادہ میں سر محبوب میاں سے اجازت طلب کرنے گئے
ہوئے تھے، جب وہ حضرات واپس ہو رہے تھے، تو اُن کے راستے میں ایک بڑا
بندر بیچ سڑک پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہارن پر ہارن بجائے گئے مگر وہ اپنی جگہ سے ایک
انچ بھی نہیں کھسکا، جب موٹر اُس کے بالکل قریب پہنچی تو وہ بندر کود کر اپنی دُم موٹر
سے ٹکراتا ہوا بھاگ گیا۔ موٹر ببول کے درخت سے ٹکرائی، اندر بیٹھے ہوئے
چاروں شخص زخمی ہو گئے۔ اُنہیں دوا خانے لے جانے تک اُنکی حالت نازک
ہو گئی۔ ایک طرف کھدائی موقوف کرائی گئی، اور دوسری طرف اس حادثے کے
پیش آنے سے وہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے غصہ میں
فرمایا "یہ لوگ بچہ کے پاس کیوں آئے ہیں؟ منشی اُن سے کہو رسٹیرز کے پاس
جائیں" تمام لوگ قدموں میں گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی مانگی۔ تھوڑی دیر
کے بعد آپؒ کا غصہ اُتر گیا اور آپؒ نے دفن کرنے کی اجازت دی، اُن لوگوں
نے عرض کیا "حضور! مرنے والا تو مر چکا ہے، جو زخمی ہو کر مرنے والے ہیں
اُنہیں بچا لیجیے!" آپؒ نے فرمایا "وہ بھی دفن کرنے میں انشاءاللہ شریک ہو
جائیں گے"۔ وہ چاروں زخمی حضرات خود بخود ہوش آتے ہی دفن کرنے میں
شریک ہو گئے۔ اُن لوگوں نے صرف بچپن کا خیال کیا تھا لیکن اس بچہ میں کیا
قوت پوشیدہ ہے وہ بھول گئے تھے، اگر اُسی وقت بچہ کی بزرگی کا خیال کرتے اور
اس بچہ کی بزرگی کا اعتراف اور اعتقاد سچے دل سے رکھنے والے حضرات ہوتے تو

اس قدر تکلیف اُٹھانی نہ پڑتی، کتنی عجیب بات ہے کہ بندر کے دم کے مارنے سے موڑ الٹ جائے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

☆ بھوتوں سے جان چھڑائی

ایک لڑکی دھنو، نوجوان تھی شادی نہیں ہوئی تھی، خدا جانے کس مرض میں مبتلا تھی کہ ماہواری بند ہوگئی اور چھاتی سے دودھ بہنے لگا، اَن بیاہی اس مرض میں مبتلا ہوگئی، کوئی شخص بھی یہ یقین نہیں کرسکتا تھا کہ واقعی اس کو یہ بیماری ہے بلکہ ہر شخص یہ کہتا تھا کہ نوجوان لڑکی ہے، شباب کے جوش میں کچھ کر بیٹھی اور حمل قرار پا گیا ہوگا، ہوا بھی یہی کہ لوگ دھنو کے باپ بھگو کو ملامت کرتے رہے، جس کی وجہ سے ماں باپ کسی کو صورت دکھانے کے قابل نہیں رہے، اور اس تہمت سے لڑکی پر جو بیت رہی تھی وہ نا قابل بیان تھی، ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، دھنو کی اچھائی کا وقت بڑی مدت اور پریشانیوں کے بعد آیا، دھنو بھگو بھائی کے ساتھ حضرت نصیر میاں صاحبؒ کے سامنے پیش کی گئی، اُس کی کیفیت سُن کر حضرت مسکرادیئے اور فرمایا: اِسکا ایسا مرض ہے جو حکیموں، ویدوں، ڈاکٹروں کے فرشتوں سے بھی ممکن نہیں، آپؒ نے فرمایا "جو یہ مرض ہے وہ ابھی سامنے آجائے گا، آپؒ نے اُس کے منہ پر ایک پھونک لگائی ساتھ ہی وہ جھومتے ہوئے اپنے باپ کے سینے پر چڑھ بیٹھی بڑی طرح اُسکا گلہ دبایا کہ دم نکلنا باقی تھا، حضرت نے پڑھ کر لیموں کاٹا، بھگو کی سانس اپنی اصل حالت پر آگئی آپؒ ایک کے بعد ایک سترہ لیموں پڑھ پڑھ کر کاٹتے گئے، جب سترھواں لیموں کاٹا گیا تو دھنو گر کر بیہوش ہوگئی۔ آپؒ نے دم کیا ہوا پانی منہ پر چھڑکوایا اور

رھوائد بیٹھی آپ نے فرمایا، ایک دو نہیں سترہ بھوت اُسکی جان کو لپٹے ہوئے تھے، جسکی وجہ سے یہ ہر طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو جاتی تھی اس کو لے جا اب اس کو کچھ نہیں ہے، بھگو بیٹی کو لے کر باہر نکلا، چھاتی کا دودھ بھی بند اور ماہواری بھی جاری ہوگئی۔

☆لاعلاج بیماری کا علاج

ستاوا باروا گاؤں تعلقہ قلول ضلع مہسانہ کا رہنے والا ایک ٹھاکر ورواجی (جوان جی) اُپنے تیرہ سال کے لڑکے کو احمد آباد کے دواخانے میں داخل کرنے کے لئے ٹرین سے روانہ ہوا، ریل میں اُس لڑکے کی تڑپ دیکھ کر ہر مسافر کو دکھ ہو رہا تھا، ڈبے میں بیٹھے ہوئے مسافر میں سے ایک صاحب نے ورواجی سے کہا جب دو سال کے علاج سے اُس کو فائدہ تو کیا کچھ افاقہ بھی نہیں ہو سکا پھر ڈاکٹر کے پاس لے جانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، اگر تم اپنے بیٹے کی زندگی اور صحت چاہتے ہو تو احمد آباد میں ایک پیر نصیر میاں" باپو رہتے ہیں اُنکے پاس بچہ کو لے جاؤ، وہاں جا کر تم اُپنی آنکھوں دیکھو گے کہ باپو کے پاس کس قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جیسے ہی بچہ نے نصیر میاں" باپو کا نام سنا تو فوراً ہی اُس کو ایک قسم کا قرار اور سکون محسوس ہوا اُس لڑکے نے اِصرار کیا کہ میں باپو کے سوا کہیں نہیں جاؤنگا ورواجی اُپنے بیٹے جوان جی کو لے کر نصیر باغ حاضر ہوا، اور بیان کیا کہ دو سال پہلے میرا لڑکا کھیت میں کام کر رہا تھا، یکایک اُسکی پیشاب کی جگہ میں جلن شروع ہوئی اور وہ بڑھتی گئی جیسے جیسے اُسکا علاج کرواتا گیا اُسکی جلن میں اِضافہ ہی ہوتا گیا یہاں تک کہ دانت کیلی بن جاتی ہے اور وہ بیہوش ہو جاتا، نیند مطلقاً

نہیں آتی تکلیف کے مارے چارپائی پر پچھاڑے کھاتا ہے، پانچ چھ کھاٹ ٹوٹ گئے، اَب تو چوبیں گھنٹے مچھلی کی طرح تڑپتا ہے، اپنی حیثیت سے زیادہ اُس کے علاج پر خرچ کر چکا ہوں مگر اچھا ہونے کی صورت نظر نہیں آتی حسبِ معمول حضرت صاحبؒ نے کیفیت سُن کر فرمایا: فکرمت کر تیرا بچہ اچھا ہو جائے گا۔ آپؒ کے اِس فرمان کا وروا جی نے کوئی بھروسہ نہیں کیا، آپؒ نے پھر فرمایا: ہم کہہ رہے ہیں کہ تیرا بچہ بالکل اچھا ہو جائے گا، وروا جی نے کہا: باپو وہ تو میں مانتا ہوں مگر اِس کو کچھ تو دیجئے۔ کھلانے، پلانے، یا جلانے کو، آپؒ نے فرمایا ہاں پانی پڑھ دیتے ہیں اس کو پلایا کرو، دو روز کے بعد ہم کو خبر کرنا، وروا جی تیسرے روز جوان جی بیٹے اور کچھ گاؤں والوں کے ساتھ آیا، اور باپ بیٹے دونوں حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا رات بھر خوب سویا، پہلے ہی گھونٹ میں جلن غائب ہو گئی، دوسرے دن بالکل چنگا ہو گیا ہے۔

☆باوا میرا گھر اُجڑ رہا ہے

اپنے مریدوں کے ساتھ اُنکے خاندان والوں کی بھی آپؒ نے دستگیری فرمائی ہے۔ کہیں بھی رہتے ہوئے آپؒ سے جو شخص اپنے دِل سے مدد مانگتا، اُس جگہ پہنچ کر آپؒ اُسکی حاجت پوری کرتے تھے۔ قادر بھائی، یعقوب بھائی اقبال گڑھ میں رہتے تھے، یہ حضرت میاں صاحب کے مرید ہیں۔ قادر کے بھائی غنی کو کوئی اولاد نہیں تھی قادر نے اپنے پیرؒ سے عرض کیا، تو فرمایا: "اللہ اِس کو اولاد عطا فرمائے گا یہ ہماری دعا ہے" اِسی سال غنی کو اللہ نے کمال الدین عطا فرمایا۔ لڑکا چار سال کی عمر میں اتنا بیمار ہوا کہ اُسکی زندگی کی اُمید نہیں رہی، باپ غنی اور کمال

الدین کی ماں نے چلاتے ہوئے پکارا ''نصیر بادا! تمھارا دیا ہوا لڑکا آج دنیا سے جا رہا ہے؟، کیا اتنے روز کے لیے ہی یہ لڑکا ہمیں دیا تھا؟ بادا میرا گھر اجڑ رہا ہے، اسکو بچاؤ بادا'' یہ کہتے کہتے غنی کی نظر گھر کے سامنے نیم کے درخت پر پڑی تو دیکھا کہ حضرت نصیر میاں صاحب درخت کی ایک ڈالی پر تعویذ باندھ رہے تھے، اور غنی کو دیکھ کر فرمایا: کہ یہ تعویذ یہاں سے کھول کر اپنے بچے کمال الدین کے گلے میں باندھ دے گھبرا مت، تیرا بچہ اچھا ہو جائے گا، غنی بھائی ایکدم چیخا وہ وہ بادا آئے ہیں اور تعویذ دیا ہے، لوگوں نے دیکھا تو حضرت وہاں موجود نہیں تھے، مگر جو تعویذ آپ نے وہاں باندھا تھا وہ لٹک رہا تھا، غنی نے حضرت کے کہنے کے مطابق وہ تعویذ درخت سے کھول کر کمال الدین کے گلے میں باندھ دیا، تھوڑی دیر کے بعد کمال الدین کو ہوش آیا اور رفتہ رفتہ اسکی طبیعت اچھی ہو گئی۔ چند روز کے بعد بالکل صحت یاب ہو گیا، تو اس کے ماں باپ اور قادر بھائی قدم بوسی کے لیے نصیر باغ حاضر ہوئے اور بہت شکریہ ادا کیا۔

☆اُجڑی گودیں ہری ہونا

سینکڑوں ایسے لوگ ہیں جنکو اولاد ہی نہیں ہوئی، وہ اپنے گھر میں چراغ ہونے کی خاطر جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا وہ تمام تدابیر کر چکے، لیکن گود ہری نہ ہوئی، قدرت نے کسی کام کے پورا کرنے کے لیے وسیلے پیدا فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی نے بھی بہت اندھیرے گھروں کو روشنی عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے انوکھے ہیں۔

☆حضور دو نام ہیں

ماسٹر عبدالحمید ساکن دہلی چکلہ، احمد آباد تین بیٹیوں کے باپ تھے، بیٹا ہونے کے لیے ہر وقت حضرت سے معروضہ کرتے رہے۔ آپ حضور فرماتے رہے 'بھائی ہو جائے گا'۔

ایک مرتبہ ماسٹر عبدالحمید کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو عبدالحمید حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس لڑکے کا نام طلب کیا۔ ارشاد ہوا ''عبدالرحمٰن، یا غلام محمد نام رکھو'' ماسٹر نے عرض کیا: حضور دو نام ہے!، مگر لڑکا تو ایک ہے! ارشاد فرمایا: ''ایک اَب، دوسرا بعد میں ماسٹر نے عرض کیا: اَب کیا نام رکھوں؟ ارشاد ہوا ''عبدالرحمٰن نام رکھو'' مذکورہ بالا واقعہ ہو جانے کے نو ماہ بعد ماسٹر عبدالحمید اَپنی حاملہ بیوی کے لیے پانی لینے حاضر ہوئے، آپؒ نے دم فرمایا، اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''عبدالحمید! جو دوسرا نام باقی رہ گیا ہے وہ اَب سہی۔ پیدا ہونے والے بچہ کا نام غلام محمد رکھا گیا، جس کی پیشن گوئی حضرت نے ایک سال پہلے فرمادی تھی۔

☆خاتون بی بی

خاتون بی بی زوجہ مرزا قیصر بیگ، سپروائزر ہیڈ پوسٹ آفس، احمد آباد، اپنی کم نصیبی کو روتی رہی، اور خوش بختی کے لیے جو کوشش ہو سکتی تھی اِس میں کوئی کمی نہیں کی۔ مگر اِس کی بد نصیبی دور نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، اللہ نے اِس بیوی کی مسرت کو اَپنے ایک ولی کی زبان پر محفوظ رکھا تھا۔ اِس بیوی کے شوہر پوسٹ کے کسی اِمتحان کی کامیابی کے لیے بغرض دعا حضرت

نصیر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؒ کی دعا سے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ اُسکا شکریہ ادا کرنے کے لیے خاتون بی بی بھی اپنے شوہر کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گزگڑا کر عرض کرنے لگی، باوا! جو خوشی اس وقت آپؒ نے دی ہے وہ زندگی گزارنے کا ایک ذریعہ ہو سکتی ہے مگر میں اپنی بدنصیبی لے کر حاضر ہوئی ہوں یقین پختہ ہے کہ مایوس نہیں رہونگی۔ آج تک سینکڑوں پاپڑ بیل چکی ہوں مگر کامیابی سے دور ہی رہی ہوں۔ آج میری قسمت نے آپؒ تک پہنچادیا ہے، تو میرا آنا خود میری کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔ مجھے یقین ہے اور بھروسہ ہے کہ آپؒ زندہ ولی کے گھر سے محروم نہیں رہونگی ایک اولاد کی آرزومند ہوں، باقی اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ''ہونگے! ایک نہیں دو، مگر جلد نہیں، کچھ وقت کے بعد'' دو سال گزر جانے کے بعد خاتون بی بی صاحب اولاد ہوئی۔

☆واوا بھائی کو بیٹے کی بشارت

حافظ محمد عرف واوا بھائی کو بڑے حضرت صاحب قبلہ خواجہ فرید میاں چشتی'' سے خلافت کا فخر حاصل ہے، اور خود بھی خواجہ نصیر میاں چشتی'' کے خاص منظور نظر ہیں مگر یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں ہوئیں کوئی لڑکا نہیں ہوا، ایک روز ایسا آیا کہ ''چاہ'' (کنواں) خود پیاسے کے پاس جا پہنچا، یعنی یہ کہ حضرت نصیر میاں چشتی'' یکایک احمد آباد سے واوا بھائی کے مکان سورت تشریف لے گئے، حضرت کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرمارہے تھے۔ اُس وقت واوا بھائی کے بھائی بہنوں نے واوا بھائی کو زور دیا بلکہ دباؤ ڈالا کہ حضور کی خدمت میں لڑکے کے

لیے التجا کریں۔ داوا بھائی نے کہا کہ میں تین مرتبہ التجا کر چکا ہوں، شاید کوئی خاص مصلحت ہوگی جو توجہ مبذول نہ ہو سکی۔ حضرت جب بیدار ہوئے تب عصر کی نماز کا بہت کم وقت رہ گیا تھا، بیدار ہو کر حضرت نے داوا بھائی کو پکارا اُس وقت داوا بھائی بھی سوئے ہوئے تھے، داوا بھائی کے بھائی اور بہن اندر داخل ہو گئے، اُن لوگوں کے تیور ایسے تھے جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کچھ سرگرمی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھانپتے ہوئے آپؒ نے فرمایا ''کیا ہے'' دونوں بھائی بہنوں نے عرض کیا ''حضور بھائی کے لیے لڑکا''؟ آپؒ نے فرمایا ''ہو جائے گا!'' اُنھوں نے کہا ''باوا ایسا نہیں'' آپؒ نے اُنکی بات کاٹتے ہوئے فرمایا دیکھو نماز کا وقت جا رہا ہے وضو بھی کرنا ہے۔ جاؤ پانی! لاؤ!۔

لیکن داوا بھائی کی بہن نے پانی لانے کے بجائے قدم پکڑ کر کہا ''پانی نہیں لاؤنگی جب تک مراد نہیں پاؤنگی'' آپؒ نے اِرشاد فرمایا ''سکینہ بوا ہو جائے گا'' سکینہ بوا نے عرض کیا ''حضور ہو جائے گا سُن سُن کر کافی زیادہ زمانہ صبر کر چکے ہیں، مگر آج لے کر ہی رہونگی؟ اپنی زبان مبارک سے فرمایئے کہ ''میں نے داوا کو لڑکا دیا'' آپؒ مسکرائے اور فرمایا: ''اچھا بھئی میں نے داوا کو لڑکا دیا''، اَب تو پانی لاؤ۔ یہ سن کر سکینہ بوا ہشاش بشاش ہو کر کمرے سے باہر دوڑی اور پھرتی سے وضو کے لیے پانی لائی، کچھ مدت گزرنے کے بعد داوا بھائی کے گھر میں آپس میں یہ بات ہو رہی تھی کہ داوا بھائی کی بیوی حاملہ ہے، داوا بھائی کے پیر و مرشد خواجہ فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے داوا بھائی کو بشارت دی کہ تیری بہن نے لڑ کر نصیرؒ سے بیٹا لیا ہے۔ تو اِنشاءاللہ اَب کے تیرے یہاں

بیٹا ہوگا"۔ اس طرح دادا بھائی کو بیٹا دینے کے لیے حضرت نصیر میاںؒ یکایک سورت پہنچے تھے بزرگوں کے رموز کو بزرگ ہی جانتے ہیں۔

☆کالی داس

کالی داس نانا پینٹر نصیر باغ میں چھپر کے ٹھٹے درست کر رہا تھا، حضرتؒ وہاں پہنچ کر فرمانے لگے، "کالی داس تو ابھی تک صرف لڑکیوں کا ہی باپ ہے اب تک تجھے کوئی لڑکا نصیب نہیں ہوا" کالی داس نے عرض کیا: میرے نصیب! اتنے زمانے سے آپؒ کی خدمت کر رہا ہوں، پھر بھی آپؒ نے میری طرف توجہ نہیں فرمائی، آپؒ نے فرمایا: "آ ہمارے ساتھ، اس کو ایک نقش عطا ہوا، اور ہدایت فرمائی کہ بیوی کے گلے میں باندھ دینا۔ نقش کی برکت سے بیوی حاملہ ہوئی اور اسی سال نریندر کمار پیدا ہوا، اس کو کہتے ہیں، بنا مانگے موتی ملے اور مانگے ملے نہ بھیک۔ کالی داس کا صبر بھی قابل ستائش ہے کہ ہر سال چھپر درست کرنے آتا مگر کبھی اپنی زبان سے کچھ نہیں مانگا۔ گو اسکی زبان خاموش تھی، مگر دل میں جو طوفان برپا تھا وہ کسی اللہ کے ولی سے پوشیدہ نہ رہ سکا، آخر اسکی دلی کیفیت کو بھانپتے ہوئے آپؒ نے خود اپنی عطا کا دروازہ کھول دیا، اور کالی داس ایک بیٹے کا باپ بن گیا۔

☆نواں لڑکا

عبدالقادر قلعے دار جانثار غلاموں میں سے ایک تھے۔ تھے تو بھروچ کے رہنے والے مگر زیادہ قیام بمبئی میں رہتا تھا، جب بھی بیوی حاملہ ہوتی عبدالقادر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے "لڑکا پیدا ہو"، مگر

حضرت ''ہوں'' فرما کر خاموش ہو جایا کرتے، عبدالقادر کو ایک کے بعد ایک آٹھ لڑکیاں ہوئیں، آٹھویں لڑکی کے بعد جب بیوی حاملہ ہوئی تب عبدالقادر احمد آباد پہنچے حضور کی قدم بوسی کے ساتھ اتنا گڑگڑا کر آنسو بہائے کہ معلوم ہوتا تھا کہ سخت ترین مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں، جب حضرت نے دریافت فرمایا: ''عبدالقادر! اتنا کیوں رو رہا ہے؟'' عبدالقادر نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ عرض کیا حضور! آپؒ کے کرم سے ہر وقت میں محروم رہا ہوں ایک کے بعد ایک آٹھ لڑکیاں ہوئیں اور لڑکیوں سے ہی گھر بھر گیا، اگر مجھے لڑکا نہیں دینا چاہتے تو آٹھوں لڑکیوں کو لڑکا بنا دیجئے، یہ تو آپؒ کر سکتے ہیں؟'' آپؒ یہ سُن کر خوب ہنسے اور قہقہہ لگاتے ہوئے فرمایا ''بے صبرے! اتنا بے چین نہیں ہوا کرتے، لڑکیوں کو لڑکا بنا کر مضحکہ پیدا کرنا چاہتا ہے، دیوانے! اللہ کی عنایت قابلِ شکر ہوا کرتی ہے نہ کہ قابلِ شکایت اِنشاءاللہ تعالیٰ اَب کے بار لڑکا ہی ہوگا، نواں لڑکا پا کر عبدالقادر، اُنکی بیوی اور تمام خاندان کو جو خوشی محسوس ہوئی اِسکا سلسلہ کئی دنوں تک چلتا رہا۔

☆اللہ تجھے دولت دے گا

دھاڑی سرا، تعلقہ دہگام، میں رہنے والے، جین قوم کے رشیک لال واڈی لال کی شادی ''شاردا'' کے ساتھ ہوئی تھی۔ شادی کو چودہ سال گزر چکے تھے ڈاکٹر، حکیم، وید، اور سنت گروہ، مہاتما، وغیرہ غرض کے سارے اُلٹ پھیر کر لینے کے باوجود اُسکی گود ہری نہ ہو سکی۔ کسی نے نصیر باغ کا پتہ بتایا، رشیک لال اپنی بیوی شاردا کو لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے، با چشمِ نم

اپنا دکھڑا سنایا، سب کیفیت سن لینے کے بعد آپؒ نے فرمایا: اللہ تجھے دولت دے گا، رشیک لال اِس ارشاد کے رمز کو نہ سمجھ سکے اور اصرار کرتے رہے، آپؒ نے زور دے کر دے دیا، ایک سال بعد دونوں ماں باپ حاضرِ خدمت ہوئے اور ایک بچی کو آپؒ کے قدموں میں ڈال دیا حضرت نے عمر درازی کی دعا دی۔ اس خاکسار نے رشیک لال کو سمجھایا کہ حضرت نے فرمایا تھا "اللہ تجھے دولت دے گا" اور دولت لکشمی کو کہتے ہیں، بس یہ وہی دولت ہے، جو اللہ نے تجھے دی ہے۔

☆اللہ تمہاری خواہش پوری کریگا

حضرت نصیر میاں "کشمیر تشریف لے گئے تھے، بہت سے مرید بھی ساتھ تھے۔ اُس وقت اُپنے آپ "کو چھپانے کے لیے شکاری لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، ایک بزرگ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے بعد واپس ہونے لگے تو ایک شخص نے آپؒ کے پیر پکڑ لیے، اور کہا، بہت دِنوں سے اِس مزار پر آتا ہوں، آج میری مراد پانے کا دِن آ گیا۔ آپؒ نے دریافت فرمایا: یہ کس نے تم سے کہا کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں، "میں ایک شکاری ہوں صاحب مزار سے التجا کر" اس نے کہا، "حضور! صاحب مزار نے ہی بشارت دی ہے"، ایک صاحب حیثیت ایسی وضع قطع میرے مزار پر فاتحہ خوانی کو آئیں گے اُنکو پکڑ لینا وہی تیرا کام بنائیں گے۔ آپؒ بالکل وہی ہیں جو صاحب مزار نے فرمایا تھا، میں بے اولاد ہوں مجھے لڑکا عطا فرماؤ، بابو صاحب مزار نے مجھے آپکی "ولایت کا پورا یقین دلایا ہے۔

"میں نہیں ہٹونگا جب تک آپؒ میری دستگیری نہیں فرماؤ گے"۔

آپؒ نے فرمایا: "اللہ تمہاری خواہش پوری کرے گا"۔

☆بخار کا اُترنا

حاجی محمد شفیع اور ڈاکٹر

جب کسی کو بزرگی کی ذات سے وابستگی اور اُسکی بزرگی کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ شخص کسی حادثے کے وقت اپنے یقین کے بھروسے پر اتنا اٹل ہو جاتا ہے کہ اسکا کہا پورا ہو کر رہتا ہے۔

چنانچہ حاجی محمد شفیع بن حاجی محمد حسین منشی کی لڑکی صادقہ بی بی شدید بخار میں مبتلا تھی، جب چار روز اسی حالت میں گزر گئے، تب ڈاکٹر نے کہا، "ٹائیفائیڈ" ہو گیا ہے اپنے وقت پر ہی یہ بخار اُترے گا، مگر محمد شفیع نے ڈاکٹر کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ کل یہ بخار اُتر جانا چاہیے، ڈاکٹر نے کہا بیماری آپ کی مرضی کے تابع نہیں ہو سکتی آپ چاہے سو کہہ لیں مگر بخار کل تو کیا اور پندرہ بیس دن تک بھی نہیں اُترے گا، تب محمد شفیع نے حضرت نصیر میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ اور عرض کیا آپؒ نے فرمایا: "ڈاکٹر کی رائے سچی ہے، ٹائیفائیڈ مدتی بخار ہوا کرتا ہے، اپنا وقت پورا کرنے کے بعد وہ خود بخود نارمل ہو جاتا ہے، مگر اللہ کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں ہوتی، اگر وہ بیماری دے سکتا ہے تو شفاء دینا بھی اُسکے اختیار کی بات ہے، یہ نقش لے جا اور لڑکی کے گلے میں باندھ دے، انشاء اللہ تعالیٰ بخار اُتر جائے گا۔ نقش باندھنے کے تھوڑی دیر بعد سے بخار میں کمی ہوتی گئی اور صبح تک بالکل نارمل ہو گیا۔ جب ڈاکٹر نے اُس لڑکی کو دیکھا تو حیرت کے ساتھ بولا! اس بخار کا کم ہو جانا کسی ڈاکٹر کے علاج سے ممکن نہیں کچھ اور ہی بات ہے، "جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں" محمد شفیع نے لڑکی کے گلے میں باندھا ہوا تعویز بتا کر کہا" ڈاکٹر جس چیز کو تم ناممکن سمجھ

رہے ہو، وہ بات اس تعویذ نے ممکن بنادی، شام کو یہ تعویذ گلے میں ڈالا اور صبح تک بخار نارمل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر نے تعویذ والے کا نام پوچھا اور وہ سن کر بولا ''ایسی مہاشکتی رکھنے والے مہاتما پرش ہی ایسے دشوار کام کر سکتے ہیں''۔

☆ ''جسے پیا چاہے سو سہاگن''

حاجی عبدالقادر محمد ابراہیم قلعے دار کی صحت یابی کا واقعہ اپنے ساتھ ایک انوکھا پن لیے ہوئے ہے۔ ڈاکٹروں کے علاوہ خاندان والے اور دوست احباب بھی اُنکی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ واقعہ اسطرح ہے: عبدالقادر اپنے چار دوستوں کے ساتھ دریا نربدا کے کنارے موٹر میں تفریح کر رہے تھے، بارش کا موسم تھا، بھروچ کی زمین کالی ہونے کی وجہ سے تھوڑا پانی بھی راستے کو دلدل بنادیتا ہے۔ ایک مقام پر بارش کا پانی بہنے کی وجہ سے سڑک کٹ گئی تھی، اس کٹاؤ سے بچانے کے لیے عبدالقادر نے جیسے ہی اسٹیرنگ موڑی کہ اُنکے بازو میں بیٹھے ہوئے دوست نے ہینڈ بریک کھینچتے ہوئے کہا کیا کرتے ہو؟ عبدالقادر دیکھ رہے ہو یہ گڑھا، اسکے اندر موٹر لے جاؤ گے گاڑی اُلٹ جائے گی؟ عبدالقادر نے لاپروائی کے ساتھ دوست سے کہا ''سب کچھ دیکھ رہا ہوں کچھ نہیں ہوگا تم چپ چاپ دیکھتے رہو'' یہ کہہ کر عبدالقادر نے بریک کھول کر گاڑی پھیری، اُسکے ساتھ ہی پہیے سڑک سے نیچے اُتر گئے، اور موٹر اُلٹ گئی، ایک صاحب جلدی سے کود پڑے مگر دوسرے دو دوست زخمی ہوگئے، اسٹیرنگ لگنے سے عبدالقادر کو بہت زبردست چوٹ آئی اور وہ موٹر کے نیچے دبے رہے، یہاں تک کہ اُنکی سانس رکنے لگی، عبدالقادر کو یقین ہوگیا کہ اب اُنکا بچنا محال ہے، اس لیے اُنھوں

نے کلمہ، قل ھو اللہ اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا، اُنکے ساتھ اُنکے شیخ نصیر میاں کو پکارنے لگے اللہ کی قدرت کا عجیب کرشمہ پیش آیا خود بخود موڑ پلٹ کر سیدھی ہو گئی، ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے اُٹھا کہ سیدھی کر دی ہو۔ اُنکے دوست اور بھی جو کود پڑے تھے، اُنھوں نے مل کر عبد القادر کو اُٹھانے کی کوشش کی مگر وہ بالکل کھڑے نہ ہو سکے، کود پڑنے والے دوست فوراً دوڑ کر تانگہ لے آئے اور سوار ہو کر گھر پہنچے۔ سول سرجن اور ایک ڈاکٹر کو فوراً بلایا گیا۔ بھائی یوسف قلعے دار اور اسماعیل قلعے دار کو بمبئی سے فوری بلائے گئے، ڈاکٹروں نے بڑے غور سے اور بڑی دیر تک معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ چوٹ اتنی شدید ہے کہ مرنے کا امکان زیادہ ہے، اور جینے کا کم ہے۔ عبد القادر بے ہوش تھے، اور چار روز تک اُنکی بے خبری میں پڑے رہے۔ عبد القادر کے چھوٹے بھائی یوسف اُس وقت پونا میں تھے، اور حضرت نصیر میاں چشتیؒ بھی اُنکے پاس وہاں پونا میں تشریف فرما تھے۔ چھوٹے یوسف بھائی کا بیان ہے کہ ”جس روز یہ حادثہ وقوع میں آیا اُس روز عصر کے وقت سرکار باتیں کرتے کرتے ایک دم اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور تیزی کے ساتھ ٹہلنے لگے، چہرہ سرخ اور متفکر ہو گیا، آپؒ فوراً سورت تشریف لے آئے چھوٹا یوسف بھروچ گیا اور وہاں سے سورت پہنچ کر پانی یا تعویذ طلب کیا، آپؒ نے فرمایا: کسی چیز کی ضرورت نہیں، میں خود آج آ رہا ہوں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ بھروچ پہنچے اور ناتواں قریب المرگ عبد القادر کو کھڑا کر دیا، عبد القادر رونے لگا، آپؒ نے فرمایا کیوں رو رہا ہے، تیری صحت چند ہی روز میں اچھی ہو جائے گی اور تو مجھے بمبئی آ کے ملے گا۔

عبدالقادر کا ایکسرے لیا گیا تو معلوم ہوا کہ کچھ پسلیاں بالکل ٹوٹ گئی تیں بازو میں کریک آ گئی ہے، اور باقی ختم ہو گئی ہیں۔ بھائیوں نے اُن کو بمبئی لے جا کر ڈاکٹر "پاؤل" کے پاس رجوع کیا جو اُس وقت بمبئی کا بے مثل ڈاکٹر تھا۔ خود نصیر میاں چشتی" بھی مریض کے ساتھ ڈاکٹر کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ باہر موٹر میں بیٹھے رہے ڈاکٹر نے ایکسرے دیکھ کر کہا کہ اس مریض کو دُنیا کی کوئی قوت تندرست نہیں کر سکتی، اسکا زندہ رہنا تعجب ہے، اسکا علاج اُسی سے کراؤ جس نے یہ کرامت دکھائی ہے۔ ڈاکٹر نے ایکسرے واپس کرتے ہوئے کہا "یہ لیجئے سیٹھ! اسکا علاج میرے بس کی بات نہیں۔ آخر وہ مریض جسکا یہ ایکسرے ہے کیا اُس کو میں دیکھ سکتا ہوں۔ یعقوب سیٹھ نے سامنے بیٹھے ہوئے عبدالقادر کو بتایا اور کہا، "ڈاکٹر! وہ مریض یہ ہے، جس کو آپ دیکھنا چاہتے ہو" یہ سنکر ڈاکٹر پاؤل اُچھل پڑا، پھٹی ہوئی آنکھیں اور تعجب خیز لہجے میں پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو سیٹھ!" یعقوب سیٹھ نے کہا "یہ بالکل سچ ہے ڈاکٹر! یہ حادثہ ہونے کو دو ماہ ہو چکے ہیں یہ اچھا ہو گیا ہے مگر کچھ درد اب بھی ہوتا ہے، اس لئے تمھارے پاس لے کر آئے ہیں، ڈاکٹر عبدالقادر کو آپریشن تھیٹر میں لے گیا، مشاہدہ کرنے کے تمام طریقوں کو عمل میں لا کر جانچ پڑتال کرنے کے بعد ڈاکٹر پاؤل نے سیٹھ یعقوب سے کہا، میں اب بھی یہ یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ یہ ایکسرے اِسی شخص کا ہے، ایکسرے سے یہ ظاہر ہے کہ حادثے کے وقت ہی اسکی موت واقع ہو جانی چاہیے تھی، کسی وجہ سے اگر اس کو موت نہ آ سکی تو بستر پر لٹاتے ہی اِسکی روح پرواز کر جانی چاہیے تھی۔ اور تم کہتے ہو کہ پونے دو ماہ

گزر گئے ہیں۔ سیٹھ میں کہتا ہوں کہ زمین تو کیا آسمان پر سے بھی کوئی اُتر آتا تو بھی اس کو جلا نہیں سکتا تھا۔ اَچنبھا ہے! شعبدہ ہے! یا یہ کرشمہ ہے! میری رائے یہی ہے کہ جہاں تم پونے دو ماہ گزار چکے ہو، وہاں اَب بھی اِس کو اُسی کے حوالے کرو، جو اِس وقت تک مریض کو جلا تا رہا ہے۔ ڈاکٹر کا علاج اسوقت ایک کھیل ہوگا اور روپیہ اینٹھنے کی کوشش ہوگی باقی فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ اُس علاج کرنے والے کو پکڑو جس نے اِس مریض کو بچایا۔

ٹوٹی ہوئی، کریک پڑ چکی ہوئی اور مڑی ہوئی پسلیاں صرف پھونک مار مار کر بغیر کسی دوا کے درست ہوگئیں، ورنہ ڈاکٹر پاؤل نے جو رائے دی ہے وہ بالکل سچی ہے، اللہ بہتر جانتا ہے، کہ اِس پھونک میں کیا اَثر تھا جو ٹوٹی ہوئی پسلیاں خود بخود جڑ گئیں۔ بہر حال عبدالقادر سے پیرومرشد کو اُنس تھا وہ تو ظاہر ہے کہ آپؒ بانفسِ نفیس بھروچ تشریف لے گئے، اور پھونک مار مار کر مرنے والے کو بچالیا۔ آپؒ کی ایک بہت بڑی نوازش تھی کہ آپؒ خود اُن کے لئے بمبئی تشریف لے گئے۔ یہ کہاوت سچی ہے،

"جسے پیا چاہے سو سہاگن"۔

☆ گوند اب تو اچھا ہو جا

احمد آباد میں گل بائی کے ٹیکرے پر رہنے والے گوند چھٹا بیلوں کا بڑا بھاری بیوپاری تھا۔ ایک روز بیٹھے بٹھائے اُس کے تمام بدن میں ایسی جلن شروع ہوئی جیسے کسی نے آگ لگادی ہو، کھانا، پینا، سونا حرام ہوگیا۔ علاج شروع کیا گیا۔ پہلے ڈاکٹر کی دوا شروع کی آگ میں کمی نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر نے

ایکسرے لیا اُس میں بھی کوئی خرابی نظر نہیں آئی، وید کی دوا کرنے پر بھی تکلیف میں کمی نہیں ہوئی۔ مُلّا سے تعویز لاکر پلائے گئے، جلن اور تیز ہوگئی کسی طرح گوند کو آرام نصیب نہ ہوسکا، بلکہ تکلیف بڑھتی گئی، جب اُسکی بھلائی کا وقت آیا تو ایک بیوپاری محمد حسین گوند کو اپنے ساتھ لے کر نصیر باغ حاضر ہوا۔ حضرت نے پانی دم کرکے اُسے دیا، اور فرمایا: کہ "قے (اُلٹی) میں جو کچھ نکلے اُس سے گھبرانا نہیں، پھر میرے پاس لانا" حضرت کے اِرشاد کے مطابق اُسکو پانی پلایا گیا، دوسری مرتبہ پانی پلایا تو اُلٹی ہوئی، کچھ چکنا پانی اور خون نکلا۔ تیسری مرتبہ، پانی پلایا گیا تو پھر قے ہوئی، گوشت کا ایک ٹکڑا نکلنے کے بعد سے اُس کو تھوڑی سی نیند آنے لگی، پانی کی چوتھی خوراک دی گئی تو وہ رات بھر اور صبح بارہ بجے تک گہری نیند سوتا رہا، بارہ بجے کے بعد اِسکو اُٹھایا گیا کیونکہ حضرت نے اُنھیں بلایا تھا، جب اُٹھا تب اِس نے کہا اَب میں بالکل تندرست ہوں۔

باوا نے مجھے سپنے میں کہا، کیوں گوند اَب تو تو اَچھا ہے نا؟ اگر یہ چیز تیرے بدن سے خارج نہ ہوتی تو تیرا بچنا محال تھا، جو کچھ بلا تھی وہ دور ہوگئی۔ گوند اور اُس کے بھائی نصیر باغ حاضر ہوئے، قبلہ عالم ؒ نے فرمایا: اَب اِس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اِس کو لے جاؤ اور گوند کی طرف دیکھ کر فرمایا "اَب تو دھندا چالو کردے"۔

اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے، بعض باتیں ایسی ہوجاتی ہیں کہ عقل سے دور ہوتی ہیں، کسی کی اُلجھن دور ہونے کے لئے جو سبب پیدا ہوتا ہے وہ بڑے اَچنبھے کی بات ہوجاتی ہے بزرگوں کی ہر بات کرشمہ ہوتی ہے۔

☆سات سوئیوں کو نکالنا

حضرت جب شولا پور پہنچے تو بہت سی مشکلوں کو حل کرنے کے سوا ایک عجیب قصہ پیش آیا۔ ایک شخص اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوا، بیان کیا کہ اس لڑکی کی منگنی ہو چکی تھی، مگر جس کے ساتھ منگنی ہوئی تھی وہ لڑکا بہت غریب تھا، ابھی شادی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوسرا پیام آیا جو مالدار تھا، لڑکی حسین تھی اس لیے مالدار لوگوں نے شادی کی کوشش کی تھی اور ہم بھی راضی ہو گئے، پہلی منگنی منسوخ کر کے اس لڑکے کے ساتھ منگنی کی گئی، شادی کی تیاریاں ہونے لگی اس کے بعد ہی سے ہر جمعرات اور پیر کو ٹھیک چراغ جلنے کے وقت لڑکی کے جسم میں درد ہوتا اسکو ایسا محسوس ہوتا جیسے سوئیاں چبھائی جا رہی ہوں، یہ ایسی تکلیف تھی کہ لڑکی بالکل لاغر ہو گئی، اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ زیادہ روز رہنے والی نہیں۔ آپؒ نے یہ کیفیت سن کر اس پر کچھ پڑھ کر دم فرمایا، لڑکی کو ایک جگہ بہت سخت تکلیف ہونے لگی، اس تکلیف کی جگہ آپؒ نے ہاتھ لگایا تو آپؒ کے ہاتھ میں ایک سوئی آ گئی، اس طرح پڑھ کر دم کرتے گئے اور جس جگہ تکلیف بڑھ جاتی اس جگہ پر آپؒ اپنا ہاتھ لگا دیتے تھے تو ہاتھ میں ایک سوئی آ جاتی تھی۔ اسی طرح سات سوئیاں اس کے جسم میں سے نکلی، اس کے بعد لڑکی کو سکون ہو گیا۔ شولا پور میں رہنے والوں کا فیض احمد آباد میں رہنے والے بزرگ کی زبان سے وابستہ تھا، جس غریب لڑکے کے ساتھ پہلے منگنی ہوئی تھی تو اس لڑکے نے اپنی بے عزتی سمجھی اور یہ شادی روکنے کے لیے اس لڑکے نے جادو کروا کر یہ سوئیاں اس کے پیٹ میں اتروائی تھیں، اگر یہ صاحب دل ہستی لڑکی کو نہ ملتے تو اسکی زندگی

اَدھیرن ہو جاتی عمر بھر تکلیف میں مبتلا رہتی، اُسکا جینا مرنا دونوں برابر تھا، مگر اللہ نے اِس پر بڑا فضل فرمایا: اور اس بزرگ ہستی کے ذریعے اِس لڑکی کو دوبارہ زندگی نصیب فرمائی اور ساتھ میں سکون بھی عطا فرمایا۔

☆مرگی کا مرض صحیح ہونا

حضرت قبلہ نصیر میاں صاحبؒ کی خدمت میں آنے والے ہزاروں قسم کی بیماری والے صحت یاب ہوتے رہے۔ ''چھاسرا'' تعلقہ آسود کا محمد عیسیٰ علی اور عائشہ بنت یعقوب، بیرم گاؤں کی رہنے والی کو مرگی (کھینچ) کا مرض اِس قدر شدید تھا کہ ہر قسم کے علاج کے بعد بھی اِن دونوں کو کوئی اِفاقہ نہیں ہوا۔ دونوں برسوں سے اِس مرض میں مبتلا تھے۔ دونوں کے ماں باپ اپنی حیثیت سے زیادہ دوا میں روپیہ صرف کر چکے تھے، اور مفلسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اِن دونوں کے ماں باپ کو کسی نے حضرت نصیر میاںؒ کی فیض رسانی کا حال بیان کیا چھاسرے ابراہیم محمد اسماعیل، عیسیٰ علی کو لے کر اور بیرم گاؤں سے یعقوب عائشہ کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور دونوں نے اپنی مجبوری کی حالت سناتے ہوئے حضرت سے کرم کرنے کی درخواست کی، قبلہ عالم نے تسلی دی اور فرمایا یہ پانی پلایا کرو، اللہ شفاء عطا فرمائے گا۔ یہ ایک بوتل میں اگر آرام نہ ہو تو دوسری بوتل لے جانا، یہ ایک ہی بوتل کافی ہے۔ حضرت کے فرمان کے مطابق عائشہ اور محمد عیسیٰ علی دونوں تندرست ہو گئے۔ ابراہیم چھاسر والے عیسیٰ علی کو لیکر اور یعقوب عائشہ کو لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے قدموں میں دونوں کو ڈال کر عرض کیا اگر آپؒ کی خدمت میں ہم اِن

بچوں کو لے کر حاضر نہ ہوتے تو خود بیماروں کے ساتھ ہماری زندگی دشوار ہو جاتی، آپؒ کے کرم نے اُن کی بیماری اور ہماری زندگی پر بڑا احسان فرمایا ہے دونوں نے نذر پیش کی مگر اُنکی غربت کی وجہ سے آپؒ نے وہ نذر قبول نہیں فرمائی۔

☆عدالتی معاملہ

بزرگوں کے معاملات بڑے عجیب ہوتے ہیں، بعض وقت معمولی بات کو اِسطرح ٹال دیتے ہیں، جیسے بہت ہی اہم کام ہو، یا یہ کہ اُنکی قوت سے باہر ہو۔ اور بعض وقت جب یہ چاہتے ہیں تو حاکم کا قلم اور حکومت کا تختہ اُلٹ دینے میں تامل نہیں فرماتے۔ دہلی چھلے میں رہنے والے حاجی محمد حسین غلام رسول پر ڈگری کی تعمیل کرنے کے لیے بیلیف گھر پر آئے، اور اپنے رعب و دبدبے میں آکر بغیر اجازت گھر میں گھس گئے۔ محمد حسین اُنکی اِس حرکت پر آپے سے باہر ہو گیا، اور غصے کی حالت میں بیلیف کو مار پیٹ کرکے گھر سے باہر نکال دیا۔ اُس نے بے عزتی کے لیے فوجداری عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ محمد حسین اپنے کیے پر افسوس کرتے ہوئے بہتر سے بہتر وکیلوں سے اور دوسرے مشہور لوگوں سے مشورہ لینے لگے، لیکن سب لوگوں نے یہی رائے دی کہ تمہیں کامیابی نہیں ہوگی، اور سزا بھگتنی پڑے گی۔ فقیر محمد حضرت نصیر میاںؒ سے بیعت تھے اور اُن کو آپؒ سے والہانہ عقیدت و محبت اور لگاؤ تھا۔ اپنے پیر کی قوت پر بڑا ناز تھا۔ جب محمد حسین نے اپنے بھائی فقیر محمد کو وکیلوں کی رائے سنائی تو فقیر محمد نے کہا، "کہ بھائی تمہیں میں اپنے جج کے پاس لے چلتا ہوں، اُن کے سامنے دُنیا کی طاقتیں سر جھکا دیتی ہیں"۔ فقیر محمد اپنے بھائی کو لے کر حضرت نصیر میاںؒ کی خدمتِ فیض

درجات میں حاضر ہوئے۔ سرکار اس وقت حضرت جمال الدین جمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے بازو میں آئے ہوئے باغ و بہار بنگلے میں تشریف فرماتے، فقیر محمد نے تفصیلی کیفیت عرض کی، فرمایا "محمد حسین نے بیلیف کو خوب پیٹا برا کیا" فقیر محمد نے عرض کیا اب جو کیس فوجداری میں چل رہا ہے اُس میں بچالینا حضور والا کے ایک ادنیٰ اشارے کی بات ہے۔ یہ سچ ہے کہ محمد حسین نے غلطی کی ہے، لیکن آپؒ کی بارگاہ سے اسکو معافی مل جائے تو پھر اسکو کوئی سزا دے نہیں سکتا۔ آپؒ کی بندہ نوازی پر فخر کرتا ہوا خدمت میں آیا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکو سزا ہو جائے تو اس خاندان کو جو عزت آپؒ کے تصدق سے نصیب ہے وہ خاک میں مل جائے، آپؒ نے کلے کی اُنگلی سے کچھ لکیریں کھینچ کر مٹا دیں اور فرمایا "یہاں سے سیدھا عدالت چلا جا! محمد حسین نے کہا" عدالت کا اُبھی وقت نہیں ہوا، جج صاحب ساڑھے بارہ بجے مقدموں کی سماعت کرتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا "وہ جو کچھ ہے وہ ہوگا، لیکن آپ وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں"۔ فقیر محمد نے اپنے بھائی کو ٹوکا اور کہا "یہاں حجت اور دلیل سب بیکار ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر حالت میں حکم کی تعمیل کریں"۔ فقیر محمد اُپنے بھائی کو لے کر عدالت پہنچے۔ اُس وقت گیارہ بج کر بیس منٹ ہو چکے تھے۔ خلافِ معمول جج صاحب نے ساڑھے گیارہ بجے اجلاس شروع کیا، اور سب سے پہلے محمد حسین کے مقدمے کی سماعت شروع کی، بیلیف وغیرہ غیر حاضر تھے، دعویدار اور اُس کے وکیل بھی نہیں تھے، تاہم عدالت عالیہ نے پھر بھی مدعی سے یعنی محمد حسین کا بیان لیا اور اُسی وقت اِس کو بری ہونے کا فیصلہ سنا دیا۔ تمام لوگ حیرت کر رہے تھے کہ یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔ بہر حال فقیر محمد کی عزت آبرو بچائی تھی

اس لیے حاکم نے جو کچھ کیا وہ کسی مافوق اللہ والے قدرت کی کرشمہ سازی تھی کر سزا دینے کے بجائے جج صاحب نے بری فرما دیا۔

☆ایک رات میں تندرست

بزرگوں کی مرضی کے خلاف کام کرنا بھی بُرا ہے، خصوصاً مرید اپنے شیخ کی بات ٹال کر ضد کرتے ہیں، تو زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت اپنی ضد، اُن کا غصہ کام بگاڑنے کی بجائے سنوار دیتا ہے۔ علی خان حسن خان اپنی بیوی کو لے کر حضرت کی خدمت میں آئے جو سر سے پیر تک پھول گئی تھی (سوجن چڑھی ہوئی تھی) مریضہ نے قدموں میں گر کر گڑگڑاتے ہوئے عرض کیا "اِس حالت میں چھ ماہ گزر گئے ہیں اَب اُس وقت تک میں آپ" کو نہیں چھوڑونگی جب تک میں صحت نہ پاؤں یا مجھے موت آجائے، آپ" نے فرمایا: اِتنے دِن کہاں رہی؟ مریضہ نے عرض کیا" بدنصیبی کے دِن کاٹ رہی تھی، آج نصیب نے زور لگایا تو آپ" کے قدموں پر آپڑی ہوں۔ آپ" نے فرمایا" اچھی ہوجائے گی!۔" مریضہ نے ضد کرتے ہوئے عرض کیا" ایسی تسلیوں سے میں تندرست نہیں ہوسکتی، میں نہ آسکی مگر آپ" بھی مجھے بھول گئے؟" آج یہ تہیہ کرکے آئی ہوں یا تو اچھی ہوکر جاؤنگی، یا قدموں میں دم توڑدونگی" آپ" نے فرمایا" دم توڑنے کی ضرورت نہیں" میں کہتا ہوں اچھی ہوجائے گی۔ مریضہ نے کہا چھ ماہ تک مُردوں کی طرح زندگی گزاری ہے اب آپ" مجھے اِنتظار کی گھڑیوں میں مت ڈالیے۔ آپ" کو یہ الفاظ کچھ ناگوار گزرے، لیکن وہ بھی اٹل اِرادہ کرکے آئی تھی، اِس لیے اُس نے عرض کی جو کچھ بھی میں نے کہا ہے وہ مجھے نہیں

کہنا چاہیے تھا، یہ میں جانتی ہوں مگر ایک تو زندہ در گور ہوں، اور دوسرا آپؒ کی بزرگ شخصیت پر مجھے کامل بھروسہ ہے، اگر آپؒ چاہتے ہیں کہ مجھے سزا دیں تو جو چاہو وہ سزا دیں، "اگر نہیں چاہتے تو فرمایئے کہ کتنے روز میں اچھی ہو جاؤں گی"۔ آپؒ نے فرمایا "تو کتنے دن میں چاہتی ہے؟" مریضہ نے کہا "زیادہ سے زیادہ تین دن" آپؒ نے فرمایا "جا تین روز میں اچھی ہو جائے گی" مریضہ قدم چوم کر گھر لوٹی، رات کو آپؒ تشریف فرما ہوئے، اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا: چل میرے ساتھ! میں ساتھ ہو گئی پھر ایک کنویں کے پاس لے جا کر پوچھا اس میں کتنا پانی ہے؟ میں نے جھک کر نظر دوڑائی کنواں پانی سے لبریز ہے بابا! آپؒ نے اس کنویں میں مجھے ڈال دیا، دو غوطے دینے کے بعد باہر نکال لیا اور فرمایا: اب سب کچھ دور ہو گیا، جب صبح ہوئی تب بدن پر کوئی سوجن نہیں تھی طبیعت کو فرحت تھی۔ دیکھنے والے تعجب کر رہے تھے۔ ایک رات میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا، سب سے زیادہ ڈاکٹر کو حیرت تھی کہ ایک رات میں کیسے تندرست ہو گئی۔

☆پھوڑے کا نام ونشان مٹنا

بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ اِنکا کوئی علاج نہیں، اگر ہے بھی تو بیمار کو بالکل صحت یاب ہونا ممکن نہیں، مگر اللہ والوں کی زبان ایسے ایسے کام کر جاتی ہے کہ دنیا والے دیکھ کر ششدر رہ جاتے ہیں، دریا پور احمد آباد کے رہنے والے حسن خان امام خان کی پیٹھ میں ایک پھوڑا ہو گیا تھا، ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ بغیر آپریشن کے اُنکا ٹھیک ہونا ممکن نہیں۔ یہ پھوڑا بہت زہریلا اور جان لیوا ہے۔ مریض کا پھوڑا آپریشن کرنے کے بعد بھی بہت کم اچھا ہوتا ہے۔ حسن

خان ہر طرف سے مایوس ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، خوب آنسو بہائے اور اپنی داستان سنائی۔ اور عرض کی کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب بچنا محال ہے وہ روتا رہا، آپؒ مسکراتے رہے، پھر فرمایا: اپنی قمیض اُتار میں بھی تیرا پھوڑا دیکھوں؟ حسن خان نے قمیض اُتاری، آپؒ نے پھوڑا دیکھا اور فرمایا روتا کیوں ہے؟ "یہ پھوڑا اچھا ہو جائے گا" آپؒ نے اُس پھوڑے پر کچھ پڑھ کر دم فرمایا اور کہا، یہی تیرا علاج ہے، فکر مت کر تجھے صحت ہو جائے گی حسن خان اپنی موت کو سامنے دیکھ کر آنسو بہا رہا تھا وہ اُپنے پیر کی زبان سے اُچھے ہو جانے کا ارشاد سن کر ہنس پڑا اور خوشی خوشی گھر پہنچا، رات کو حسن خان نے دیکھا کہ حضرت ایک دو مریدوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں، اور حسن خان کو آواز دے کر فرمایا: "حسن خان اُٹھ! میں تیرے لیے دوا لایا ہوں" یہ کہہ کر آپؒ نے اپنی انگلی بدن میں اِس طرح چبھائی جس طرح اُنجیکشن لگایا جاتا ہے اور کہا "بس اب تو بالکل اُچھا ہو جائے گا" حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ چند روز میں ہی اچھا ہو گیا اور پھوڑے کا نام ونشان باقی نہ رہا، دنیا دیکھ کر دنگ رہ گئی، ڈاکٹر کو حیرت تھی، لیکن حسن خان نے اپنے پیر کی کرم نوازی اور کرامت کہہ سنائی۔

☆میرے آقا کی دستگیری

ڈوبنے والے کو تیرانا، تیرانے والے کو ڈبونا ان لوگوں کا کھیل ہے، کہیں بھی ہوں اگر سچے دل سے اپنے شیخ کو پکارا جائے تو حضرت وہاں پہنچ کر اُسکی دستگیری فرماتے ہیں۔ نواب صاحب تیجین اور نواب صاحب لوہاروں نے اپنے چند احباب کے ساتھ کشتیوں میں بیٹھ کر تفریح کرنے کا

پروگرام بنایا، حسنہ بائی اور شاہجہاں بھی اس محفل میں شریک تھے، حسنہ بائی پانی سے بہت گھبرایا کرتی تھی، اِس لیے اس نے کشتی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا، خوف کے مارے وہ موٹر سے نیچے نہیں اُتری، اُسکی نظر ساحل پر پڑی، اُس نے دیکھا کہ سرکار نصیر میاںؒ ہاتھ کا اشارہ فرما کر اسکو کشتی میں سوار ہونے کی ہدایت فرما رہے تھے، حسنہ بائی یہ حکم ٹال نہ سکی، خاموشی کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گئی، کشتی میں گانے بجانے کی محفل شروع ہوئی۔ نواب لوہاروں ہارمونیم بجا رہے تھے، سکھاؤ یعنی (نو آموز) ہونے کی وجہ سے اُنکی انگلیاں ٹھیک سروں پر نہیں چل رہی تھی، شاہجہاں خاموش نہ رہ سکے، بے ساختہ مسکرا دیئے۔ نواب صاحب نے غصہ میں آ کر ایک چانٹا رسید کیا اور ریوالور نکال رہے تھے کہ نواب صاحب کے سالے نے بیچ بچاؤ کر کے ریوالور چھین لیا، اور فوراً گانا شروع کروا دیا، یہ بلا ٹلی تھی کہ کشتی چلانے والے نے عرض کیا کہ کشتی اپنی جگہ سے کھسک نہیں رہی ہے۔ تمام کوشش بیکار گئی، سب یہ سوچنے لگے کہ خاموش سمندر ہے، اور بوٹ پھنس جانے کا کیا سبب ہے۔ لیکن کوئی سبب معلوم نہ ہو سکا۔ سب کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا، حسنہ بائی دوپٹے میں منہ چھپا کر گڑ گڑائی اور عرض کرنے لگی، "حضور آپؒ مجھے کشتی میں بیٹھنے کا حکم دیا، اَب ہماری کشتی مصیبت میں پھنس گئی ہے، اور ہم موت کے منہ میں ہیں مدد کرو باوا، اُسکے بعد حسنہ بائی اور سب بیٹھنے والوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی کشتی جو بہ مشکل دو گز کی ہوگی وہاں آئی اور ہماری کشتی کو اتنے زور سے دھکا لگایا کہ اُنکی کشتی آگے بڑھ گئی۔ جیسے ہی اُنکی کشتی آگے چلنے لگی تب وہ دو گز کی کشتی خود

خود غائب ہوگئی۔ حسنہ بائی نے لوگوں سے بیان کیا کہ یہ میرے آقا کی دستگیری تھی جو ہم زندہ بچ گئے ورنہ سمندر کی تہہ میں ہوتے۔

☆خبردار! ایسا نہ کرنا

عمر کا بڑا حصہ کسی کام کی کوشش میں گزارنے کے بعد بھی وہ کام پورا نہیں ہوتا، اور بعض وقت انسان مجبور ہو کر خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بہرام جی کی بیٹی گل بائی بمبئی میں اسٹار سینما کے پیچھے رہتی تھی۔ باپ بہرام جی زندگی بھر بیٹی کی شادی کرنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا، اور دُنیا سے چل بسا، گل بائی کی عمر بڑھتی جارہی تھی، اور کوئی اسکے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار نہ تھا، باپ کے مرنے کے بعد گل بائی کی آس اور ٹوٹ گئی، اب اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جینا بیکار ہے۔ ایک روز جس بلڈنگ میں رہتی تھی اُس پر سے کود کر جان دے دینا چاہتی تھی، مگر کسی نے آواز دی، "خبردار! ایسا نہ کرنا۔ میرے پاس احمد آباد چلی آ" گل بائی سوچتی رہی کہ مجھے مرنے سے روک کر اپنے گھر بلانے والا کون ہے۔ سوچتے سوچتے اس کو خیال آیا میرے باپ احمد آباد کے قاضی صاحب کا نام لیا کرتے تھے، ہو سکتا ہے کہ یہ وہی بزرگ ہوں۔ گل بائی احمد آباد پہنچ گئی، اور قاضی صاحب قاضی صاحب پوچھتی ہوئی، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئی، اُسکو دیکھتے ہی آپ مسکرادیئے اور فرمایا:

"جان پر کھیلنا دیوانہ پن ہے!" گل بائی نے یہ سن کر قدم پکڑ لیے اور کہا "جہاں موت کے منہ سے چھڑا لائے وہاں میری زندگی سنوارنا بھی آپؒ کے ہاتھ میں ہے"۔ آپؒ نے فرمایا: "گل بائی! تو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیاب

ہو جائے گی میری دعا ہے" گل بائی نے کہا بارہا سینکڑوں پیغام آچکے ہیں مگر بڑی عمر ہونے کے سبب شادی کرنے سے سب نے انکار کر دیا، آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں، مگر اب خود بخود ایک شخص آئے گا اور تجھ سے شادی کرنے کی التجا کرے گا، تو اقرار یا انکار سے پہلے سامنے بیٹھ کر اُس سے گفتگو کرنا۔ جب وہ تجھے بالکل مجبور کر دے تو قبول کر لینا۔ حضرت نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہی مسٹر زریان ملی موریاں نے گل بائی کو مجبور کر کے شادی رچائی۔

☆ایک پھونک نے کایا پلٹ دی

پانچ کنواں نئی مہلت میں رہنے والے عبدالغفور فروٹ مرچنٹ سحر (جادو ٹونا) کی بیماری میں مبتلا تھے، ہر قسم کی تکلیف ہوتی اور علاج کر کے اچھے ہونے کی بجائے بگڑتے ہی گئے۔ اس طرح سات سال گزر گئے، اور کوئی بھی اُن کی تکلیف دور نہ کر سکا۔ ایک روز عبدالرسول خدا نما شاہ کی درگاہ پانچ کنواں میں بیٹھے ہوئے تھے حالت ایسی بگڑی کہ بیہوش ہو گئے، صاحب مزار خدا نما شاہ (رحمتہ اللہ علیہ) نے کہا "غفور! یہاں آیا نہ کر تیرا علاج صرف نصیر باغ میں رہنے والے چشتی بزرگ کے پاس ہے۔ اُن کے سوا کوئی بھی تجھے اچھا نہیں کر سکتا" عبدالغفور نے کہا، "باوا نہ میں کبھی نصیر باغ گیا، اور نہ کسی چشتی بزرگ کو جانتا ہوں"، آواز آئی "جانے پہچانے کی ضرورت نہیں وہ اللہ کے ولی ہیں، وہاں کسی کی سفارش کی حاجت نہیں"۔ عبدالغفور درگاہ سے اُٹھا اور تلاش کرتا ہوا حضرت نصیر میاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، آپؒ نے دیکھتے ہی فرمایا "عبدالغفور تم آگئے؟" عبدالغفور کو حضرت کی زبان سے اپنا نام سن کر بڑا اچنبا ہوا، عرض کیا

"حضرت خدانما شاہؒ نے مجھے آپؒ کے پاس بھیجا ہے" یہ کہہ کر اُس نے سات سال کی سرگزشت بیان کی۔ آپؒ نے فرمایا "ہاں بھائی! تم بڑی تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ آپؒ نے اُسکے منہ پر ایک پھونک ماری اور فرمایا "اب تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مگر کل پانی لے کر آنا!" عبدالغفور نے عرض کیا "آپؒ کی ایک پھونک نے مجھے اچھا کردیا تو پانی لانا بیکار کی بات ہے۔ باوا میں اچھا ہوگیا، اور یقین ہے کہ اچھا رہونگا۔ اگر خدانخواستہ پھر کچھ ہوا تو پانی لے کر آؤنگا۔ برسوں گزر گئے عبدالغفور کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک پھونک نے انکی کایا پلٹ کر رکھ دی، حضرت خدانما شاہؒ بھی بڑے پائے کے بزرگ ہیں، مگر انھوں نے ایک دوسرے بزرگ کا راستہ غفور کو بتادیا۔ کیونکہ انکی تندرستی کا ذریعہ نصیر باغ میں تھا۔

☆بانو بی بی

بانو بی بی عبدالکریم کی بیٹی کو خناز گانٹھ کی بیماری تھی۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کی رائے دی۔ دو مرتبہ آپریشن ہونے کے باوجود پھر گانٹھ اُبھر آئی، گھر والوں اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق آپریشن کروانے کی نوبت آئی مریضہ نے خود آپریشن سے گریز کرنا چاہا اسکی وجہ یہ تھی، کہ دو مرتبہ آپریشن ہونے پر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تو اب آپریشن سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ بانو بی بی اس بیماری سے بیزار ہوگئی تھی۔ اسکے عزیزوں میں سے کسی نے نصیر باغ میں حضرت نصیر میاں چشتیؒ کے پاس جانے کا مشورہ دیا، اور بتلایا وہاں سے پانی پی پی کر ان گنت لوگوں کو شفاء ہوئی ہے، ہوسکتا ہے وہاں تیرا نہ مٹنے والا مرض جاتا رہے، بانو بی بی حاضرِ خدمت ہوئی اور اپنی بپتا سنائی کہ نہ زندوں میں ہوں، نہ

گردوں میں، آپؒ نے فرمایا: گھبرائیں، تو اچھی ہو جائے گی، حضرت نے اُس پر بھی دَم فرمایا اور پانی بھی پڑھ کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا: انشاء اللہ آٹھ روز کے بعد تجھے کوئی شکایت باقی نہیں رہے گی۔ یہی پانی پیا کر اور گانٹھوں پر بھی دو دو قطرے پانی کے لگایا کر۔ کئی سالوں کی تکلیف اُٹھانے کے بعد بانو بی بی ایک ہفتہ میں اُچھی ہوگئی عجیب بات ہے۔ پھونکا ہوا پانی پینے کی دوا بھی تھی اور گانٹھوں پر لگانے کا مرہم بھی تھا۔

☆ گھبراؤ نہیں

غلام نبی حسین بھائی کی بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ اتوار کے روز گھومنے نکلی، مگر اِس تفریح میں ایک ناگہانی مصیبت پیدا ہوگئی۔ غلام نبی کا داماد ایک ایسی حرکتیں اور باتیں کرنے لگا کہ دیکھنے والے لوگ اور خود اُسکی بیوی فکرمند ہوگئی۔ گھر واپس آنے تک تو وہ بالکل پاگل ہوگیا، سب گھر والے اُسکی یہ کیفیت دیکھ کر پریشان تھے، اور غلام نبی کی لڑکی حضرت نصیر میاںؒ کی تصویر کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی اور فریاد کرنے لگی تصویر سے آواز آئی "گھبراؤ نہیں وہ سنبھل جائے گا"، جیسے جیسے وہ لڑکی تصویر کے آگے گڑگڑاتی رہی ویسے ویسے اُسکی طبیعت اُچھی ہوتی گئی، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایسا ہوگیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ ہے بزرگوں کو خدا کی طرف سے ملی ہوئی طاقت، کہ اُنہیں پکارنے والے کو کتنی بھی دوری پر ہو آناً فاناً پہنچ کر مدد کرتے ہیں کیا یہ معمولی بات ہے کہ تصویر گڑگڑانے والے کو تسلی دے سکتی ہے؟۔ یقیناً یہ حضرت صاحبؒ کی بزرگی کا کمال ہے۔

☆بُری اطوار سے نجات

شراب کی عادت ہو، جوا سٹہ کی یا کتنے ہی گناہوں میں پھنسا ہوا ہو اپنے رب کی مرضی کے خلاف کر کے شیطان سے دوستی کرنا بڑی بدبختی ہے۔ لیکن کسی کامل ہستی کے سایہ میں آجانے کے بعد ساری برائیاں دور ہو کر سچائی کی طرف چل نکلتی ہیں۔ مرغوب احمد عبدالرحمن بھی اِن عادتوں میں پھنسا ہوا تھا۔ شراب بنا کر بیچا بھی کرتا تھا۔ شاید ہی کوئی برائی تھی جو اُس میں نہ ہو؟، حضرت نصیر میاں چشتی" سورت میں تشریف فرما تھے۔ مرغوب احمد انکلیشور سے سورت آیا ہوا تھا، اُسکی قسمت نے یاوری کی کہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مُرید ہو گیا، مُرید ہونے کی صبح کو پولیس فوجدار نے اِسکو بلایا اِس کو حیرت تھی مرید نہیں ہوا تھا تب یہ پولیس والے میرے غلام بنے ہوئے تھے، مرید ہوتے ہی کیا ہوا کہ پولیس میرے پیچھے پڑ گئی۔ اِس کی داشتہ (رکھیل) بھی فرار ہو گئی۔ ایک شام کو گوشت اور چاول کھا کر وہ سو رہا تھا، کہ آدمی رات کو کھانسی ہوئی اور سینے سے خون نکلا، اِس کو خواب میں فرمایا: گھبرا نہیں رات کو جو شوربہ کھایا تھا وہ ہی نکلا ہے، مرید ہونے سے تجھے نقصان نہیں ہو سکتا، یہ خیال تو اپنے دل سے نکال دے! مرید ہوتے وقت تو نے گناہوں سے توبہ کی تھی اس کو ہر وقت یاد رکھ، یہ پولیس والے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور تو شادی کر کے آرام کی زندگی بسر کر، موجودہ پریشانیاں سب دور ہو جائے گی۔ حضرت" کے اِرشاد کے مطابق مرغوب احمد ساری بُرائیوں سے پاک ہو گیا اور اسماعیل صاحب اوّل کارکن کی لڑکی کے ساتھ شادی ہو گئی۔ اور مرغوب احمد تمام

گناہوں سے دور ہو کر شریفانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ پیر اگر کامل ہو تو اُس کا مُرید ایسے ہی خوبیوں سے متصل ہو جاتا ہے۔

☆انوکھا واقعہ

اللہ غیب کا جاننے والا ہے، مگر جب اپنے دوستوں کو کوئی مرتبہ عطا کرتا ہے تو اُن کو بھی ایسی چیزیں عطا فرماتا ہے۔ جو صرف اُسی کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں، جس طرح اللہ کریم ماضی حال اور مستقبل کے حالات اور واقعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اُسی طرح اس کے ولی بھی غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ دو سال بعد ہونے والا ایک ایسا واقعہ ہوا جس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا، مگر وہ واقعہ ہونے سے دو سال پہلے ہی حضرتؒ نے اپنے کشف سے اسکا بندوبست کرنا شروع کیا۔

واقعہ بھی اپنی نوعیت کا انوکھا ہے، سورت میں رہنے والے دو شخص ایک دادا بھائی اور دوسرے اُنہی کے دوست جو اُن کے ہم عمر، ہم جماعت پیر بھائی، ہم خیال ہم نوالہ، لیکن غریب تھے، دادا بھائی اُنکی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے دوست کو دھندا (کاروبار) کرنے کے لیے نقد رقم دی جس سے اُن کو فائدہ ہوا، چار پانچ ہزار روپے کے مالک بھی ہو گئے، آدمی بہت ذہین تھے۔ کاروبار بڑھانے کے لیے امپیریل بینک سے قرض لینے کی بات چیت ہوئی۔ بینک نے بطور ضمانت دادا بھائی کی جانب سے قرض دینے کا مطالبہ کیا۔ دوست نے کہا ہاں دادا بھائی کے دستخط کروا دینگے۔ دوست نے خود دادا بھائی کے دستخط کر کے خط بینک کے حوالے کر دیا۔ اور بینک نے اُن کو رقم دے دیدی۔ اسی طرح ضرورت پڑتی وہ ایک خط پر جعلی دستخط سے قرض

حاصل کرتے رہے۔ دو سال کے اندر ساٹھ (۶۰) ہزار کی رقم ہوگئی، جب ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو بینک نے اُن پر تقاضہ شروع کیا، اور ضامن کو نوٹس دینے کی دھمکی دی۔ ضامن یعنی دادا بھائی اور دادا بھائی کے دوست نے اس فریب کو اصل بنانے کی کوشش کی امپیریل بینک کے منیجر کی ہر سال بدلی ہوتی تھی۔ اس لیے ہر آنے والے نئے منیجر کو گارڈن پارٹی دی جاتی۔ اور کسی غیر شخص کو دادا بھائی بنا کر پیش کیا جاتا رہا، بینک کے پورے اسٹاف کو وہ اپنا بنا چکا تھا، اس طرح آخری وقت تک بھی دادا بھائی کو اس فریب کی اطلاع نہیں دی گئی۔ بینک منیجر کو یقین ہو گیا کہ اُس کی رقم وصول ہونا ناممکن ہے، اس لیے مقدمہ بازی سے پہلے ضامن کو نوٹس دیا گیا۔

کسی کام کی وجہ سے دادا بھائی احمد آباد پہنچے اُس وقت قبلہ نصیر میاں چشتی ؒ مسوری میں تشریف فرما تھے۔ دادا بھائی نے ٹرنک کال پر حضرت قبلہؒ سے بات کی، ارشاد ہوا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ سورت جانے کی بجائے مسوری چلے آؤ۔ ڈیرہ دون اسٹیشن پر میں خود تم کو لینے آؤں گا، پھر فرمایا: تم سورت سے تھوڑے پیسے لے کر چلے ہو گے اس لیے میرے منیجر سے روپے لیکر اور خود میرے منیجر کو ساتھ لے آؤ یہ حکم کسی حالت میں ٹالنا نہیں، دادا بھائی منیجر منشی احمد حسین کو لیکر مسوری پہنچے۔ قدم بوسی کرنے کے بعد سب سے پہلے حکم ہوا خیریت سے مسوری پہنچنے کا تار سورت دیا جائے۔ تار کرنے کے دو گھنٹے کے بعد فرمایا: سورت خط لکھو اور فروٹ کا پارسل روانہ کرنے کی تاکید کرو۔ دادا بھائی نے عرض کیا فروٹ مسوری میں اچھے ملتے ہیں آپؒ نے

فرمایا میں جانتا ہوں لیکن ہم سورت سے منگوانا چاہتے ہیں۔ اس خط کے تین روز بعد فرمایا: سورت کو خط لکھو کہ چاکلیٹ پارسل کرے، اسی طرح ایک ماہ گزر گیا، ہر دوسرے یا تیسرے روز خط لکھوایا کرتے اور کوئی نہ کوئی چیز منگوائی جاتی۔

مسوری سے دادا بھائی کو لیکر آپؒ دہلی روانہ ہوئے، راستے میں حضرت صابر پاکؒ کے مزار شریف پر رات کے دو بجے پہنچے دروازہ اندر سے بند تھا لیکن جب آپؒ دروازے کے نزدیک پہنچے تو دروازہ خود بہ خود کھل گیا۔ ایسا معلوم ہوا کسی نے کھولا، اندر داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ وہاں سے آپؒ دہلی پہنچے اور دادا بھائی کو حکم دیا کہ دہلی پہنچنے کا تار سورت دے دیا جائے، دوسرے روز فرمایا: سورت خط لکھو اور خبر کرو کہ ہم دہلی سے اجمیر شریف جا رہے ہیں۔ اجمیر شریف پہنچ کر بھی خصوصیت کے ساتھ سورت خط لکھوائے جاتے رہے، تھوڑے روز بعد احمد آباد واپس آئے پھر دو تین روز کے بعد بمبئی تشریف لے گئے۔ دادا بھائی ساتھ رہے بعد میں دادا بھائی کو ساتھ لیکر آپ "محمد شاہ بخاریؒ" کے مزار بھڈیاد (تعلقہ دھندوکا) تشریف لے گئے، وہاں سے بھی سورت خط لکھواتے رہے۔ کبھی انڈوں اور کبھی فروٹ کے پارسل سورت سے بھڈیاد منگواتے رہے۔

امپیریل بینک کے منیجر دولت رائے کی بھی بمبئی سے سورت بدلی ہوئی پھر پہلے کی طرح انکو بھی پارٹی دی گئی، اور پارٹی کے دوران دولت رائے منیجر کے سامنے کسی غیر شخص کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ مسٹر دادا بھائی ہے۔ جن کی ھنڈی

یہاں آپ کی بینک میں ہے۔ منیجر رائے نے اپنی ڈائری میں اس کا نوٹ لیا۔ پارٹی برخواست ہوگئی مگر ساہوکار زیادہ دن انتظار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا، چند روز کے بعد ساہوکار نے عدالت میں واوا بھائی کے خلاف نالش کردی۔ زویری جو اس مقدمے میں واوا بھائی کے وکیل تھے، بیانات چھ ماہ تک ہوتے رہے واوا بھائی کے گرد اس مقدمے (کیس) میں واوا بھائی کی بے گناہی کا انتظام کرچکے تھے۔ واوا بھائی کے وکیلوں نے جب مواد فراہم کیا تو وہ خطوط، تار، پارسل کی رسیدیں، سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئے۔ جو بغیر کسی ضرورت کے سرکار نے دوسال پہلے لکھوائے تھے۔ واوا بھائی یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ دوسال پہلے سے اس معاملے کی تردید کرنے کے لیے جو طریقہ حضرت اقدس نے اختیار فرمایا تھا۔ واوا بھائی کو آخری وقت تک اس بات کی خبر تک نہ ہوسکی۔ کہ اپنے مرید سے چھپا کر یہ احسان ان پر کیا جاتا رہا۔ عدالت میں بیان دیتے وقت واوا بھائی نے یہ کہا کہ ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ کا بیلنس ان کی دوکان میں ہوتا ہے۔ مسٹر زویری نے عدالت کی توجہ دلائی کہ جس بیوپاری کا بیلنس ایک لاکھ رہتا ہو وہ اپنی نیت چھوٹی نہیں کرسکتا، عدالت نے تین سال کی بیلنس شیٹ پیش کرنے کا حکم دیا، بیان ختم ہونے کے بعد لوگوں نے واوا بھائی سے پوچھا کہ یہ بیان تم نے کس طرح دیا، جواب میں اُنھوں نے کہا از خود رفتگی کے عالم میں زبان سے ادا ہوگیا۔ مگر فریق کے وکیل نے یا عدالت نے بیلنس شیٹ کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ بیان دینے میں بھی اسی گرو کی پوشیدہ مدد ہورہی تھی۔ مسٹر زویری نے کہا: واوا بھائی کے گرو اس مقدمے (کیس) میں واوا بھائی کی بے

سنائی کا انتقام کر چکے تھے۔

عدالت نے دادا بھائی کو بری کرتے ہوئے، ازالہ حیثیت عرفی دعویٰ کرنے کی بھی اِجازت دی۔ تمام کیفیت اور ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلانے کی اِجازت کے لیے جب دادا بھائی احمد آباد پہنچے۔ تو اُن کے وہ دوست حضرت اقدسؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ اور اَپنے کرتوت کی معافی مانگ لی تھی۔ ازراہِ کرم سرکار نے دادا بھائی سے فرمایا: اِنتقام لینے کی بجائے تم بھی اِس کو معاف کردو، دادا بھائی یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ دو سال پہلے سے اس معاملے کی تردید کرنے کے لئے جو طریقہ حضرت اقدسؒ نے اِختیار فرمایا تھا وہ حضرت کے اعلیٰ مقام بڑے اقتدار اور کامل اختیار کی کھلی ہوئی دلیل تھی۔

☆چیکو کا پتہ لاؤ

کتنا ہی چھپانا چاہیں مگر بزرگوں کی شخصیت چھپ نہیں سکتی۔ حضرت نصیر میاں صاحبؒ کی صورت کا نور ایک ایسی کشش رکھتا ہے۔ جو انجانے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ ڈومس ضلع سورت میں تفریح کے لئے گئے تھے۔ دوسرے روز ''منگن کی بیوی ''گنگو'' آ کر رونے لگی اور کہنے لگی ''تم پیر بادا ہو، تمہاری صورت بتاتی ہے۔ میرا بچہ مر کر پیدا ہوا اِس کے بعد سے میرے جگر، پیٹ، اور پیروں میں رات دِن درد رہا کرتا ہے۔ مجھے اچھا کر دیا تو یہ تکلیف مٹ جائے؟'' یہ خاکسار بھی سامنے حاضر تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ چیکو کا پتہ لاؤ۔ میں نے پیش کیا، اُس پر دم کر کے دے دیا۔ وہ پتہ تعویز کی طرح گنگو کے گلے میں باندھ دیا گیا۔ کچھ وقت کے بعد گنگو حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ وہ بالکل تندرست ہو گئی ہے۔ ڈومس

میں اِس واقعہ کی شہرت ہوگئی لوگ دور دراز سے کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔

☆پولیس کانسٹیبلز

ایک پولیس کانسٹیبل امبالال کی بیوی "پاروتی بائی" کی آنکھ میں پھولا تھا۔ آپؒ نے اُس کو نمک پڑھ کر دیا۔ وہ وارنے سے پھولا کٹ گیا۔ اور ایک پولیس کانسٹیبل شانتارام کی بیوی 'سوبتا دیوی' دیوانی ہوگئی تھی۔ کہا گیا تھا کہ اِس پر جادو کیا گیا ہے۔ مگر برسوں کی یہ بیماری تیسرے روز تو گھونٹ پانی پی پی کر اچھی ہوگئی۔

کانسٹیبل ارجن راؤ پیٹ کے درد کی بیماری میں برسوں سے مبتلا تھا۔ آپؒ کا پڑھا ہوا پانی پی کر دو تین دِن میں صحت یاب ہوگیا۔

☆سردار جی کا بیٹا

حضرت قبلہ آبو بل اسٹیشن پر گرمی کے موسم میں تشریف فرما تھے۔ ال وینو پر قیام تھا۔ سامنے ہی ایک فوجی افسر سردار جی رہتے تھے۔ سردار جی نے ایک روز اِس خاکسار سے دریافت کیا کہ "یہ حضرت کون ہیں؟" جواب میں اِس خاکسار نے کہا کہ یہ احمد آباد کے نواب ہیں، سردار جی نے جھنجلا کر کہا آپ ٹھیک بتا نہیں رہے۔ یہ نواب تو نہیں، مگر اِنکے چہرے کا نور بتا رہا ہے کہ یہ کوئی دُنیادار، مالدار، یا نواب نہیں ہیں بلکہ کوئی مہاپُرش ہے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ آپ جو سمجھ رہے ہیں وہ ہی سچ ہے اور میں نے جو کہا وہ مصلحت کی بنا پر تھا۔ میں نے سردار جی سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں، سردار جی نے فرمایا، کہ میرا بچہ دائمی مریض ہے، میں چاہتا ہوں کہ حضرت کی دُعا کے طفیل وہ بچہ تندرست ہوجائے۔ اِس خاکسار نے ایک بوتل میں پانی بھر کے بچے کو ساتھ لے کر

دوسرے روز حاضر ہونے کو کہا، سردار جی بچے کو لے کر دوسرے روز حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پانی پڑھ کر دم فرمایا: اور ساتھ ہی فرمایا کہ بہت جلد اچھا ہو جائیگا۔ چار پانچ روز بعد وہ بچہ صحت یاب ہو گیا۔ اُسکے بعد سے آبو میں بھی حاجت مندوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔

☆تو حج کو جائے گا

حاجی عزیز بھائی، عبداللہ بھائی جو اِس وقت پاکستان میں ہیں وہ اور اُن کا پورا خاندان حضرت قبلہ نصیر میاں صاحبؒ سے بیعت ہے، ایک مرتبہ وہ کراچی سے احمد آباد آئے اور عرض کیا: حج پر جانے کی کوشش ہر سال کرتا ہوں لیکن اجازت نہیں ملتی، اِس مرتبہ حضور آپؒ کے قدموں میں آگیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اِس سال مجھے حج نصیب ہو: آپؒ نے فرمایا: ہاں! توجہ کریگا! اِنکو اِس ارشاد سے تشفی نہیں ہوئی۔ پھر اصرار کیا، ''آپؒ حکم دیں کہ مجھے اِسی سال حج ہو جائے!'' تھوڑی دیر آپؒ خاموش رہے، پھر فرمایا: 'عبدالعزیز! تو اِسی سال حج کو جائیگا۔ اجازت لے کر عزیز بھائی بمبئی جانے کے لیے ٹرین میں سوار ہوئے، تو اُنکے عزیز سلیمان ولی محمد نے وقت گزاری کیلئے، گجراتی اخبار خرید کر دیا۔ جب عبدالعزیز نے اخبار پڑھنا شروع کیا تو نظر پڑتے ہی سب سے پہلے حضور کی تصویر نظر آئی، تصویر کے نیچے حج فارم داخل کرنے کے لئے تاریخ کا اعلان تھا۔ یہ عزیز بھائی کی نظر سے گزرا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ جو عزیز بھائی ٹال جاتے، بلکہ اِنکو یقین ہو گیا کہ اِسی سال وہ حج پر ضرور جائیں گے جیسے ہی وہ بمبئی پہنچے اُنہوں نے اپنے بھائی حاجی موسیٰ کو کراچی ٹرنک کال کیا، کہ حج لیے فارم

داخل کر دیا جائے، فارم پر دستخط ہونا ضروری تھا، مگر اُنکے بھائی حاجی موسیٰ نے عبدالعزیز کا نام لکھ کر فارم داخل کر دیا۔ عبدالعزیز کے ساتھ جانے والوں میں اُنکی بیوی، اور ایک ملازم بھی تھا۔ حکومت کی جانب سے اجازت ملی، وہ کچھ عجیب ہی تھی یعنی عبدالعزیز بھائی کے ملازم کو حج کی اجازت مل گئی، اور باقی درخواستیں نامنظور کر دی گئیں۔ عزیز بھائی کو تکلیف بھی ہوئی، اور یہ بدگمانی دِل میں ہوئی، کہ مجھ کو میرے پیر کے حکم کے بعد ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور تصور جمع کر حضرت سے بھی عرض کرنے لگے کہ یہ تماشا ہوگا میرے لئے کہ میرا ملازم حج کو جائے اور میں اور میری بیوی دیکھتے رہ جائیں۔ آپؒ نے فرما تو دیا ہے، بس اسی سال مجھے حج کو بھیج دو، بابا! یہ بول رہے تھے اور عزیز بھائی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، عزیز بھائی نے اُس وقت کسی کو کہتے ہوئے سنا، کہ عبدالعزیز گھبراتا کیوں ہے۔ تو یقیناً اسی سال حج کو جائے گا۔ ہم نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ انتظار کر اور دیکھ کیا ہوتا ہے۔ آواز سُن کر عبدالعزیز کو سکون کے ساتھ اپنی غلطی کا خیال آیا۔ وہ اپنے دِل میں ندامت محسوس کرنے لگے۔ دو چار روز بعد ہوائی سفر کرنے والوں کی جو فہرست شائع ہوئی اُس میں عبدالعزیز اور اُنکی اہلیہ کا نام شامل تھا۔ عزیز بھائی نے سجدہ شکر بجا کر حضرت کو تار سے حج کو روانہ ہونے کی اطلاع دی۔

☆چھجو پہلوان

احمد آباد میں ایک سرکس لگی ہوئی تھی، اِس میں بہت سے تماشوں کے علاوہ ایک پہلوان بھی تھا۔ اُس پہلوان کے ساتھ احمد آباد کے بہت پہلوانوں نے کُشتی لڑی، لیکن اِس نے سب کو مات کر دیا اِس پہلوان کی دھاک بیٹھ گئی

سب اس سے ہاتھ ملانے سے ڈرتے تھے۔ حضرت کے مریدوں میں سے ایک جھجو بھائی نامی پہلوانی کے فن سے کچھ واقف تھا۔ ان کے دل میں خیال گزرا، اگر میں اس پہلوان کو چت کردوں تو بڑی نام آوری ہوگی، مگر اُس پہلوان اور جھجو کی کوئی مناسبت نہیں تھی۔ سرکس والے پہلوان کے مقابلہ میں جھجو پہلوان جسمانی لحاظ سے کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود جھجو بھائی نے کہا اگرچہ میں کمزور ہوں، مگر میرا پیر تو زور آور ہے، چنانچہ جھجو نے پیر کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی اور سرکس والے پہلوان سے کشتی لڑنے کی اِجازت چاہی آپؒ نے فرمایا، یہ تیرا کام نہیں، جھجو اِسے دِل سے نکال دے۔ جھجو نے عرض کی آپؒ میرے سر پر موجود ہیں اور مجھے یقین ہے۔ کہ میں اِس کو پچھاڑ دوں گا۔ تمہاری دستگیری سب کچھ کرسکتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا، جاؤ فتح پاؤ! مگر آئندہ کشتی لڑنا بھول جانا!، چنانچہ جھجو پہلوان سرکس پر پہنچے، سیکڑوں کا مجمع لگا ہوا تھا، لوگوں میں سے آواز آنے لگی کہ مچھر اور ہاتھی کا مقابلہ ہوگا۔ جھجو پہلوان کشتی کے میدان میں داخل ہوئے اور مقابل والے پہلوان پر نظر ڈالی تو وہ بہت زیادہ کسیلا تھا۔ مگر جھجو پہلوان بھی بے کس نہ تھا۔ اپنے پیر پر اور اُنکی طاقت پر بھروسہ تھا، اِس لئے جھجو پہلوان نے خوف کھائے بغیر اُس پہلوان سے ہاتھ ملایا، دو چار سیکنڈ ایک دوسرے کو ریگتے رہے، بعد میں سرکس والا پہلوان چاروں خانے چت پڑا ہوا تھا دیکھنے والوں نے کہا، اِتنی پھرتی سے مارنا کمال ہے۔ دوسرے نے کہا مچھر نے ہاتھی کو پچھاڑ دیا۔ یہ کمال نہیں جادو ہے۔ فتح پانے کی خوشی کی اِنتہا اُنہی کے دِل سے پوچھنا چاہئے۔ دنگل میں کھڑے ہو

کرہی مجھو نے اپنا لنگوٹ کھول دیا، اور پکار اُٹھا، "نصیر باد و زندہ باد۔"

ایک مثل مشہور ہے "قدم درویش آمد ہر بلا رد" مقصد یہ کہ جب کی درویش یعنی بزرگ کے قدم کسی کے گھر میں آتے ہیں تو بزرگوں کی برکت سے اُس گھر کی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اِس کہاوت کا تجربہ اُس وقت ہوا جبکہ حاجی محمد حسین عبدالرحیم لاکڑا والا کا یہ واقعہ یوں ہوا کہ :۔محمد حسین نے مورخی ضلع بھروچ میں بہت بڑا جنگلا تھا۔ اِس میں عمارتی لکڑی کے درخت تھے۔ لیکن اِن درختوں میں کیڑا پیدا ہونے سے لکڑ قابلِ فروخت نہیں رہا، انہوں نے حضرت قبلہ کو شیر کے شکار کی دعوت دی اور آپؒ نے حضرت کو مجبور کر کے دعوت قبول کروالی حضرت اقدس نصیر میاں چشتی" کو اپنے جنگل میں ساتھ لے گئے، احمد آباد سے شکار کے لئے جس وقت حضور والا روانہ ہوئے تب آپؒ کے ہمراہ ۸۰ اشخاص تھے۔ پہلے راج پیپلا سواری پہنچی وہاں سے تیسرے روز مورخی کے لئے روانہ ہوئے۔ مورخی راج پیپلا سے ساٹھ میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ اور بھروچ سے (۱۱۵) میل دور ہے۔ ایک غیر آباد مقام تھا۔ جہاں کوئی بستی نہیں تھی، اُسی ویرانے میں حضرت کو ٹھہرایا گیا، وہ کہاوت پوری ہوئی کہ جنگل میں منگل منایا جا رہا تھا۔ محمد حسین نے دل کھول کر اِنتظام کیا۔ غیر آباد جنگل میں اسی ۸۰ آدمیوں کیلئے اِنتظام کرنا کھیل نہیں تھا۔ مگر محمد حسین نے جو بندوبست کیا تھا وہ یادگار رہے گا۔ تین ٹرک بلا ناغہ راج پیپلا سے بھروچ جاتے آتے تھے۔ ضرورت کی ہر چیز مہیا ہو جاتی تھی۔ بھروچ کے دو باورچی پکوان کے لئے رکھے گئے تھے اور ایک بکرا روزانہ ذبح کیا جاتا تھا۔ اِس کے علاوہ ہرن، مور، خرگوش شکار کر کے پکوائے

جاتے تھے۔ ایک دیگ چوبیس ۲۴ گھنٹے چولہے پر چڑھی ہوتی تھی۔ جس وقت جس کا جی چاہے نوش فرما سکتا تھا۔ انتظام کی خصوصیت یہ تھی کہ جو شخص چار مینار سگریٹ، یا تاج سگریٹ، یا بیڑی، یا جو کوئی بھی چیز چاہتا بہرحال اُس کو منگوا کر دی جاتی تھی، صابن میں کسی کو لکس، کسی کو حمام، تو کسی کو صندل منگوا کر دیا جاتا تھا۔ مورخی ایسا دہشت ناک جنگل تھا۔ کہ بغیر قافلے کے دو چار آدمی باہر نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ جنگل درندوں سے بھرا ہوا تھا۔ چار آٹھ قدم کے فاصلے سے بڑی آسانی کے ساتھ ہرن وغیرہ کے شکار کئے جا سکتے تھے۔ ایک خوفناک مقام پر تقریباً دو مہینے تک پڑاؤ رہا، اور شیروں کا شکار آپؒ نے کیا۔ جب حضرت مورخی سے احمد آباد واپس لوٹے تب محمد حسین نے اپنا جنگل کٹوانا شروع کیا۔ آپؒ شکار کی خاطر اس جنگل میں پھرتے رہے، حضرت کے قدم مبارک کی برکت سے اُس جگہ سے درختوں کا کیڑا غائب ہو گیا۔ اور بڑی اچھی قیمت پر وہ لکڑ فروخت ہوا۔ جہاں ہزاروں کا نقصان کا اندیشہ تھا وہاں محمد حسین کو لاکھوں کا فائدہ ہوا۔ محمد حسین سے یہ واقعہ سننے کے بعد "قدم درویش آمد ہر بلا رد" کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آ گیا۔ کہ کسی اللہ والے کے قدم جب کسی جنگل میں پڑتے ہیں تب درختوں میں پڑا ہوا کیڑا بھی نابود ہو جاتا ہے نہ صرف جنگل کے لکڑے سے محمد حسین کو فائدہ ہوا بلکہ جس قدر اور دوسری پریشانیاں اُن کو تھیں وہ سب رفع ہو گئیں۔ آج محمد حسین کے گھر کا بچہ بچہ حضرت کا مرید اور نہایت عقیدت مند ہے۔ کسی کا شعر ہے:

"اُنکی بندہ نوازیوں کا کیا کہنا"

"ساتھ ہیں وہ جہاں غلام رہے"

☆تم میری تصویر نہیں اُتار سکتے

یہ حقیقت ہے کہ جس مرید کو حضرت نصیر میاںؒ قبلہ سے عقیدت اور خدمت میں کمال ہے، اُسکی کی نگہبانی وہ ہر جگہ فرمایا کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعات دیکھنے میں آئے لیکن اُنہی نوعیت کا ایک ماجرا زیرِ قلم ہے:-

سعادت اللہ میاں بن عظمت اللہ بٹ جو بڑے خوش نصیب ہیں۔ حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ کے زمانے میں پیدا ہوئے اور تمام زندگی حضرت خواجہ فرید میاں چشتیؒ کے ساتھ گزاری بعد میں حضرت خواجہ نصیر میاں چشتیؒ کی خدمت میں رہے۔ حضرت کو بھی اُنکی خدمت گزاری کا بڑا خیال اور لحاظ رہتا تھا۔ سعادت اللہ مہینوں حضرتؒ کی خدمت میں رہے ہیں۔ دھولکے والے سردار شیرو میاں اجمیر شریف ڈی ڈی جوہن کے ساتھ جارہے تھے شیرو میاں صاحب نے سعادت اللہ کو اِسٹیشن تک چلنے کو کہا، ریل میں بیٹھ کر یہ تینوں ناشتہ کررہے تھے، کہ گاڑی نے سیٹی دی، سعادت اللہ اُترنا چاہتے تھے۔ مگر شیرو میاں اور جوہن نے اُنکو پکڑ لیا۔ مجبور ہو کر احمد آباد سے تینوں اجمیر شریف پہنچے وہاں ایک مجلس میں گزر ہوا جہاں غیر مقلد لوگ جمع تھے اور کرامت پر بحث ہو رہی تھی، مسٹر جوہن عیسائی تھے۔ اِس وجہ سے سعادت اللہ نے اُن سے کہا کہ تصویر والا قصہ بیان کرو۔ جوہن صاحب نے کہا کہ دھولکے میں ایک مقام پر حضرت نصیر میاں چشتیؒ تشریف فرما تھے۔ مقام بہت اچھا تھا۔ میرے ساتھ کیمرہ تھا، میں نے گروپ تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا، اور حضرت سے عرض کیا کہ باوا! میں آپؒ کی تصویر لینا چاہتا ہوں، آپؒ نے فرمایا: تم میری تصویر نہیں اُتار سکتے۔ مسٹر جوہن

نے عرض کی، باوا! کیوں نہیں؟ میں ضرور کھینچوں گا۔ اور مسٹر جوہن نے تصویر اتار لی جب تصویر دھوئی گئی، تو حضرت قبلہ کے سوا پورا گروپ موجود تھا۔ اور وہ گھاس صاف نظر آرہی تھی جو سرکار قبلہؒ کے قدموں سے پامال تھی۔ یہ فوٹو اب تک مسٹر جوہن کے پاس موجود ہے۔

اجمیر کے سفر سے ہم لوگ احمد آباد واپس آپہنچے اُس وقت سرکار قبلہ باہر رونق افروز تھے، اور سعادت اللہ سے شاہپور سے اسٹیشن پہنچنے تک ریل میں ناشتے کے وقت سے اجمیر پہنچنے تک اور اجمیر شریف میں رہے اُس وقت کی ایک ایک بات اور پورا واقعہ خود حضرت قبلہؒ نے فرمایا، آخر میں آپؒ نے سعادت اللہ سے دریافت فرمایا، یہ سب کچھ ہوا لیکن محفل میں تصویر والا واقعہ بیان کرنے کی مسٹر جوہن کو ہدایت کیوں کی؟ سعادت اللہ نے عرض کیا، مسٹر جوہن عیسائی ہیں اور اُنکی خود کی آپ بیتی تھی، اس لئے اُن لوگوں کو آگاہ کرنا چاہا کہ غیر قوم کا آدمی اولیاء اللہ کی کرامت کا قائل ہے۔ لیکن آپ لوگ مسلمان ہونے کے باوجود مرتد ہو۔ پھر سعادت اللہ نے عرض کیا کہ "حضور آپؒ میرے جانے اور واپس آنے تک جو واقعات پیش آئے اس سے ایسے آگاہ ہو جیسے کہ آپؒ میرے ساتھ ہی رہے ہوں" یہ سُن کر آپؒ مسکرا دیے اور گھر میں تشریف لے گئے۔

☆صدیق کا دامن گیر ہونا

بعض لوگوں کا بیان بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ ان لوگوں نے مرید ہونے کے لئے اپنے دل میں ایک بات ٹھان رکھی تھی۔ اور وہ بات اُسکے سوائے دوسرا کوئی نہیں جانتا تھا۔ صدیق احمد مالا پٹیل کی نیت تھی کہ جب تک حضرت

نصیر میاں چشتی" خود اُس کے پاس نہ جائیں تب تک وہ مرید نہیں بنے گا، اس نیت پر وہ اٹل تھا۔ حضرت نصیر میاں چشتی" روشن ضمیر ہونے کی وجہ سے صدیق کی اس نیت سے واقف تھے، اور اُس کی منشا کے مطابق صدیق کے مکان پر تشریف فرما ہو کر، اُس کو پھولوں کا ہار پہنایا صدیق کی ہٹ پوری ہوئی اور وہ داستگیر ہو گیا۔

عبدالکریم عبداللہ صاحب کی ہٹ تھی کہ میں حضرت نصیر میاں صاحب" کا مرید بنوں گا اور میں خود چل کر نہیں جاؤں گا، ؟ مجھے اپنی خود کی موٹر جب ملے گی تب اُس میں بیٹھ کر حضرت کا مرید بنوں گا حضرت نے خواب میں اُنکو لکڑی کی فریم وغیرہ بنانے کی ہدایت فرمائی، اور فرمایا کہ تھوڑی سی توجہ سے کام کروگے تو بہت جلد موٹر کے مالک بن جاؤ گے۔ آپ" کے فرمان کے مطابق سات ماہ کی کوشش کے بعد عبدالکریم موٹر نشین ہو کر آئے اور مرید ہوئے۔ اُنہوں نے یہ ماجرا اُسی روز بتلایا جب وہ مُرید ہونے آئے تھے۔

محمد بھائی نور بھائی درودِ تاج کثرت سے پڑھا کرتے تھے، اور اُنکو آرزو تھی کہ پیغمبرِ خدا ﷺ کا دیدار ہو جائے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سوا محمد بھائی کسی پیر، بزرگ، ولی، کو مانتے ہی نہیں تھے۔

☆دیدارِ رسول ﷺ

ایک روز آدھی رات کو بیداری کی حالت میں اُنکے کانوں میں آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری آرہی ہے۔ محمد بھائی یکا یک کھڑے ہوئے اور باہر نکلے تو یہ دیکھا کہ کثرت سے لوگ لال دروازے کی جانب دوڑ رہے ہیں۔ (جہاں اَب باغیچہ ہے) محمد بھائی بھی اُن لوگوں کے ساتھ دوڑ پڑے، جب

میدان میں پہنچے تو وہاں لاکھوں آدمیوں کا اجتماع دیکھا، وہاں ایک پنڈال سجایا گیا تھا۔ جہاں حضرت رسول مقبول ﷺ رونق افروز ہونے والے تھے۔ مگر وہ نشست کا مقام محمد بھائی سے اس قدر دور تھا کہ تخت پر آنے والے کسی شخص کی صورت کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ اسلیے دیدار کی حسرت میں بڑی زحمت اُٹھانے کے بعد تخت کے قریب پہنچ گئے۔ اُسی وقت یکا یک شور اٹھا کہ سواری آ گئی۔

اور اُس وقت خوشبو کی مہک، عود لوبان کا بھپکا ہو رہا تھا۔ ایک ہستی تخت پر آ کر کھڑی ہوئی۔ جن کے منہ پر نقاب تھا، کوئی درود پڑھنے لگا، کوئی سجدے میں گر گیا، کوئی لبیک پکارنے لگا۔ محمد بھائی نے آواز لگائی کہ زندگی بھر دیدار کی حسرت میں دن گزارنے کے بعد آج آرزو سے مشرف ہونے کا خوش قسمتی نے موقع عطا فرمایا ہے تب میں آپ ﷺ کو بے نقاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ گنہگار ضرور ہوں لیکن تمہارا ہی نام لیوا امتی ہوں۔ اس کے بعد محمد بھائی نے نظر ڈالی تو دیکھا نقاب اُلٹا ہوا ہے، ایک نور پوری آب و تاب سے درخشاں ہے۔ جب اُس روشن چہرے پر اپنی نظر جما دی تو دیکھا، وہ نور مبدل ہو کر وہاں حضرت نصیر میاں چشتی" کھڑے ہوئے ہیں۔ بعد میں محمد بھائی نصیر باغ شاہی باغ میں پہنچ کر حضرت کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔

☆خواجہ کا غلام

دوست محمد کمال بھائی بٹن میکر بہت اچھے کاریگر اور اپنے پیر حضرت نصیر میاں چشتی" کے بہت جانثار ہیں۔ حضرت "انکو خواجہ کا غلام" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ انکا دھندا ایک دم بیٹھ گیا تھا۔ قرض لیکر گھر چلاتے

رہے۔ جب قرضداروں سے گھبرا گئے تب شاہی باغ نصیر باغ میں آ کر ٹھہر گئے۔ دو روز تک حضرتؒ باہر تشریف نہیں لائے۔ تیسرے روز باہر رونق افروز ہوئے، تو آپ نے اس خادم سے دریافت فرمایا!

"ولی میاں کیا بات ہے؟"

خادم نے عرض کیا، "بات صرف اتنی ہے کہ دنیا دوست محمد پر تنگ ہو گئی ہے، اور وہ آپؒ کے در پر آن پڑا ہے۔"

آپؒ نے فرمایا! "وہ تو بہت اچھا کاریگر ہے، پھر ایسا کیوں؟"

میں نے عرض کیا! کاریگر اچھا ہے، ہوشیار ہے، سب کچھ ہے، لیکن ان دنوں بدنصیبی اور بُرے دن ایسے آئے ہوئے ہیں کہ نہ تو دھندا چل رہا ہے، نہ بال بچوں کے کھانے پینے کا انتظام کر سکتا ہے، قرض داروں نے تنگ کیا ہوا ہے، اب خود کے لیے جو سہارا تھا وہاں وہ حاضر ہو گیا ہے، یہاں آئے ہوئے تین روز گزر چکے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا: تو پھر؟

میں نے عرض کیا! آپؒ سے کوئی بات بعید نہیں، پھر یہ آپؒ کا خاص غلام ہے؟ وہ آپؒ کا در چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا، گرا ہوا غلام ہے اسکو سنبھالنا آقا کی شان ہے۔ اسکے بال بچے فاقے میں دن گزار رہے ہیں۔ وہ اپنی حالت سے مجبور ہو کر اپنی جان دینے پر تل گیا ہے، ولی پاشاہ سے کیفیت سننے کے بعد تھوڑی دیر آپؒ خاموش رہے، بعد میں آپؒ نے فرمایا: ولی میاں! اسے کہو کہ فوراً وہ یہاں سے کلول چلا جائے، کلول کی مل میں کام نکلنے والا ہے، ٹینڈر

طلب کیا گیا ہے۔ اُس سے کہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ ٹینڈر بھر کر دیدے، اور کام کس قسم کا اور کتنا ہے، اس کی معلومات فراہم کر کے ٹینڈر پیش کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام اُس کو مل جائے گا۔ اور وہ کام بہت بڑا ہے۔ جو اس کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھال لیگا، ولی پاشا نے حضرت کا فرمان: خواجہ کے غلام کو سنا دیا، وہ ارشاد کے مطابق کلول روانہ ہو گیا، مل میں اتنا کام تھا جو تین مہینے تک چلنے والا تھا۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد خواجہ کے غلام نے حکم کے مطابق سب سے زیادہ ریٹ بھر کر ٹینڈر پیش کر دیا جب ٹینڈر کھولے گئے تب کارندوں نے اُس کا ٹینڈر نکال کر الگ رکھ دیا، اور دوسرے جو اُس کے مقابلے میں بہت کم تھے وہ منیجر کے سامنے رکھ دیئے۔ دوست محمد کو جب پتہ چلا کہ اُس کا ٹینڈر زیادہ ہونے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے۔ اور منیجر کے سامنے چھوٹی رقم کے ٹینڈر پیش کئے گئے، تب دوست محمد منیجر سے ملے اور عرض کیا، کہ میں جو کچھ کام کرونگا اُسکی تین سال کی گارنٹی ہوگی۔ اتنا پائیدار کام کرنے کا معاوضہ میں نے زیادہ نہیں لکھا بلکہ بالکل موزوں اور کام کے لحاظ سے بالکل ٹھیک ہے۔ منیجر نے دوست محمد کی گفتگو سن کر دوست محمد کا ٹینڈر طلب کیا، اور فرمایا کہ ہمیں تمہاری زبان پر بھروسہ ہے۔ تم آج سے کام پر لگ جاؤ تمہارا منہ مانگا ٹینڈر قبول کیا جاتا ہے۔ اور منیجر نے مہربانی جتلا کر ایڈوانس رقم اُنکو دے دی۔ اور تین مہینے تک دوست محمد کام پر لگے رہے، اس طرح گھر کا انتظام ہوتا رہا اور خوب اطمینان سے کام کرتے رہے۔

تین مہینے کے بعد وہ احمد آباد لوٹے اور انہیں اتنی بڑی اُجرت ملی کہ وہ

قرض ادا کر کے اُنہوں نے اپنا دھندا شروع کیا۔ جو اچھی ترقی کے ساتھ چلتا رہا۔

جب بزرگانِ دین اپنے لوگوں کو سنبھالنا چاہتے ہیں تب اس کے لئے جو طریقہ اختیار فرماتے ہیں۔ اُس سے اُن کی طاقت اور اُن کے غلام کی قبولیت کا اظہار ہوتا ہے کتنی عجیب بات ہے کہ مل میں کام نکلنے کی خبر قبل از وقت آپ نے دی، اور ٹینڈر اتنا زیادہ بھروا کر پیش کروایا کے مل کے لوگ اس کو قبول کرنے کو آمادہ نہیں ہوئے، مگر آپ کی کراماتی قوت نے منیجر کے دِل میں دوست محمد کی ہمدردی، محبت، اور اطمینانی کیفیت پیدا کر دی۔ ٹینڈر زیادہ ہونے کے باوجود منیجر نے دوست محمد کا ٹینڈر منظور کیا اور اسی روز سے کام کرنے کا آرڈر کر دیا۔

☆آسیبی اثرات کا زائل ہونا

غلام نبی صاحب ناگوری، آپ کا لوہے کا کارخانہ ناگوری آئرن ورکس کے نام سے ہے۔ اور پانگورنا کہ پر قائم ہے۔ اوپر خود کی رہائش ہے، اور نیچے ورکشاپ ہے، غلام نبی بڑے اچھے عقیدت مند اور خدمت گزار غلاموں میں سے ایک ہیں، اور خود بھی شاعر ہیں، انجم تخلص ہے۔ غلام نبی ایک روز اپنے سالے محمد اسماعیل صاحب کو لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد اسماعیل بھائی نے اپنی بیوی زیتون بائی کی کیفیت عرض کی کہ نہ یہ کھانا کھاتی ہے۔ نہ یہ سوتی ہے، ہر وقت روتی رہتی ہے چیختی چلاتی ہے، اور بغیر کہے سُنے گھر سے نکل جاتی اور کسی کوڑے پر جا کر بیٹھ جاتی ہے، وہاں کی مٹی سر پر اُڑاتی اور لوگوں کی طرف پھینکتی ہے، جس کی وجہ سے سینکڑوں لوگ اس کو تماشا بنا لیتے ہیں گھر والے پریشان ہو کر اس کی تلاش میں نکلتے ہیں تو

کوئی پہچاننے والا پتہ بتاتا تب وہاں جاکر اس کو کھینچ کر گھر پر لے آتے ہیں،
غلام نبی حاضرِ خدمت ہو کر پوری حقیقت حضور والا کی خدمت میں بیان کرتے
ہوئے عرض کرنے لگے۔ رات اور دن بھر اسی حالت میں گزرتے ہیں۔
حکم ہوا:- اس کو حاضر کیا جائے۔ زیتون کو پیش کیا گیا، حضور نے اُس
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور وہ جھومنے لگی چلاتی جاتی تھی، ارے!
نصیر الدین باوا ہم کو چھوڑ دے، حضرت نے فرمایا: غلام نبی اسکو پانی پلا، جیسے
جیسے زیتون کو پانی پلایا جاتا رہا ویسے ویسے وہ بے قابو ہوتی گئی، حضور نے فرمایا:
اسکو یہ پانی پلایا کرو غلام نبی نے عرض کی پانی جو دیا جا رہا ہے وہ بڑا لمبا علاج
ہے۔ حضور آپؒ اس پر ایک نظر ڈال کر اِسکی تکلیف کو دور فرما سکتے ہیں۔ میرے
بال بچوں نے ڈر کے مارے کھانا، پینا، سونا، ترک کر دیا ہے۔ ایک بیمار کی
پریشانی، دوسرے گھر والوں کی حالت؟ بڑی فکر میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ پھر پانی
پلاتا رہوں تو خدا جانے کتنے زمانے کے بعد اِس کو راحت اور مجھ کو سکون نصیب
ہوگا۔ غلام نبی نے بڑی عاجزی سے عرض کیا اِسکا علاج آپؒ کی ایک نظر کی بات
ہے۔ یہ پانی نہیں؟، قبلہ عالم نے مُسکراتے ہوئے فرمایا، غلام نبی! یہ بیماری یا
پاگل پن نہیں ہے۔ بلکہ بلائیں ہیں جو اِس کو چمٹی ہوئی ہے۔ اور آج کی نہیں بلکہ
قدیمی ہے، جو اِسکے جسم میں گھر پکڑ چکی ہے۔ (حلول کر چکی ہیں) غلام نبی نے
عرض کیا: حضور کا ارشاد بالکل بجا ہے۔ لیکن اِن بلاؤں کو ٹالنا بھی آپؒ کے قبضہ
قدرت میں ہے۔ آپؒ نے فرمایا: ایک نقش دیتا ہوں وہ اِسکی آنکھوں کے
سامنے رکھیں جب یہ پوری طرح جھومنے لگے تو معلوم کرو کون کون ہے، اور کتنے

ہیں۔ جب وہ شخص اس کے سامنے رکھا گیا۔ تب زیتون اس قدر طاقت سے
جھومنے لگی کہ چار تندرست جوان مرد بھی اُس کو تھام نہ سکے۔ جھومتے جھومتے
پوچھنے پر وہ ایک ایک کا نام بتلاتی رہی اور محمد اسماعیل نے حاضر ہو کر یہ تفصیل
پیش کی۔ آپؒ نے فرمایا: میں خود یہ کہہ چکا تھا کہ اسکو ایک نہیں زیادہ بلائیں
چمٹی ہوئی ہے۔ جس پر سات بھوت سوار ہوں اُسکی اور اس کے گھر والوں اور
تمام خاندان کی زندگی بڑی زحمت اور مصیبت میں مبتلا رہتی ہوگی، مگر ان کا یہ کہنا
کہ وہ چلے جائیں گے، قابل اعتبار نہیں، ایک فلیتہ کافی ہوگا، اگر ضرورت ہو تو دو
تین کو روشن کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ایک فلیتہ دے کر فرمایا: چراغ کی طرح اس
کے سامنے جلا دیا جائے، جب فلیتہ اُسکے سامنے روشن کیا گیا تو وہ چلاتی رہی،
روتی رہی ہم جل گئے کہتی رہی جب فلیتہ پورا جل گیا تو زیتون پر غشی کی حالت
طاری ہو گئی۔ حضرت کا دم کیا ہوا پانی جو بوتل میں رکھا ہوا تھا وہ اُسکے منہ پر چھڑکا
گیا تو وہ ہوشیار ہو گئی، اور یہ بیان کیا کہ سات میں سے چھ کو جلتا ہوا دیکھا ہے،
ساتواں چھٹک گیا نظر نہیں آیا۔ یہ سب کیفیت حضرتؒ سے عرض کی گئی، حکم ہوا
دوسرا فلیتہ روشن کرو تو وہ بھی جل جائے گا۔ چنانچہ دوسرا فلیتہ جلایا گیا تو بہت دیر
کے بعد ساتویں بلا حاضر ہوئی اور کہنے لگی اگر یہ نصیر صاحبؒ نہ ہوتے تو کوئی
طاقت ایسی نہیں تھی جو ہم کو پکڑ سکتی یا جلا سکتی۔ تھوڑی دیر بعد زیتون گر پڑی اور
اُٹھی تب اُسکی طبیعت میں کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی۔ وہ بالکل اچھی ہو چکی
تھی، زیتون اور اسماعیل اپنے گاؤں میں آج بڑی شادمانی سے زندگی بسر
کر رہے ہیں۔

☆ دم کیے پانی کا اثر

حضرت کے آستانہ پر ایسے بہت سے مریض حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اور صرف آپ کا پانی پینے سے بدن میں رہتی بلائیں کچھ روز تکلیف پہنچاتی ہیں، اور بعد میں جل کر دور ہو جاتی ہیں۔ حضرت قبلہ اپنی زمین والے خانپور نعمتہ دھولکے میں تشریف فرماتے۔ اطراف کے گاؤں میں جانوروں کی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ روزانہ کتنے بیل، بھینس، گائے، دیکھتے دیکھتے مرجاتے تھے۔ اس زمانے میں بیلوں کا ایک بیوپاری جلالپور گاؤں کا ٹھہرا ہوا تھا۔ اُس کے ساتھ بیلوں اور گائیوں کی بڑی تعداد تھی۔ جو فروخت کے لیے لایا تھا۔ یکا یک اس کے جانور کچھ بیماری میں مبتلا ہوئے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر چودہ بیل مرگئے۔ اور پندرہ سولہ جانور بیمار تھے۔ کسی سے حضرت قبلہ کا پتہ معلوم کر کے خدمت میں آپہنچا اور گڑ گڑا کر عرض کرنے لگا کے میرا بڑا نقصان ہوا ہے اور پندرہ سولہ جانور بیمار ہیں، اگر یہ بھی موت کا شکار ہو گئے تو میری زندگی کا سرمایہ برباد ہو جائیگا اور اُسکے بعد میرا بھی زندہ رہنا بیکار ہے۔ آپ نے اپنے کسان سے چائے کی کیتلی میں پانی منگوایا اور پڑھ کر دم کیا۔ فرمایا! کہ ایک قطرہ بھی جانور کہ حلق میں جائے تو کافی ہے۔ تو پریشان نہ ہو۔ اللہ نے چاہا تو تیرے بیمار جانور سب اچھے ہو جائیں گے۔ کل مجھے پھر خبر دینا۔ دوسرے روز وہ بیوپاری حاضر ہوا اور بہت شکریہ ادا کیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ بڑے شکتی مان ہو، کچھ ایسا کیجئے کہ میرے جانور اچھی قیمت سے فروخت ہو جائیں۔ اور میں اپنے گھر لوٹ جاؤں آپ نے فرمایا: کہ لوبان لیکر آنا وہ بیوپاری لوبان لے کر آیا آپ

نے دم کر کے فرمایا: جہاں تیرے جانور ہیں وہاں دھنوا (دھوپ) دیا کر تیرے جانور جلدی اور اچھی قیمت پر فروخت ہو جائیں گے۔ آپؒ کی زبان کا فیض اور اللہ کے فضل سے اُسکے جانو چھ روز میں فروخت ہو گئے، اور اُس کو کافی منافع ہوا۔

☆ بچہ گھر واپس آچکا ھے

زمانہ کی رفتار برائی کی طرف زیادہ مائل ہو رہی ہے۔ اچھائی کی طرف کم حضرت کے پاس دس (۱۰) سال پہلے جو حاجت مند آتے تھے۔ اُس میں بڑی تعداد بیماروں کی ہوتی تھی۔ کچھ شادی نہ ہونے والوں کی اور کچھ بے روزگار والوں کی ہوتی تھی۔ لیکن چار پانچ سال سے جو مراد مند آتے ہیں اُن میں بڑی تعداد ایسے ماں باپ کی ہوتی ہے، جس کو اولاد نے گھر سے باہر نکال دیا ہوتا ہے۔ بعد میں بچوں کو چھوڑ کر باپ کا چلا جانا، ماں کا بھاگ جانا کالج میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کا بھی بڑی تعدا میں فرار ہو جانے کی فریاد، اس قسم کی واردات عام ہو گئی ہے۔ جو حضورؒ اقدس کیخدمت میں پیش ہوا کرتے ہیں۔ آپؒ کے فیض سے ایسے مراد مندوں نے اپنی مراد پائی ہے۔ بھاگ جانا یا اُٹھا کر لے جانا ایک معمولی بات ہو کر رہ گئی ہے۔ اُٹھالے جانے کا ایک واقعہ ایسا بھی پیش آیا کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون اُٹھا کر لے گیا ہے۔ مگر حالات سے یہ پتہ چلا کہ وہ انسان نہیں، بلکہ کوئی اور مخلوق تھی۔

نور محمد کا بھتیجا اور دوسرے لڑکے کھیل رہے تھے، وہ گھر سے باہر نکلا اور دو گھنٹے تک واپس نہیں آیا۔ اُسکی تلاش شروع ہوئی رات گزرتی گئی۔ تلاش

جاری رہی لیکن لڑکے کا پتہ معلوم نہ ہو سکا، پولیس میں فریاد لکھوائی گئی، پولیس بھی کوشش کرتی رہی۔ لیکن پتہ نہ چل سکا، اخباروں میں انعام کے ساتھ اشتہار دیئے گئے۔ اعلان کیا گیا تاہم کوئی پتہ نہ چل سکا۔ نجومی کا سہارا لیا گیا۔ پانچ سو روپے والا ایک نقش دیا گیا اور ہدیہ لیا گیا۔ لڑکا نہ آیا نہ پتہ چلا، واپس وہی عامل صاحب کی توجہ دلانے کو دوڑے۔ دوسرا نقش جو تیر بہ ہدف کی صورت رکھنے کو دیا گیا، اور تسلی دی گئی کہ ساتویں روز لڑکا آجائے گا۔ لیکن تمام کوششیں بے اثر بے سود رہی، دو ماہ کی انتھک کوششوں میں گزر گئے، لیکن بارآور نہ ہو سکیں۔ مایوسی کے بعد نور محمد، قبلہ نصیر میاںؒ کی خدمت میں پہنچے اُس سے آپ تمام کیفیت سن کر کچھ وقت تک خاموش رہے بعد میں آپؒ نے فرمایا: نور میاں! بچہ زندہ ہے۔ کسی قسم کی کوشش نہ کرو، جو تدبیر یا عمل کرو گے اتنی ہی لڑکے پر سختی ہوتی جائے گی۔ بالکل خاموش ہو جاؤ؟۔ اور تھوڑا صبر کرو، نور میاں رونے لگے تو فرمایا! اللہ کا شکر کرو کہ وہ زندہ ہے۔ اور میں کہہ رہا ہوں، انشاءاللہ آج سے (۳۰) تیسویں روز خود بخود آجائے گا، اب تم فوراً سورت جاؤ اور جس قدر تعویذ نقش وغیرہ ہوں اُن کو پانی میں بہادو۔ حضرتؒ کے ارشاد کے مطابق تیسویں روز دادور پولیس اسٹیشن سے انہیں ایک ٹیلی فون ملا کہ تمہارا بچہ آگیا ہے۔ اُسکو لے جاؤ، ٹیکسی لیکر وہ دادور پولیس اسٹیشن پہنچے تو وہاں بچہ موجود نہیں تھا۔ اور کھوج کرنے پر پتہ چلا کہ پولیس اسٹیشن سے کسی نے فون کیا ہی نہیں۔ ایک نئی پریشانی کا سامنا ہوا حضور کے ارشاد پر اطمینان اور پکا اعتقاد تھا۔ جب پولیس اسٹیشن سے واپس لوٹے تب ایک ٹیلی گرام ملا جس میں بتلایا گیا کہ بچہ گھر واپس آچکا ہے۔ اُسکے پہنچنے کا ماجرا اس

طرح تھا، وہ شخص ریلوے اسٹیشن سے باہر لا کر لڑکے کو پیسے دیکر کہا کہ سامنے کی دوکان سے بسکٹ لیکر آؤ، وہ بچہ لینے گیا، اور وہ دونوں افراد فرار ہو گئے۔ بچے کا دماغ بھی بگڑا ہوا تھا۔ اِسکے غائب ہونے کی خبر کو بمبئی اور سورت میں اخباروں کے ذریعے کافی شہرت مل چکی تھی۔ ایک تانگے والے نے بچہ کو بٹھا کر گھر پہنچا دیا۔ جب نور میاں سورت پہنچے تب اُنہیں یاد آیا کہ بچہ خود بہ خود گھر کیسے آ جاتا؟ مگر یہ بات اُنکی سمجھ میں نہیں آئی کہ پولیس اسٹیشن سے ٹیلی فون کرنے والا کون تھا۔ اور وہ کون تھے، جو بچہ کو سورت اسٹیشن تک چھوڑ گئے۔

اِس قصے میں بچہ کو لیجانے میں کسی انسان کا ہاتھ نہیں تھا۔ جن اُس کو اُٹھا لے گئے تھے۔ جن کے اُٹھالے جانے کا ثبوت آپؒ کے اِرشاد سے ملتا ہے کہ "نور میاں جس قدر تعویذ اور نقش وغیرہ ہیں وہ سب پانی میں بہادو اور بالکل خاموش ہو جاؤ۔ اور صبر کر کے بیٹھ جاؤ ورنہ جتنی کوشش کرو گے اِتنی ہی اُس بچے پر سختی ہوگی، دوسرا یہ کہ بچہ کا دماغ سہی نہیں تھا سو ما توفیقی اِلا باللہ نور میاں کو اللہ نے یہ توفیق دی کہ سب کوشش چھوڑ کر حضرت قبلہ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہی وہ صاحبِ قدرت ہستی ہیں، جو بچے کو جنوں سے واپس چھین سکی، جن جسے بھی اغوا کر کے لے گئے ہوں وہ کبھی واپس نہیں آیا، مگر یہاں "ولایت" کی قوت تھی، جو اِس بچہ کو واپس لا سکی۔ ویسے تو ہر سال حضرت اقدس اپنی زمین داتے میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں کے قیام کے دوران احمد آباد اور دوسری جگہوں کے لوگ بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ داتا احمد آباد سے تقریباً (۴۰) چالیس میل دور ہے، دھولکے سے (۵) پانچ میل چلنا پڑتا ہے، لیکن

وہاں بھی ضرورت مند لوگ حاضر ہو جاتے تھے۔ علاوہ اس کے اطراف کے دیہاتوں کے لوگ بھی اپنی تکلیفیں اور حاجت برآوری کے لیے "وانا" پہنچتے تھے۔ یہ سلسلہ روز جاری رہتا تھا۔ مگر ایک سال کچھ ایسا منظر ان آنکھوں نے دیکھا، جو شاید ہی دوبارہ دیکھنے کا موقع مل سکے۔ اسی سال یہ خصوصیت کیوں پیدا ہوئی یہ تو صرف عالم الغیب ہی جانتا ہے یا اس کے ولی جانتے ہیں۔

نگاہِ ولی کے اثرات

وانے میں جس جگہ آپ کا مکان بنا ہوا ہے، اُس کے سامنے بہت بڑا میدان کھلا پڑا ہوا ہے۔ یہ واقعات عیسوی ۱۹۵۳ء کا زیرِ قلم ہے۔ اُس بڑے سے میدان یا کھیتوں میں جس طرف نظر اُٹھ جاتی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ لوگ اُونٹوں پر سوار ہو کر، بیلوں پر سوار، سائیکل پر، بیل گاڑیوں پر، گھوڑے پر، موٹر پر، ریل پر، اور بڑی تعداد پیدل چل کر وہاں وانے میں جمع ہوتے۔ ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہوتا تھا، گویا ایک میلہ لگا ہوا رہتا تھا، اس ہجوم کی وجہ سے خوانچے والے، ہوٹل والوں کی دوکانیں لگ جاتی تھیں، ایک طرف کوئی شخص شیشیوں (بوتلوں) کی دوکان لگایا ہوا تھا، کوئی شخص کالی مرچ اور نمک بیچ رہا تھا، اور کوئی کالا ڈورا، (دھاگہ) اور شکر، فروخت کر رہا تھا، سامنے ناریل کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ یہ میلہ رات اور دن جاری رہتا اور نئے آنے والوں کا اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ صبح حضرت قبلہ آپ اوراد و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد آٹھ (۸) یا نو (۹) بجے کے قریب تشریف لاتے ہزاروں آدمی آپکی جے جے کار کرتے اور چار یا ساڑھے چار بجے تک آپؒ اِن حاجت مندوں میں گھرے ہوئے

رہتے تھے۔ ہر قسم کا مریض آتا اور ہر قسم کا مرادمند وہاں موجود ہوتا تھا۔

ایک دن پیدائشی جڑواں اُیسے بیٹے بیٹی کو لیکر ماں باپ حاضر ہوئے۔ دونوں جڑواں بچے پیدائشی نابینا تھے۔ آپؒ نے نمک دم کر کے دیا، اور فرمایا: کہ آنکھوں پر سے اُتارا کرو، گیارہ روز بعد وہ بھائی بہن بغیر کسی کی مدد یا سہارے کے آئے، اور حضرتؒ قبلہ کے قدموں پر گر پڑے، دونوں کو آنکھیں مل چکی تھی۔

ایک شخص جس کے دونوں پیر بیکار تھے۔ گھسٹتا ہوا چلتا تھا، پیدائشی معذور تھا۔ اِسے بیل گاڑی میں ڈال کر لایا گیا تھا، کالی مرچ اور پانی دیا گیا۔ اور ایک ہفتے کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

دھندوکے میں رہنے والے ماں باپ بچی لیکر احمد آباد کے دواخانہ میں داخل کرنے کیلئے ریل میں لے جا رہے تھے۔ مسافروں میں سے ایک نے بچی کی یہ کیفیت سننے کے بعد ایک صاحب نے واٹے میں حضرتؒ قبلہ کے پاس پہنچ جانے کا مشورہ دیا۔ سرنوڈی ریلوے اسٹیشن پر گاڑی رُکی۔ وہ ماں باپ بچی کو لیکر اُتر پڑے اور واٹے میں پہنچ گئے، حضرت کی خدمت میں، ایک اُژدھام لگا ہوا تھا۔ باپ نے بچی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا، اِس بچی کے منہ سے خون کے ساتھ پاخانہ بھی نکل جاتا ہے، اور ہر وقت پاخانہ اور خون منہ سے ہی نکلتا ہے۔ یہ تکلیف شروع ہوئے (۹) نو روز ہو چکے ہیں۔ علاج سے کوئی فائدہ نہ ہو سکا، حضورِ اقدس نے اِرشاد فرمایا: ولی میاں! اِس لڑکی کو ہر دو دوسرے گھنٹے پانی پلایا کرو۔ اور اُن سے کہو، دو روز یہیں رہیں، اللہ نے چاہا تو بچی اچھی ہو جائے گی، حکم کے مطابق ہر دو گھنٹے کے بعد اُس کو پانی پلاتے رہے۔ دوسری

فوراً اس کے منہ سے پاخانہ نکلنا بند ہو گیا۔ اور دوسرے روز خون کا نکلنا بھی بند ہو گیا۔ تیسرے روز بچی نے قدرتی طور پر پاخانہ کیا، بچی کو ایک تعویذ عنایت ہوا، اس کی شادی نہیں ہوئی تھی، یسودہ اس لڑکی کا نام تھا۔ تین روز میں اُسے صحت بھی ہوئی اور چند روز کے بعد اس کی شادی بھی رچائی گئی۔

مذکورہ بالا تین قصے بیان ہوئے ہیں اس پر حقیقت پر غور کیا جائے تو ایسا سمجھ میں آتا ہے۔

جیسے کہ وہ معجزہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ویسے تو ہزاروں کا روزانہ فیض پانا آپؒ کی کرامت اور ولایت کی دلیل ہے۔ تقریباً (۱) ایک ماہ تک یہ ہنگامہ واٹے میں مچا رہا۔ واٹے میں اس کے بعد ایسا اژدحام دیکھنے میں نہیں آیا۔ جمادی الثانی کے پورے مہینے میں یہ فیض تقسیم ہوتا رہا۔

واٹے سے حضرت قبلہؒ اجمیر خواجہ غریب نوازؒ کے عرس میں حاضری دینے کے لئے احمد آباد ہو کر اجمیر تشریف لے گئے۔ سن ۱۳۷۲ھ تقریباً ۵۰۰ سے ۶۰۰ مریدوں کے علاوہ اور لوگ بھی ہمراہ تھے۔ اجمیر کے اسٹیشن پر سید آل محمد ناظمِ درگاہ کمیٹی، کے تمام خادم حضرات، متولی، سید امیر حسین دیوان، حسین عنایت علی، اور ہیرا بھائی جی اُپادیا، چیف ایڈمنسٹر اجمیر آپؒ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آپؒ نے اپنے مرید سید غلام محی الدین کے مکان "سعید منزل" میں قیام فرمایا۔

☆حضرت کی اجمیر شریف آمد

جمیعت الصوفیا کا پہلا اجلاس محفل خانے میں ہوا۔ جناب پیر رضا حسن

نظامی صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ آپؒ خانوادے عالیہ چشتیہ کے سجادہ نشین ہیں، اس لیے اجلاس کی صدارت آپؒ کو کرنی ہوگی۔ نظامی صاحب کے اصرار پر حضرت نے اجلاس کی صدارت اس شرط کے ساتھ قبول فرمائی کہ تقریر کے لئے آپؒ کو مجبور نہ کیا جائے۔ ضامن صاحب نے قبول کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپؒ تقریر نہ فرمایئے لیکن آپؒ کی ''دُعا'' کے بعد ہی جلسہ ختم ہوگا۔ مجلسِ صوفیا برخاست ہونے کے بعد حضرت قبلہؒ اپنے مقام پر تشریف لے جانے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے تب تقریباً (۲) دو لاکھ آدمی کا ہجوم تھا۔ ''جو دَست بوسی، مصافحہ کرنے کے لئے ٹوٹ پڑا''۔ عباء چوم لینے کے لیے سب ہی بے قرار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کے عباء اور آپؒ کے کپڑے تار تار ہو گئے۔ بڑی مشکل سے بچا کر لے جانے کی کوشش کرنے والوں کو آپؒ روکتے تھے۔ ایسے ہجوم میں ایک بڑھیا پکار رہی تھی، جسے خواجہ کے دیدار کرنے ہو وہ دیکھے یہ خواجہ جا رہے ہیں۔

ناظم درگاہ اجمیر جناب آلِ محمد صاحب سے دفتر میں اس خادم کی ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے درمیان حضرت قبلہؒ کے کسی مقام اور رُتبے کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ ولی پاشا نے ناظم صاحب کو بتلایا کہ وہ درگاہ بل آنے کے بعد حکومت نے درگاہ کے دیوان کے بجائے سجادہ بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا، اسی اختیار حاصلہ کے لحاظ سے حکومت کسی شخص کو مقرر کرتی ہے، جس کو سجادہ کہا جاتا ہے۔ یہ حکومت کا بنایا ہوا قانون ہے، مگر صوفیاء کرام نے ''طریقتی'' حیثیت سے یہ اُصول مقرر فرمایا ہے کہ ''شیخ'' جسکو پسند کرے وہی سجادہ یا جانشین ہوسکتا

ہے۔ چنانچہ حضور غریب نواز ؒ نے اپنے صاحبزادوںؒ کی موجودگی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ کو اپنا جانشین یا سجادہ مقرر فرمایا۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر ؒ کو اپنا جانشین بنایا۔ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ؒ کو مسند عطا کی، حضرت محبوب الٰہیؒ نے سجادہ نشینی حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کو عطا کی، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے اپنی سجادگی حضرت کمال الدین علامہؒ کے حوالے کی، حضرت کمال الدین علامہؒ غریب نوازؒ کے بعد سے سجادگی کا سلسلہ بہ سلسلہ حضرت کمال الدین علامہؒ کے خاندانی افراد میں ہی چلی آرہی ہے۔ اسطرح چشتیہ مسند کے طریقی قبلہ نصیر الدین میاں چشتیؒ احمد آبادی ہیں، حکومت نے اگر کسی کو سجادہ منتخب کیا ہو تو وہ ایک قانونی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ صوفیائے کرام کے مقررہ اصول کا عمل، ولی پاشاہ کی یہ تمام گفتگو سننے کے بعد آل محمد صاحب نے کہا کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا تھا اُسے میں تسلیم کرتا ہوں، اس تاریخی مواد کے مدنظر حضرت کی ذات بابرکات سے مجھے بھی بڑی عقیدت اس لیے پیدا ہوگئی ہے کہ میرے بستر پر بیٹھنے کے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ طاری ہوا۔ بلکہ بیداری ہی کی حالات میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ حضور غریب نوازؒ کی بارگاہ میں جو کلام پاک رکھا ہوا ہے اُس کلام شریف کے پاس آپؒ کے شیخ حضرت نصیر میاں چشتیؒ کو کھڑے ہوئے ہیں، اس مسئلے سے حضرت نصیر میاں چشتیؒ کی جلیل القدر ہستی کو سمجھنے میں مجھے بڑی مدد ملی۔ آپ نے جو صوفیائے کرام کا اُصول اور حضرت نصیر میاں چشتیؒ کی تعریف بیان کی اس سے سبھی حالات کا علم حاصل ہوسکا۔

☆مطب کا افتتاح

دلہادل کے سماع خانے میں جب سماع کی محفل شروع ہوئی تب تمام سب ہی پیرزادے، جناب قیصر میاں صاحبؒ اورنگ آبادی، حضرت شاہ وارث حبیب علی شاہؒ، شانی میاںؒ، حاجی حامد علی صاحبؒ فرید آبادی، علی محمد صاحب ہوشیار پوری، عون احمد حاجی صاحبؒ گلواڑی، وغیرہ الغرض تمام مشائخین اور پیر زادے آپؒ ہی کی نظر کے لئے رجوع ہو رہے تھے۔ دیوان میر عنایت حسین علی صاحب جناب عزیز میاں صاحب، راج میاں جی بریلوی، اور جناب قیصر میاں فقیریؒ، نے حضرت اقدس کی دعوت کی۔ ہری بھاؤ جی اُپادیا نے اپنے ہتونڈی کے آشرم میں حضرت کی بہت عمدہ طریقہ سے مجلس آرائی کی، دیوان عنایت حسین صاحب نے اپنے صاحبزادے سید صولت حسین صاحب کے مطب کا اِفتتاح حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے کروایا۔ بہر حال غریب نوازؒ کے عرس کے زمانے میں قبلہ عالمؒ کے ساتھ رہتے ہوئے جو مناظر نظر آئے وہ الفاظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

☆ناک کی ہڈی کا صحیح ہوجانا

حضرت اقدس اجمیر شریف سے احمد آباد واپس تشریف فرما ہوئے تب گلاب سلطان بھائی نامی شخص کلول سے آیا ہوا آپؒ کے اِنتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ تھا تو جوان لیکن اپنی تکلیف سے بیزار ہوکر ہر بات پر آنسو بہا دیتا تھا۔ گلاب بھائی کی ناک کی ہڈی بڑھ گئی تھی، ڈاکٹروں کی رائے میں آپریشن کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا، گلاب بھائی اِس کے لئے آمادہ نہیں تھا۔ حضرت نے

پانی دم کر کے دیا۔ اور فرمایا: یہ پانی تھوڑے روز استعمال کرو۔ اللہ آرام عطا فرمائے گا۔ دو ہفتہ بعد گلاب بھائی حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور اُنکے ساتھ کلول کے لوگ بھی تھے۔ حضرت کے لب معجز اثر سے گلاب بھائی کو جو فیض پہنچا اُسکا شکریہ سبھوں نے ادا کیا۔ ناک کی ہڈی کا بڑھ جانا ایسا مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ ڈاکٹر آپریشن کر کے بڑی ہوئی ہڈی کو کاٹ دیتے ہیں۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ وہ ہڈی بعد میں بڑھ جاتی ہے اس طرح تین تین مرتبہ آپریشن کر کے کاٹی ہوئی ہڈی بعد میں بڑھ گئی ہو، ایسا مریض اس خاکسار نے دیکھا ہے۔ اور ایسے واردات سنے ہیں۔ لیکن خدا کی قدرت میں جو باتیں ہیں وہاں دنیا والے عاجز اور بے بس ہو کر حیرت میں پڑ جاتے ہیں، دو ہفتے پانی پی کر گلاب بھائی کا صحت یاب ہو جانا واقعی بزرگوں کی کرشمہ سازی ہے، ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج سے ہٹ کر حضرت نصیر میاں صاحب چشتی ؒ نے پانی نہیں دیا بلکہ اپنی اُس قوت کا مظاہرہ فرمایا، جو اللہ کی طرف سے آپ ؒ کو عطا ہوئی تھی۔

☆وہ رہا ہو جائے گا

حضور اقدس کا قیام ڈومس میں تھا، ولی پاشا بھی ساتھ تھے، رسول خان ڈومس میں حضور اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا اُن کے بیٹے کو عدالت نے قاتل قرار دیکر عمر قید کی سزا سنا دی ہے، آپ حضور قبلہ نے فرمایا! تم اپیل کرو، وہ رہا ہو جائے گا، چنانچہ رسول خان نے اپیل کی اور ہائی کورٹ نے اُن کے بیٹے کو باعزت بری کر دیا، کیونکہ اللہ والے کی عدالت سے رسول خان

کے بیٹے کا فیصلہ ہو کر اس کی رہائی کا حکم صادر ہو چکا تھا، اس لئے اصل میں بھی اُس کا رہا ہو جانا یقینی تھا اور وہ رہا ہو گیا۔

☆معذور چلنے لگا

اسی ڈوس میں انکلیشور کے رہنے والے اور ہوٹل کے مالک اپنے نوجوان بیٹے کو لیکر ہاتھوں پر اُٹھا کر لائے، اور عرض کرنے لگے کہ یہ سرکاری ملازم ہے، اور دونوں پاؤں اکڑ گئے ہیں، چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا ہے، حکومت نے ایک ماہ کی چھٹی دیتے ہوئے یہ کہا کہ اگر ایک مہینے کے بعد یہ تندرست نہ ہوا تو اُسکو نوکری سے الگ کر دیا جائے گا، باپ بیٹا دونوں حضرت کے قدموں پر سر رکھ کر عاجزی سے عرض کرنے لگے، یہاں سیکڑوں آدمی آپؒ سے فیضیاب ہو رہے ہیں، تب اسکا محروم رہنا بڑی بدنصیبی ہوگی، ہم بڑی اُمید لیکر آئے ہیں، اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ آپؒ "غریب نواز" ہیں، آپؒ کی نوازش کے ہم بھی محتاج ہیں، قبلۂ عالمؒ نے فرمایا: فکر نہ کرو، اللہ فضل فرمائے گا، یہ پانی اسکو پلانا شروع کرو۔ گیارہویں روز یہ صحت یاب ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا، اور اسکو نوکری بھی مل جائیگی۔ آپؒ کے فرمانے کے مطابق گیارھویں روز صحت یاب ہو گیا اور نوکری پر بھی شامل کر لیا گیا۔

بڑے بڑے شاعروں کی تعریف کرنا اور قصیدے لکھنا کوئی خاص بات نہیں ہے بہتر سے بہتر قصیدے، منقبت وغیرہ حضرت کی شان میں لکھے ہوئے ہم نے سنے ہیں، مگر حضرت کے دربار میں سیکڑوں دردمندوں کا ہجوم دیکھ کر ایک ایسا شخص جو چھوٹے سے گاؤں خانپور تعلقہ کا رہنے والا تھا، جس کا نام

ور کرموڑتی بھائی گنز پت بھائی تھا۔ اس نے اپنے جذبات کو نظم میں پیش کیا ہے، اس کا کہا قطع حسب ذیل ہے:۔

عجب رنگ سرکار تمارو دنیا نے جوانے مڈے
روگیوں، دکھیوں، نادردمٹاڈوسکتی مان خرے
دیس ودیس نا مانس آوے، سریھلی ہوکے غریب
راجا، پرجا، بدھا دکھیارا، سرکار ما آوی نمے

عجب رنگ سرکار تمہارا دنیا کو دیکھنے لے
بیماروں دکھیوں کا دُکھ درد مٹا دوالی قوت والے
دیس پردیس سے لوگ آئے امیر ہو یا غریب
راجا پرجا سب دکھیارے سرکار کے پاس جھکے

☆ہوسٹل کا قیام

ایڈوکیٹ سید عطار حسین صاحب، دھولکے والے اسماعیل بھائی کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ دھندوکے میں ہر قوم کے ہوسٹل ہے، مسلمانوں کا کوئی ہوسٹل نہیں ہے۔ دھندوکے، کے اور اطراف کے دیہاتوں کے مسلمان بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے بڑی دشواری پیش آرہی ہے۔ اس کمی کو شدت سے محسوس کیا جاتا ہے، چنانچہ دھندوکے مسلمانوں نے ایک ہوسٹل تعمیر کرنے کی رضامندی ظاہر کی ہے۔ کوشش کرنے سے سربرآوردہ مسلمانانِ دھندوکا اب اس قابل ہیں کہ خاص دھندوکے میں مسلم قیام گاہ یعنی ہوسٹل تعمیر کی جائے۔

تعمیر کو شروع کرنے سے پہلے یہ تجویز ہوئی۔ کہ حضرت کے عقیدت مندوں نے حضور کے ہاتھوں سے ہوسٹل کا سنگِ بنیاد رکھنے پر اصرار کیا جائے، اس لئے ہم حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری عاجزانہ اور پر جوش درخواست ہے کہ حضرت اقدس اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مسلم عمارت کا سنگِ بنیاد نصب فرمائیں پہلے تو یہ درخواست قبول فرمانے میں کچھ تامل فرما ہوئے، لیکن دعوت دینے والے بھی اس مقدس مہمان کو لے جانے کا پورا تہیہ کر کے آئے تھے۔ اُنکے بار بار معروضہ کرنے پر آپؒ ٹال نہ سکے، اور دعوت قبول فرمائی۔ دوسرے روز صبح بذریعہ موٹر کار دھندو کے روانہ ہوئے، حضرت کے چوتھے اور پانچویں صاحبزادگان "فرید میاں بابا" اور "یکیٰ بابا" اور سورت کے دادا بھائی زری والے، علی میاں، حاجی یوسف قلعے دار بمبئی والے، ظفر محمد خادم درگاہ شریف اجمیر، سعادت اللہ میاں بھروچ والے، اور یہ راقم الحروف (ولی پاشا) ہمراہ تھے۔ دو گھنٹے کے بعد دھندو کے پہنچے۔ آبادی سے تھوڑے فاصلے پر شیخ صاحب سرکل انسپکٹر پولیس کے ریسٹ ہاؤس میں آپکو ٹھہرایا گیا۔ ظہر کی نماز حضرتؒ نے ریسٹ ہاؤس میں پڑھی نماز کے بعد سعید واڑا دھندو کے میں آپؒ تشریف لے گئے۔ عطار حسین کے مکان میں قیام فرمایا، میزبان نے بہت اچھی طرح سے طعام وغیرہ کا اہتمام کیا تھا، پانچ بجے چائے نوشی کے بعد حضرت اقدس شامیانے میں رونق افروز ہوئے، عطار حسین صاحب نے ولی پاشا سے کہا کہ حاضرین کو حضرت کی سجادہ نشینی سے متعارف کراؤ، ولی پاشا کے لئے اس سے بڑی کیا سعادت ہوسکتی تھی۔ کہ ولی پاشا اپنے شیخ کامل کی للّٰہیت سے لوگوں کو

واقف کرے، چنانچہ قبلہ عالم اور چشتیہ مسند کی سجادہ نشینی کا مختصر حال لوگوں کو سنایا بعد میں دوسرے بھائی امیر علی امام علی کے ایثار کو ولی پاشا نے عوام کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا: "مسلم قیام گاہ کے لئے ایک ایسا مسلمان جو برف کی لاری پھرا کر اپنے بچوں کا گزارا چلا رہا ہے۔ وہ شخص نہ صرف نام کا بلکہ دل کا بڑا امیر ہے" کیونکہ اس شخص نے پانچ بیگا زمین کے معاوضہ کو ٹھکراتے ہوئے مسلمان بچوں کے لئے مفت وقف کر دی۔ اِس زمین کا محل وقوع ایسا ہے کہ ایک طرف کادس کا کنارا اور دوسری طرف دھندوکا کالج واقع ہے۔ ایک بڑی رقم امیر علی کو مل سکتی تھی، مگر اِس دل والے نے دُنیاوی فائدے کے بجائے عاقبت کے فائدے کو ترجیح دی اِس کا یہ ایثار اِس زمانے میں سب کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ بعد دوسرے حضرات نے بھی اَپنے خیالات کا اِظہار فرمایا، آخر حضرتِ اقدسؒ نے اپنا دستِ مبارک بلند فرما کر دُعا فرمائی کہ یہ قیام گاہ مسلمان بچوں کے لئے ہمیشہ قومی معیار کے لحاظ سے اللہ پاک کارآمد فرمائے، اور اِس میں دلچسپی لینے والوں کو اللہ اجرِ عظیم عطا فرمائے آمین، حاضرین کی لیموں کے شربت سے تواضع کی گئی۔ اور پھر حضرتِ اقدسؒ نے اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد نصب فرمایا۔ رات کو کھانے بعد واپس احمد آباد تشریف لے آئے۔

☆مسجد کا افتتاح

سنگِ بنیاد بھی کسی تعمیر کی اِبتدا ہے۔ اور اِفتتاح کسی تعمیر وغیرہ کا پہلی دفعہ اِستعمال کرنا ہے۔ اِس لئے اَب میں ایک اِفتتاح کا واقعہ سنا رہا ہوں اُس اِفتتاح کے ساتھ ایک اچھی خاصی تاریخ بھی وابستہ ہے۔ اِبتدائی واقعہ یہ ہے کہ بھروچ

اور پالیج کے معزز اشخاص حاجی محمد حسین لکڑاوالا، احمد ولی صاحب اور عمر بھائی پٹیل وہیکام والے اور دیگر دو حضرات پورے پانچ آدمیوں کے ایک وفد نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ پالیج میں مسلمانوں نے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ مسلمانانِ پالیج کی خواہش ہے کہ اس پاک مقام کا افتتاح کسی مقدس ہستی سے ہونا ضروری ہے۔ اکثر کی یہ آرزو ہے کہ آپؒ کے دستِ مبارک سے اس مسجد کا افتتاح عمل میں لایا جائے، بہت دیر تک یہ لوگ اصرار کرتے رہے، خانۂ خدا کی خدمت کے پیشِ نظر حضرت نے یہ دعوت قبول فرمائی۔ منتظمین نے حضرت کے تشریف لانے اور مسجد کا افتتاح کرنے کا اعلان اطراف کے گاؤں میں کیا۔

تاریخ ۸ فروری ۱۹۵۹ء کو شام کے تقریباً ۶ بجے حضرت پالیج پہنچے، حضرت قبلہ کے ہمراہ ۱۳۰۰ افراد تھے۔ پالیج اور اطراف کے ۹ گاؤں والوں نے پالیج کے اسٹیشن پر عقیدت مندانہ اور شاندار استقبال کیا۔ اتنے بڑے ہجوم اور حضرت کے ساتھ ۱۳۰۰ افراد کا انتظام کرنا آسان کام نہیں تھا۔ مگر کھانے پینے کے سوا سونے اور اُٹھنے بیٹھنے کیلئے بھی بہت نفیس انتظام کیا گیا تھا، دوسرے روز قبلۂ عالم شامیانے میں تشریف فرما ہوئے، انیس الاسلام، کمیٹی کے سیکرٹری صاحب نے حضرت قبلہ کا تعارف اِس طرح سے کروایا کہ اِس وقت مقدس ہستی جو جلوہ فرما ہے، اُن سے ہر شخص واقف ہے، مگر جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ اور ہے، چشتیہ سلسلے کے بانی، نائب النبی ﷺ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ ۶۳۳ھ میں واصلِ حق ہوئے، آپؒ کے بعد تین بزرگ ہستیاں یعنی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے بعد دیگرے سجادہ ہوئے، حضرت محبوب الٰہیؒ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو اپنا جانشین بنایا، حضرت چراغ دہلیؒ کے بعد آپؒ کی اولاد ہی مسند نشین ہوتی آ رہی ہے، چراغ دہلی خواجہ نصیر الدین چشتیؒ احمد آبادی کے جدِ امجد ہیں۔ اسی طرح ۷۲۵ھ سے آج تک نسلاً بعد نسلٍ ۷۵۵ سال سے چشتیہ مسند اسی خاندان میں چلی آ رہی ہے۔ موجودہ سجادہ نشین خواجہ نصیر الدینؒ چشتیہ مسند کے ۳۸ ویں سجادے ہیں۔ ہماری درخواست پر اس مقدس ہستی نے یہاں قدم رنجا فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی، اس لئے آپ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حضرت قبلہ عالم نے جو مختصر مگر جامع جواب فرمایا:

وہ حسبِ ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سب تعریف اللہ کی ہی ہے، جو کائنات کا مالک اور خالق ہے، ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آپ لوگوں نے جس قدر عمدہ مسجد بنائی ہے، اسی طرح نمازیوں سے مسجد کو آباد رکھو گے ایسی مجھے اُمید ہے۔

☆مسجد زینت الاسلام

مؤذن نے اذان دی، جلسہ برخاست ہوا، پانچ بجے حضرت اقدس نے مسجد کا قفل کھولا، مسجد اور اُس کے اطراف کے میدانوں میں ہزاروں افراد نے اس برگزیدہ امام کی اقتداء کی۔ بعدِ نماز حضرت اقدس کی زبان مبارک سے مسجد کا نام زینت الاسلام رکھنے کا اعلان کیا گیا۔ اُسکے بعد ڈاکٹر محمد بھائی کے

مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ یہاں کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوئے، پانچ سے حضرتِ اقدس کی سواری عمر جی پٹیل کے گاؤں میس راڈ میں پہنچی پھول ہار اور چائے نوشی کے بعد وہاں سے داؤد چکا سیٹھ کے مکان بہ مقام "ولڑ" رونق افروز ہوئے۔ دوپہر کا کھانا داؤد سیٹھ کے ہاں، اور رات کا کھانا اور ناشتہ عمر جی کے یہاں تناول فرمایا: ولڑ کی پوری آبادی حضرت کا جلوس لیکر نکلی اور مدرسے کے بچے ولڑ کے ترانہ گا رہے تھے ولڑ سے روانہ ہو کر ۱۰ فروری ۱۹۵۹ء کو بھروچ پہنچے بھروچ والوں نے شاندار پیمانے پر آپؒ کا استقبال کیا۔ خواجۂ خواجگان زندہ باد کے نعرے گونجتے رہے۔ زیرے گلوں ہزاروں ہار تھے، آپؒ میٹن گاڑی میں تشریف فرما ہوئے لوگ اُسکو کھینچتے ہوئے چلے تمام بھروچ میں آپؒ کا جلوس پھرتا ہوا قلعے دار ٹیرس پہنچا، تمام باشندوں کو یہ حیرانی تھی کہ بھروچ کی آبادی اِتنی نہیں جتنی آبادی جلوس کے ساتھ ہے، اِتنی مخلوق کب اور کہاں سے نکل آئی ہے! اللہ جانتا ہے۔ قلعہ دار ٹیرس ویسے بھی بہت خوبصورت ہے۔ اِسکو دلہن کی طرح سنوارا گیا تھا۔ اور دیدہ زیب بنا دیا تھا۔

عبدالقادر نواب صاحب نے جو قصیدہ پڑھا اُس کا مطلع ملاحظہ ہو:-

نصیر الدین چشتی پر جو مائل ہو نہیں سکتا
رہے گا وہ ادھورا مردِ کامل ہو نہیں سکتا
نصیر الدین جس کے رہبر و ہادی ہوں اے نواب
وہ انسان بھول جائے اپنی منزل ہو نہیں سکتا

اِسکے بعد نصیر الدین شیخ نے جو نظم پڑھی اُس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ یہاں کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوئے، پانچ سے حضرت اقدس کی سواری عمر جی پٹیل کے گاؤں جس راہ میں پہنچی پھول ہار اور چائے نوشی کے بعد وہاں سے داؤد چچا سیٹھ کے مکان بہ مقام "ڈلا" رونق افروز ہوئے۔ دوپہر کا کھانا داؤد سیٹھ کے ہاں، اور رات کا کھانا اور ناشتہ عمر جی کے یہاں تناول فرمایا: ڈلا کی پوری آبادی حضرت کا جلوس لیکر نکلی اور مدرسے کے بچے ہمارے ترانہ گارہے تھے ڈلا سے روانہ ہوکر ۱۰ فروری ۱۹۵۹ء کو بھروچ پہنچے بھروچ والوں نے شاندار پیمانے پر آپ کا استقبال کیا۔ خواجہ نصیر زندہ باد کے نعرے گونجتے رہے۔ زیرے گلوں ہزاروں ہار تھے، آپ کھلی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے لوگ اُسکو کھینچتے ہوئے چلے تمام بھروچ میں آپ کا جلوس پھرتا ہوا قلعہ دار میدان پہنچا، تمام باشندوں کو یہ حیرانی تھی کہ بھروچ کی آبادی تو نہیں جتنی آبادی جلوس کے ساتھ ہے، اتنی مخلوق کب اور کہاں سے نکل آئی ہے! اللہ جانتا ہے۔ قلعہ دار میدان ویسے بھی بہت خوبصورت ہے۔ اسکو دلہن کی طرح سنوارا گیا تھا۔ اور دیدہ زیب بنادیا تھا۔

عبدالقادر نواب صاحب نے جو قصیدہ پڑھا اُس کا مطلع ملاحظہ ہو:-

نصیر الدین چشتی پہ جو مائل ہو نہیں سکتا
رہے گا وہ ادھورا مرد کامل ہو نہیں سکتا
نصیرالدین جس کے رہبر و ہادی ہوں اے نواب
وہ انسان بھول جائے اپنی منزل ہو نہیں سکتا

اسکے بعد نصیرالدین شیخ نے جو نظم پڑھی اُس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

عرفان رب کا موجزن دریا نصیر ہے
طوفاں میں کشتیوں کا کنارہ نصیر ہے
خواجہ نصیرالدین کے صدقے میں شیخ مانگ
سائل کی جھولیاں بھرنے بیٹھا نصیر ہے

اس تقریب کے اختتام پر بڑی بھاری تعداد میں عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے، آپؒ کی غلامی میں داخل ہو گئے۔

☆من خواجہ کی آمد

چانچ ویل کے گاؤں والوں نے آپؒ کو اپنے گاؤں لے چلنے کی التجا کی جو منظور فرمائی گئی۔ چنانچہ بتاریخ ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء کو بھروچ سے چانچ ویل روانہ ہوئے، راستے میں (واسیکلاء) جانا پڑا گاؤں والوں نے آپؒ کو گھیر لیا پھول اور شربت سے خاطر تواضع کی گئی۔ لوگ تو آپؒ کو روکنا چاہتے تھے، مگر اُن کی خواہش پوری کرنا ممکن نہیں تھا۔ وعدے کے مطابق بروقت چانچ ویل پہنچنا بھی ضروری تھا۔ موٹر بڑی تیزی سے دوڑائی گئی۔ باشندگانِ "داگرہ" والوں نے بھی راستہ روکا بہر حال اُن کو سمجھایا گیا مگر اُن لوگوں نے ایک نہ مانی، ہر ایک کا جواب ایک ہی ہوتا تھا۔ نہیں باوا! آپؒ کو چلنا ہی پڑے گا۔ خدا جانے یہ قدم پھر کب آئیں گے؟۔ ہماری آس نہ توڑ و غریب نواز!؟ ان لوگوں کی سچی لگن، اور جذبۂ اشتیاق صادق تھا، بادل ناخواستہ سہی مگر گاؤں میں جانا ہی پڑا۔ انتہائی عجلت کرنے کے باوجود چانچ ویل پہنچتے ہوئے شام ہو گئی، چانچ ویل والے انتظار کرتے کرتے اپنے گاؤں سے ایک میل آگے نکل آئے تھے۔ والہانہ

وارفتگی کے ساتھ ٹوٹ پڑے موٹر کا انجن بند کر دیا گیا، اور موٹر کو کھینچ کر تمام گاؤں میں پھرایا گیا حضرتؒ کے قیام گاہ کو ریشمی چادروں وغیرہ سے سجایا گیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہوا، رات کے دو بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کچھ ہی لوگ بچے ہوں گے۔ مسجد چانچ ویل کا معائنہ فرمانے کے بعد واپسی عمل میں آئی دیدار کرتے وقت چانچ ویل کے لوگوں کا دھاڑیں مار مار کر رونا دلوں میں رقت پیدا کر رہا تھا۔ ہماری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے مگر فرق یہ تھا، چانچ ویل والوں کا رونا جدائی کا تھا، اور ہمارا مسرت اور رشک کا تھا۔

دیپ سنگھ کے بھائی راٹھوٹ نے چانچ ویل میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سارن والے ایک زمانے سے آرزومند ہیں، قدم درویش آمد ہر بلا ردیہ مقولہ غلط نہیں، درویش بھی کون ہے؟ چشتیہ مسند کا سجادہ جس کے فیض اور برکات کا عوام میں شہرہ ہے! ہماری بڑی بدنصیبی ہوگی باوا! کہ آپؒ ہمارے گاؤں کے قریب سے گزریں اور گاؤں میں تشریف نہ لائیں، اُنکی درخواست منظور کی گئی اور سارن گاؤں میں حضور اقدس تشریف فرما ہوئے، بندوقوں سے سلامی دی گئی۔ دیپ سنگھ نے سب کو چائے پلائی، اور گاؤں والوں نے حضرت کو پھول ہار پہنائے اور خدا حافظ کہا، وہاں سے بھروچ پہنچے نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ترسالی کے لئے روانہ ہوئے۔

☆سیدوں کی خوشی پوری کروں گا

سید محمد عالم المعروف چھوٹو میاں ترمذی صاحب (چھوٹو میاں صاحب حضرت اقدس کے چچا سسر ہوتے ہیں) نے عرض کیا، مخدوم پور ایک چھوٹی سی

آبادی ہے۔ جہاں سادات رہتے ہیں۔ وہ سب آپؒ کے مرید ہونا چاہتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا:

"سیدوں کی خوشی بہر حال پوری کروں گا، انشاءاللہ تعالیٰ"

چنانچہ مخدوم پور پہنچے اور سادات کو مرید فرمانے کے بعد نئی تعمیر کی ہوئی مسجد میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ سید شرف الدین مشہدیؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے بعد ترسالی روانہ ہوئے۔ ترسالی گاؤں دریائے نربدہ کے کنارے واقع ہے۔ گھر میں بیٹھ کر نربدہ کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ پورا گاؤں آپؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا، ۱۴ فروری ۱۹۵۹ء کو بھروچ واپسی فرمائی، ۲۷ فروری ۱۹۵۹ء تک بھروچ میں مرید بنائے گئے، اور دعوت ہوتی رہی۔ حاجی غلام رسول عرف لال سیٹھ، حاجی ابراہیم طیب، اسماعیل بھائی موتی والا، عبدالحمید ناگدہ والا، حاجی محمد حسین لکڑا والا اور ناگوری جماعت کی دعوت خاص قابل ذکر تھی۔ تاریخ ۲۸ فروری ۱۹۵۹ء کو حسب قرارداد، جسونت سنگھ راٹھوڑ، سیکرٹری مرکز چشتیہ بڑودہ کی ہمراہی میں صبح ۱۰ بجے بڑودہ اسٹیشن پر پہنچے، ہزاروں افراد نے خواجۂ خواجگان زندہ باد کے نعروں کے ساتھ دو گھوڑوں کی گاڑی بگھی میں حضرت کا جلوس اسٹیشن سے روانہ کیا، عظیم بھائی کے مکان یاقوت پورہ پر پہنچا، پانچ منزلہ عمارت میں سینکڑوں ساتھیوں کے ساتھ آپؒ کو ٹھہرایا گیا۔ فریضۂ ظہر ادا کرنے کے بعد مرید ہونے والوں کو "بیعت" فرمایا گیا، دعوتوں کی فہرست کے لحاظ سے تمام جگہ تشریف فرمائی ہوئی۔ ہر مکان میں کثرت سے لوگ مرید ہوئے۔

☆چراغ چشتیاں را روشنائی

مارچ کی پہلی تاریخ ۱۹۵۹ء اتوار کے روز صبح سوراسٹ میل سے احمد آباد اسٹیشن پر پہنچے احمد آباد کے ہزاروں عقیدت مند باشندے اور غلام آپ حضور اقدسؒ کو اپنے گھر بلوانا چاہتے تھے۔ مگر تمام کے گھروں پر جانا مہینوں کی بات ہو جاتی ہے۔ اس خیال سے دور دور کی تمام دعوتیں روک دی گئی۔ صرف شہر پناہ کے اندرونی حصے کی دعوتیں قبول کی گئی۔ اس طرح ۱۲۸ مکانوں میں سواری سے جانا قرار پایا۔ سواری کن کن راستوں اور محلوں اور مکانات سے گزرے گی اُس کا نقشہ ولی پاشا نے آپنے رعشہ والے ہاتھوں سے بنایا۔ اس کے مطابق منشی محمد عثمان، جوائنٹ سیکریٹری مرکز چشتیہ احمد آباد جلوس کے پیش پیش چل کر راستہ اور دعوت دینے والوں کے گھر کی نشان دہی کر رہے تھے۔ ایک جم غفیر اسٹیشن پر موجود تھا خواجۂ خواجگان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے اسٹیشن گونج اٹھا۔ حضرت اقدسؒ کا استقبال کیا گیا۔ پھولوں کے ہاروں کا دیکھتے دیکھتے ڈھیر لگ گیا چھڑی برداروں نے آپؒ کی پالکی کے چار جانب اپنی جگہ سنبھالتے ہوئے یہ شعر پڑھا

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

ترجمہ: جب تک آفتاب اور مہتاب روشن ہے
وہاں تک اے اللہ چشتیوں کے چراغ کو روشن رکھنا

جلوس اسٹیشن سے شروع ہوا سب سے پہلے اسٹیشن ہی کے احاطے میں سائیکل اسٹینڈ والے اڈلجی سودی، پینشنر ریلوے گارڈ، ماڑیک جی اور مینو بھائی

فلائینگ چیکر ریلوے، مسٹر ہوی انجینئر ریلوے نے دوڑ کر دیوانہ وار "پالکی" روکی قدموں پر گر پڑے۔ اور سب کو شربت پلایا گیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر چھوٹی میکری واڑ، سوئی گری کی پول، میں مُرید بناتے ہوئے نئی مہلت میں نامیاں گاندھی کے مکان پر سواری پہنچی جہاں صاحب جلوس اور جلوس میں شریک ہونے والوں کو ناشتہ کروایا گیا، اسی طرح حسب پروگرام حضرت کی سواری چلتی گئی اور ہر مقام پر صاحب جلوس اور جلوس میں شریک ہونے والوں کی خاطر تواضع ہوتی رہی۔

اور ان تمام مقامات پر قبلہ عالم رونق افروز ہوئے ہر مقام میں بڑی تعداد میں لوگ مُرید ہوئے، وہ منظر بہت ہی روح پرور تھا۔ جب بیعت ہونے والے بیک آواز بولتے "سب گناہوں سے توبہ کی" انکی اشک آلود آنکھوں سے اور کانپتی ہوئی آواز سے توبہ کرنا اس شر پسند زمانے میں مغفرت کی ضامن ہوسکتی ہے۔

☆جلوسِ احمد آباد

جلوس کی پہلی صبح کا ناشتہ نامیاں گاندھی نئی مہلت دوسرے روز کا ناشتہ عبدالرزاق ولی اللہ تیسرے روز کا ناشتہ عبدالقادر احمد حسین کے یہاں کیا گیا۔

دوپہر کا کھانا محمد مختار منشی بہ شرکتِ موجودین ناگوری، دوسرے روز کا کھانا حاجی فقیر محمد تیسرے روز کا کھانا ماسٹر غلام رسول پیٹرول پمپ والے کے وہاں لیا گیا۔

رات کا پہلا کھانا احمد حسین کولسے والے کے یہاں، دوسرا کھانا

عبدالحمید مقدم کے یہاں تناول فرمایا گیا۔ صبح نو بجے جلوس شروع ہوتا دوپہر کے ڈھائی تین بجے تک لگاتار محلوں میں گشت کرتا ہوا رات کے نو بجے تک اور رات کے دس بجے سے رات تین چار بجے تک گشت لگاتے رہے، نہ کھانے کا ہوش نہ آرام کا خیال تمام رات کی بیداری چل ہی چل نہ تھکن نہ کمزوری، ہنگامہ آرائی، متوالہ پن اور ولولہ انگیزی کے ساتھ تین رات تین دن پھرتے رہے۔ ہزاروں جلوس دیکھے گئے، مذہبی ہوں، یا سیاسی ہوں کہ شاہوں کے ہوں، مگر جلوس نکل کر شام کو ختم ہو جاتا ہے، مگر یہ پہلا جلوس دیکھنے میں آیا جو تین روز مسلسل گشت لگاتا رہا، کمال تو یہ ہی ہے کہ ہر روز کمی کے بجائے جلوس کی تعداد بڑھتی گئی۔ اتنی بزم آرائیوں کے بعد تین مارچ ۱۹۵۹ء منگل کی رات کو دو بجے کے بعد حضرت قبلہ اپنے دولت کدے پر پہنچے۔

حضرت اقدس جب احمد حسین حاجی نور محمد صاحب کے مکان پر کھانا تناول فرمارہے تھے، کہ اطلاع ملی کہ دیوان میر حسین عنایت علی خان صاحب دیوان درگاہ اجمیر شریف تشریف لائے ہیں۔ ولی پاشا کو حکم ہوا کہ جاؤ اور دیوان صاحب کی مہمان نوازی کا پورے طور پر انتظام کرو۔ دیوان صاحب بھی جلوس ختم ہونے تک ہمارے مہمان رہے۔

☆خط آدھی ملاقات ہوتی ہے

جو لوگ قریب اور ساتھ تھے اُنکی عقیدت اور خوش بختی میں کوئی کلام نہیں مگر رشک کے قابل وہ لوگ ہیں۔ جو ہزاروں میل دور رہتے ہوئے بھی اُپنے شیخ کی اس خاص تقریب میں شریک تھے۔ خط کو آدھی ملاقات کہا جاتا

ہے۔ اس معروضہ کے پیش نظر وقت پر کسی کا خط ملنا اس کی شرکت کرنے کے برابر ہے۔ جس وقت جلوس گشت کر رہا تھا اُسی وقت راستے میں افریقہ سے فرید خان کا ٹیلیگرام ملا جس میں اس تقریب کی مبارک بادی تحریر تھی۔ دوسرا ایک خط ملا، جس میں سید سرفراز علی صاحب سالیری کے جذبات نظم کی صورت میں قلم بند تھے۔

☆سر پہ دستارِ ولایت ☆

سر پہ دستار ولایت اور ردائے عرفاں
جلوۂ نور مبیں آپکے رُخ سے ہے عیاں

مانگنے والے چلو جھولیاں بھر لو اپنی
آج نکلے ہیں بڑی شان سے شاہِ ذیشاں

پائے بوسی کے لئے سر کو جھکاتا تھا میں
فرش آنکھوں کا تصور میں بچھاتا تھا میں
کیا کہوں جب وہاں آقا کا گزرتا تھا جلوس
سر پہ خواجہ کے وہ دستار مبارک باشد

اس پہ پھولوں کا یہ انبار مبارک باشد
خسروانہ وہ سواری وہ شاہانہ اجلاس

میرے آقا میرے سرکار مبارک باشد

سرفراز علی صاحب کی نسبت کا گُل، اور اُنکی دِلی کیفیت، اُنکی نظم میں جھلک رہی ہے۔

۔۔ سالیری صاحب (کراچی)

سالیری صاحب کراچی میں رہتے ہیں، بڑے خلیق ہمدرد آدمی ہیں، اپنے شیخ کے جانثار ہیں ہر سال (۷) جمادی الاول کو اپنے پیر کی سالگرہ کا جشن اعلیٰ پیمانے پر مناتے ہیں، ہر محرم کی (۲۵) تاریخ کو حضرت فرید میاں صاحب چشتی" کا اور (۷) ذی القعدہ کو خواجہ محمود میاں چشتی" کا عرس بڑی شان و شوکت کے ساتھ مناتے ہیں۔ ولی پاشا بھی ایک مرتبہ عرس کے دوران کراچی میں شریک ہوئے تھے۔ خاص طور پر سماع کی محفل میں جناب سالیری صاحب نے جو جدت برتی ہے وہ بہت خوب اور انوکھی تھی۔ سالیری صاحب کے یہاں محفل شروع ہوئی، صاحب محفل کے لئے گدی بچھی ہوئی ہے، مگر مسند خالی تھی۔ قوال نے غزل شروع کی، لوگوں پر وجد طاری ہونے لگا اُن حضرات نے مسند کے سامنے بیٹھ کر نذر پیش کی اور جوش گریہ میں وجدان میں بے اختیار جھوم اُٹھے، ولی پاشا نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور یہ محسوس کیا کہ سچ مچ مسند پر اُنکے پیر خواجۂ خواجگان حضرت نصیر میاں صاحب چشتی" رونق افروز ہیں۔ اس محفل کا رنگ اسی انداز سے جاری رہتا ہے۔ جیسے ہر محفل میں اُنکی آنکھیں دیکھ رہی ہیں مسند کے سامنے روپے بصورت نذر جمع ہوتے ہیں۔ صاحب محفل یہ نذر اُسی وقت قوال کو دینے کے بجائے اُپنے سامنے مسند پر اکٹھی کرتے ہیں اور قوال کی باری ختم ہونے پر قوال کو اپنے دست مبارک سے وہ رقم دے دی جاتی ہے یہ طریقہ بہت عمدہ ہے محفل کا رنگ بگڑنے نہیں پاتا۔ یہ تھا سرفراز صاحب کی محفل کا رنگ۔

اوپر کے صفحات میں احمد آباد کے جلوس کی کیفیت درج تھی۔ ایک

دوسرا سفر یا جلوس جو ایک گاؤں "دہراجیریا" ضلع بڑودا سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ لیکن تاریخی یادگار ہے، اس لئے تاریخ میں اُس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس جلوس پر جناب سید شفقت علی "شفق" نے جو مضمون لکھا ہے، اُس کا عنوان ہے۔ "تکمیل تمنا" یہ سُرخی واقعات کے لحاظ سے اتنی موزوں ہے کہ اس سے بہتر نام نہیں ہو سکتا۔ اس خادم (یعنی ولی پاشا) کو یاد ہے کہ دہرا کے سربراہ آوردہ بدرالدین، اور موسیٰ خان، ہر پندرہ بیس روز کو شاہی باغ آتے اور قبلہ عالم کو دہراجیریا چلنے کی دعوت دیتے، اس طرح دو سال بیت گئے، انکی منت اور عاجزی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ انکی آرزو پوری ہوگی۔ ان کی تڑپ دیکھنے کی چیز تھی کہنے کی نہیں۔

ایک دن اُنکے معروضہ نے قبولیت کا شرف پالیا، خاکسار، "پریذیڈنٹ" مرکز چشتیہ احمد آباد نے بڑودا کے پریذیڈنٹ عبداللہ ڈارٗ کو انتظام کرنے کی ٹیلیفون پر ہدایت کی۔

☆شفقت صاحب کی گجراتی زبان کی چاشنی میں پیش کردہ تحریر حسبِ ذیل ھے۔

'اے لوگو احمدآباد پہنچی گیا،اِن وہراجیریا' تشریف لاووا ہٹ پکڑی،آخرِ خود جانثارونا ارمان پورا کرواآپنے ﷺ "ہابھرویپڑی" تاریخ ۳۰ - ۱ - ۱۹۶۱ نویاد گاردیوس ھتو۔جیون ما گڑاں پرشنگو آوی بھولانی جائے چھے۔پنڑتے دیوس تو ہوں کدی بھولی نہیں

سکوں۔ کارنڈ کے ماری وجود وگرنی ھشتی آپ ﷺ ھی
ساتھے ھتی فون ہروڈورا مرکزے چشتیہ نا صدر
عبداللہ ڈایر صاحب نی ساتھے وات چیت کری کے
"وہراُجیریا" نی سفرنوانتظام کری سوراسٹ اکسپریس
پرہراہر اگیارواگے پلیٹ فارم پر پہنچی جائے۔ بدھا
جانثاروں پھول ہار لئی آپ ﷺ نا کمپارٹمنٹ طرف
دیونہ وار دوڑی گیا۔ حضور وڈودرا مرکزے چشتیہ
پداھریا۔ڈایر صاحب ہدھا نے ناشتو کراویو۔تے پچھی
براہر ساڈابارواگے بیجا (۱۲) سول ماڑسوئے حضوراے
لئی سنہ کیھڑ رواناتھئی، موٹر ڈھبوئی نا رستے تھئی
سنہ کیھڑا آوی پہنچی۔سنہ کیھڑا ما صدرالدین امیر
میائے جمڑنو بندوبست کری موکیوھتو سرکار نا ماٹے
ایم ثاباورچی پرحیزی کھاڑوں پیس کریو۔

سنہ کیھڑا تھی براہر ساڈاچارواگے موٹرنی کڑی
ھتی۔سنہ کیھڑانی گلیوں ما موٹر فسای پڑے تیوی
ھتی۔پرنتوں ڈرایور ہوشیار ھتو۔کونہہ پوروک موٹر
کاھڈی وزیریانی سڑک اپرناکھی دیھدی۔'وہراُجیریانا
خراب ما خراب راستا پر موٹرپور پاٹ دوڑتی ھتی
تھوڑے تھوڑے آنترے کیھتروماتھی ہس نے پسا

تھوں پڑتوں ھتو۔ آخرے ایک کوطرے موٹرنے روکی دھیدی۔ بدھا اُتری پڑیا۔ سامے ندی نواں آسپاس نی نانی ڈونگری انورڈیام نو درسی اور مزاآپتو ھتوں۔ سرکارنی پاچھڈ پا چھڈ بدھا چالی رھیا ں ھتا۔ پانی نو پرواہ آچھو ھتو۔ سرکار آگڑ وھیدنے جتا ھتاں۔ سرکار پانی ماپگ موقِ تہ پہلابِ مریدو پوتا نہ ہاتھوں اپر اُچکی لئی پرواہ نا بیچ پار اُتاری دھیدا۔ ہوں تو درصیہ جوئی دیگ مرڈ بنی گیو۔ ھمڑاں پڑآدرصہ ماری نظروں ما پھرے چھے۔ کیمرا نتھی؟، بھلے نتھی؟، پڑ ماری نظروں نے ادبھوت درصہ چھڑپی لیدھوں چھے ،انے ہم یساماٹے ماری آنکھوماج اے طرتوں رہے سے ۔موٹر "کڈولی "گام نی بھاغوڑے آوی، گام لوکوں نا "نصیرالدین باواؒ زندہ باد "نا گگن بھیدی نارہ اُتھی واتاورڑن گاجی اُٹھیوں۔ بدھا ایک اپر ایک قدم بوسی ماٹے پڑھا پھلی کروالاگیا۔ سرکار ابھاتھلی گیا۔

ولی پاشانے مامل‌و سمبھاڑی سرکار پاسے آوی کورڈن کری لیدھو۔ اِن پچھی بدھا ایک پچھی ایک پھول ہار کری قدم بوس تھوالاگیا۔ آاستقبال 'کڈولی 'گامے تھیوں ھتوں۔ وہراجیریا نالوکوں آطرف اُمٹی آویا ھتاں۔ ایک

ڈم نی گاڈی نے ساری ریت شنگھاری ھتی۔سرکار نے
اُچکی نے ڈم نی گاڈی اپر بیشاڈیا،جانسارو ہوتانا کھبا اپر
گاڈی اُچکی کھنچ والاگیا،گاڈولی اِن "وہراجھریا" وچ
اپرڑ ندی آویلی ھتی۔ہئے طرف ڈھلان اِن چڈھان خطر
ناک ھتی۔ندی نو میدان وٹاوی گاڑی چڈھان اپر چھڈو
لاگی۔بیجاگام لوگوں،بچہ ا،اشتری ا،پورروشں خیترو اپر
آدرصہ نہاڑتا نظرے پڑتا ھتا،تہ اُہنڑ جونی نے حیرت
پامی رہیاں ھتا۔کے آکلی آوی ہشتی چوکے جینا سیوائے
بیجو کونی ماڑنسنے آؤ اپرو مان پامتا جویو نتھی۔گام
نی آس پاش سینکڑو ماڑنسوں ایکٹھا تھیاں ھتا۔انے
شاندار میلوں جوواملیو ھتوں۔گامنا موٹا ٹھاکروں نے
تیاں سرکانے اتارو آپواما آویوں ھتو۔"بیعت نی "کریا نو
بندوبست تھرا لاگیو سیکڑوں لوگوں مرید تھوا آویا ھتا۔
پورروشونی بیعت نی کیریاپوری تھیاں پچھی بیجی
طرف اشتری عونی بیعت نی کیریا شروع تھئی رات
نا(١٠/٣٠) ساڈادس واگے جمڑنو کاریکرم ـروع تھیو۔
سرکارنو پرحیضی کھاڑوں پوتانا روم مالیدوں ھتوں۔
آخرے باروا گے سماع نی محفل شروع تھئی میواسی ٹھا
کوروں اَڈھدی راتے پڑدیدار کرواماٹے آووانو چوکیا نہیں،

قاضی صاحب نے تیاں ہڑ کیدلا ٹھاکور انتظار ما بیٹھا
ہتا میں تیم نے قاضی صاحب جوڑ ے سرکار پاشے موکلی
آپیا، رات نا (۲) بہ واگے سرکار محفل ما تھی اُٹھی پوتانا
آرام گاہ ما آویا۔ روم ما گھسار وایونے ایو جھتو۔سرکار
راتِ بلکل انگھیا نو ہتا۔

آبدھا اِنتظام نا مشکل کاریما، بدرالدین، موسی
خانجی باوا، وغیرہ (۲) بہ دیوس تھی ابھا پگے محنت
کری رہیا ھتا۔سرکار نا جھڑں ماٹے اموں اُداس تھئی گیا
ھتا۔ پڑولی پاشانے اماری آموزوڑ دور کری نے کھیوں: کہ
لاؤں تمِ سرکار نا ماٹے راندھیوں ہونے، تے ہوں سرکار
سامے پیش کروں چھو، سرکار پوتانا لب لگاڈی آپی
دیسے تو تمِ تبروک پیٹھے مریدوما وہنچی دے جو آ
سانبھڑی اموں خوش خوش تھئی گیا۔

گام لوکوں طرف تھی سرکار نے مان پتر پیش
تھیوں۔سرکارِ آنا جواب ماٹے ولی پاشانے آگیا کری۔ولی
پاشا نے کھیوں :حضورِ اقدس تمارا گام لوکوں تھی
گھڑانج خوش تھیاں چھے، تمارا خلوص بھریا عقیدت
تھی سرکار نے مان پیدہ تھیوں چھے، خدا انِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
تموں نے دِین و دنیاوی نعمتوں تھی بھرپور راکھے اِن

تمنے بدھائے خوش-و-خرم راکھے آمین:

ایک بزرگ اِن مقدس ہستی اے گام لوکوں نا

ماتردِل نیج نہیں۔

پڑبھاگیہ نے پڑ آفتاب نی جیم چمکا وی دھیدا ہتاں، سرکارنی موٹر جیوی اپڈی گئی۔ساتھے ساتھے لوکوں نا دِل پڑ لیتی گئی،سرکار تشریف لئی گیا پڑ آخا گام نا لوکوں اپر پوتانوقب جوجماوی گیا۔تڑواگے سنکھیڑا، ڈ ھبوی تھئی وڈودرا آوی پہنچ یا۔ وڈودرا، ماجناب بچو میاں صاحب،یاقوت پورا،ماجناب رحمان بھائی ، باجواڈا ، "اِن مرکزے چشتیہ نا " سیکٹری جناب جسونت سینگھ راٹھوٹ نے تیاں پدھرامڑی تھئی ہتی۔ کیٹلاعونِ "بیعت "کری، پچھی سرکار اسٹیشن اپر آوی پہنچ یا۔ دس منٹ پچھی گاڈی آوی،بدھا مرید و قدم بوس تھیا اِن سوہام ڑی ویدائی آپی چھوٹا پڈیا۔

یہ تھی جناب شفق صاحب کا ماہنامہ 'قلم' (مارچ ۱۹۶۱) میں وہرا کی رُوداد کے اِس بیان سے دو باتوں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

ایک یہ کہ اُپنے سے نسبت رکھنے والوں کی دِل جوئی دیکھیے، کہ طبیعت ٹھیک نہیں۔ پرہیز چل رہا ہے، پھر بھی تکلیف اُٹھانا گوارہ کرلیا۔ مگر مُریدوں کی دِل شکنی پسند نہیں کی یہ شفقتِ بزرگانہ اور اخلاقِ کریمانہ میرے خواجہ کی عادت تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ خانوادہ عالیہ چشتیہ" کا سجادہ یعنی شیخ اعظم، رہبر عالم مریدوں کے ہاتھوں کی کشتی تختِ طاؤس (جو بھی نام دیجئے) پر بیٹھا ہوا ندی پار کر رہا ہے۔ ایسا نظارہ پہلی مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اس کی تصویر کھنچی ہوئی ہے۔ آپ لفظوں میں اس منظر کو دیکھ نہیں سکتے۔

اسلئے قبلہ عالم کا فوٹو صابرمتی ندی میں مریدوں کے ہاتھوں کا نقشہ جما کر اس خاکسار نے اپنے تصور میں تصویر بنائی ہے۔ آپ بھی دیکھئے اور لطف اٹھائیے۔

☆نشے کی عادت کا چھٹنا

قبلہ عالم اپنے صاحبزادوں کے ساتھ موٹر وانا (دھولکا) سے حضرت محمود شاہ بخاریؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہو کر رات کو ۹ بجے بھڑیاد پہنچے رات زیادہ ہو چکی تھی اور کافی لوگ ہمراہ تھے، لیکن بچو میاں مجاور نے بروقت مہمانوں کا انتظام کیا، فجر کی نماز کے بعد درگاہ میں فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہو کر دیوان خانے میں تشریف فرما ہوئے۔ بھڑیاد گاؤں کے قدیم لوگ، اگر سنگھ دربار، لال جی بھائی پٹیل، جیوراج بھائی پٹیل، کیشو بھائی، وغیرہ حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے اس زمانے کی یاد دلائی جب حضرت اقدس ۱۹۳۲ء ڈیڑھ دو سال بخاری صاحب کی درگاہ میں مقیم رہے۔ بڑی تعداد میں لوگ ملاقات کو آتے رہے۔ جب حضرت مکان میں تشریف لے گئے، تو اس خاکسار نے ۱۹۳۲ء کی بات دریافت کی تو کہا خود باوا کے ساتھ بہت لوگ رہتے تھے۔ اُنکے علاوہ گاؤں والے بھی جمع ہوتے تھے ایک لنگڑے شخص پیر محمد کھانا پکاتے تھے۔ دربار بھرا رہتا تھا، درگاہ میں جو لوگ پڑے رہتے تھے اُنکو گانجا، چرس، افیون، کھانے

پینے میں درباریوں کی وجہ سے خاصہ اضافہ ہو گیا تھا۔ اُن میں سے دو آدمی باوا کی خدمت میں شامل ہو کر پیر محمد کے ساتھ کام کاج کرنے لگے۔ ایک کا نام نصیر خان اور دوسرے کا نام سید غلام دستگیر تھا، مگر باوا نے خان صاحب کا نام "بریلی باپو" اور دستگیر کا نام "بستی" رکھا اسی نام سے سب لوگ اُنکو جانتے ہیں، اصلی نام سے کوئی واقف نہیں تھا۔ باوا کے پاس مرتے دم تک خدمت کرتے رہے۔ باوا کے پاس آنے والا ہر شخص "بستی" کا دوست بن جاتا کیونکہ سب کو ڈورا، نمک، کالی مرچ، شکر، حاجت مندوں کو 'بستی' کے پاس باوا کا پڑھا ہوا مل جاتا تھا۔ باوا کا خدمت گار ہونے کی وجہ سے لوگ بھی اِن کی قدر کرتے اور ناشتہ پانی کے لئے کچھ دے دیتے۔ "بستی اور بریلی باپو" گانجا، چرس، افیون، کے پکے نشہ کرنے والے تھے، مگر جب سے یہ دونوں باوا کے ساتھ ہو گئے، اور بریلی باپو کو باورچی خانہ سپرد کیا گیا۔ تب باوا نے دونوں سے کہا باپو! اب تم نشہ نہیں کرنا، اور "بستی" سے کہا ڈورا، نمک، شکر، دے کر تم اپنا کام چلا، باوا کی کہی ہوئی یہ بات اُن کے دل پر اثر کر گئی۔ اُسکے بعد نشہ میں چور رہنے والے باپو نے یک لخت تمام نشہ ایسا چھوڑا کہ مرتے دم تک منہ نہیں لگایا، اور بستی کو بھی روزانہ خرچہ پانی ملتا رہا۔

☆لٹیروں سے نجات

ایک رات کو باوا کے پاس ہم اور دادو میاں مجاور بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے، رات کے ڈیڑھ دو بجے سیدو میاں مجاور ہانپتے کانپتے آئے اور باوا کی گود میں سر رکھ کر کہا، "باوا! اگر آپ" نہیں بچاتے تو روپیوں کے ساتھ جان بھی جاتی"۔ اِنکے بھائی دادو میاں نے کہا "باوا! یہاں سے کہیں گئے نہیں، تو تم

کو کیسے بچایا"؟ سیدو میاں نے کہا: تمہارا کہنا سچ ہے کہ باوا یہاں سے گئے نہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ باوا نے میری جان بچائی۔ دھندو کے سے میں نکلا، میری جیب میں چھ سو روپے تھے۔ جب میں روجکا گاؤں سے آگے بڑھا تو داہریا لیے ہوئے تین لٹیروں نے مجھے گھیر لیا دو نے مجھے پکڑا تیسرے نے مارنے کیلئے داہریا اٹھایا تو پیچھے سے آواز آئی: "خبردار! چھوڑ دو اور بھاگ جاؤ ورنہ مار ڈالونگا"۔

پستول کا فائر ہوا، وہ ڈاکو ڈر کر بھاگ گئے۔ باوا نے مسکراتے ہوئے کہا: سیدو میاں روپے لے کر رات کو اکیلے کبھی سفر نہیں کرنا، گھبراؤ نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں گھڑی گھڑی پلٹ کر دیکھتا تھا، سچ مچ باوا میرے پیچھے تھے۔ مگر ایک میل کے بعد نظر نہیں آئے۔ باوا کا یہ چمتکار سن کر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی ہوئی۔ کہ ہمارے سامنے سے ہٹے بھی نہیں، مگر دس میل دور "روجکا" جا کر سیدو میاں کی جان بچائی۔ یہ تھی غیروں کی زبانی اور اُنکے خیالات جو میرے خواجہ کے متعلق تھے۔

☆برھمن کی خدمات

۱۹۶۶ء میں قبلۂ عالم، صاحبزادے، نبیرگان، اور بمبئی کے علی میاں قلعے دار، ابراہیم قلعے دار، موجد الدین ناگوری، اور یہ خاکسار، بھڑیاد گئے تھے۔ اُس وقت بھڑیاد والوں نے ۱۹۳۲ء کی تاریخ سنائی، اس دربار کے بارے میں مجھ سے سنیے کہ حضرت محمد شاہ بخاری "بخارہ سے ہندوستان میں آئے، اسلام کے لئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ" بڑے بزرگ ہیں۔ ہر ملت

کے لوگ آپؒ کی درگاہ پر رات دن حاضر ہو کر فیض پاتے ہیں۔ بخاری باداؒ کی خدمت کسی برہمن نے کی۔ اُسکی وجہ سے مجاوروں کو ہمیشہ کے لئے گائے کے گوشت کی ممانعت فرمادی۔

☆اِیں چہ عجبِ بوالعجب اَست

جہاں حضرت کا مزار واقع ہے، وہ بڑی پُرفضا جگہ ہے، درگاہ سے متصل بڑا تالاب ہے۔ جس کی لہریں درگاہ کے احاطے کی دیوار سے ٹکراتی رہتی ہے۔ تمام گاؤں والے اِسی تالاب کا پانی پیتے ہیں، درگاہ اور مسجد کے نلوں میں پمپ سے پانی آتا ہے، جس سے بڑا آرام ہے۔ بچو میاں مجاور، اُنکے صاحبزادے اور جمعہ بھائی نے ہماری بڑی خاطر کی صبح (۱۰:۳۰) بجے واپس آئے۔ بھڑیاد اور حضرت بخاری باداؒ کا ذکر چھڑ گیا ہے تو ایک سنگین حادثہ سن لیجئے۔ جس کو قیامت کہا جاسکتا ہے بخاری باداؒ کا عرس رجب مہینے کی ۱۱ تاریخ کو بھڑیاد میں ہوتا ہے۔ جمال پور احمد آباد سے بتاریخ ۵ رجب کو ہزاروں آدمی کی میدنی بھڑیاد ۱۲۰ میل کا سفر پیدل چل کر جاتے ہیں۔ مگر ۱۳۹۰ھ کے رجب مہینے میں آگ اور خون کے کھیل کی وجہ سے میدنی بھڑیاد نہ پہنچ سکے، پولیس کی نگرانی میں احمد آباد واپس آئے۔ ایک قیامت تھی، جو برپا ہوگئی۔ اللہ پاک یہ وقت پھر کبھی نہ لائے۔ اِس حشر سامانی سے ہٹ کر جو بات پیش کررہا ہوں وہ اخبار اور آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے۔

احمد آباد پولیس اسٹیشن کا میدان پولیس لائن سڑک اور ندی میں چالیس ہزار اِنسانوں کو حکومت نے پناہ دی تھی، تباہی اور بربادی کے لحاظ سے ہر شخص ایک عاجز گنہگار کی آنکھیں ایسے سروں کو تلاش کررہی تھیں جو اپنے معبود کے

آگے جھک کر اس کے فضل و کرم کی بھیک مانگ رہے ہوں۔ مگر ہائے! ایک شخص بھی ایسا نظر آنے کی بجائے، شوق-و-ذوق گانا بجانا کھیل کود، رنگ رلیاں، مناتے ہوئے دیکھا ہے، اپنی سخت ترین مصیبت پر آنسو بہانے کی جگہ عیش منایا جا رہا تھا۔ دل نے کہا ایسی قوم ہی قہر کے قابل ہوتی ہے۔ استغفر اللہ! کیسے لوگ ہیں کہ مصیبت میں بھی اللہ کو بھولے ہوئے ہیں۔

سن ۱۳۹۰ھ کے رجب میں عرس کے ایام میں بارش اور طوفان نے کتنے ہی گاؤں ویران کر دیئے۔ پیدل، موٹر کار، ریلوے، تار، ٹیلی فون، سب کچھ بند ہو گیا۔ ایک آدمی بھی بھڑیاد عرس میں نہ پہنچ سکا۔ مگر دلی لگن اور بخاری باوا کی کشش نے پروفیسر موتاوانی، جو بمبئی سومایا کالج میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے انہیں بمبئی سے کھینچا، وہ ہوائی جہاز سے آئے، اور کسی ٹیکسی والے کو چار سو روپے دیکر سیکڑوں میل کا چکر کاٹ کر بھڑیاد پہنچے۔

"ایں چہ عجبِ بو العجبی است"

(یہ حیرت ناک بات ہیں)

ہزاروں میں سے سب ناشاد رہے، ایک پروفیسر موتانی نے مراد پالی، اس گردار کے زمانہ میں میرے خواجہ کی زبان پر رحم، فضل رحیم، فضل پڑھا ہوا تھا، اسی کی برکت تھی کہ ہزاروں جلنے اور کٹنے والوں میں اُن کا ایک بھی مرید نہیں تھا۔

☆امدادِ خواجہ

ایک شخص عبدالستار جلوس کے وقت موجود الدین کے مکان نور چال میں مُرید ہوا تھا، کبھی نصیر باغ نہیں آیا۔ سابر متی اسٹیشن پر حمال (قلی) کا کام کرتا تھا۔

فساد کے وقت ایک شخص اُس کو دھاریا (تلوار) مارنا چاہتا تھا، مگر اُسی وقت مارنے والے کے ہاتھ پر کسی نے ایسا وار کیا کہ دھاریا نیچے اور وہ پیچھے گر پڑا۔ بچانے والے نے ستار سے کہا (بھاگ) "پٹی، پٹی، باغ میں چلا جا۔" ستار ریل کی پٹری پر بھاگتا ہوا باغ سے آگے نکل گیا، تب کسی نے للکارا، ستار پلٹ جا، گیٹ کے پاس دائیں طرف اُتر جا، ہدایت کے مطابق ستار پلٹ کر گیٹ کے پاس دائیں طرف اُتر کر نصیر باغ میں آیا اور اِس خاکسار (ولی پاشا) سے کہا: کہ وہ بچانے والے راستہ دکھانے والے نصیر بابا تھے، ولی پاشا نے کہا کہ بابا اِس وقت نصیر باغ میں نہیں ہیں۔ وہ اِس وقت وانٹے (ڈھولکا) میں ہیں۔ ستار مجھ سے یہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ اور پھر کرفیو اُٹھنے کے بعد ستار نصیر باغ سے اپنے گھر واپس لوٹ گیا۔

☆من خواجہ کی دادرسی

اِس دنیا میں بھائی چارہ دوستی، خلوص کے ساتھ ساتھ غیرت، تکرار، دشمنی بھی معمولی باتیں ہیں۔ پہلے ایسے واقعات کم ہوا کرتے تھے۔ مگر اب (۸۰) اُسی فیصد فریادی میرے خواجہ کے پاس دادرسی کے لئے روزانہ آیا کرتے ہیں۔ خاندانی روزمرہ کے جھگڑوں کا نمٹانا گھڑی بھر کی بات ہے۔ ایسے لوگ ٹالنے سے ٹلتے بھی نہیں، کچھ نہ کچھ لے کر اُٹھتے ہیں۔ اِسی طرح بدچلن اور آوارگی بھی عروج پر ہے، ضعیف ماں باپ روتے ہیں کہ اولاد نے ہمیں گھر سے نکال دیا، بیوی شکایت کرتی ہے کہ شوہر نے چھوڑ دیا ہے۔ ایسی فریاد کرنے والوں کو شکر دم کر کے دی جاتی ہے، یہ کھلانے سے نتیجہ بھی اچھا نکلتا ہے۔ اُس قسم کے ہزاروں میں سے ایک دو واقعات سن لیجئے۔ جو نوعیت کے لحاظ سے بالکل انوکھے ہے۔

☆منگو کا نیک بننا

ایک منگو نامی واگھرن (جمعہ دارن) رو کر کہنے لگی، کہ اس کا شوہر شراب، افیون، بھنگ، چرس، مدک، گانجا، کا نشہ کرنے کے علاوہ جوا، سٹہ بھی خوب کھیلتا ہے جو چیز بھی ہاتھ میں آجاتی ہے، اُس سے مار مار کر ہڈی پسلی توڑ دیتا ہے۔ گھر والے کا نام پوچھا گیا تو کہا: "اللہ رکھا" نام سُن کر حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر آپؒ نے فرمایا: "تم پھر آنا" حضرت نے اِس خیال سے تامل فرمایا، کہ منگو اور "اللہ رکھا" بے جوڑ بات ہے۔ مگر منگو پر اُس کی دھن سوار تھی، وہ سوچنا تو بڑی بات ہے، سننا بھی نہیں چاہتی تھی کہ "بے جوڑ" کس بلا کا نام ہے۔ دوسرے روز صبح سات (۷) بجے آدھمکی دن بھر بیٹھی رہی میرے خواجہ نے توجہ نہیں فرمائی۔ دوسرے روز پھر وارد ہوگئی، اور ولی پاشا سے کہنے لگی، "او چاچا" میں نے کتنے لوگوں سے سنا ہے کہ پیر بادا نے اچھا کر دیا۔ میرا گھر والا اچھا ہونے تک پیر بادا کو چھوڑونگی نہیں۔ کتنا پختہ ارادہ تھا منگو کا؟ یقین تھا کہ وہ کامیاب ہو کر رہے گی۔ حضرت قبلہ دس بجے رونق افروز ہوئے، قدم بوسی کے بعد ولی پاشا نے عرض کیا: کل دن بھر سے جمی رہی ہے۔ اور آج صبح سے موجود ہوگئی ہے، فرمایا: ہاں ولی میاں! مگر دونوں الگ الگ ہیں!

ولی پاشا: بجا ارشاد ہے لیکن!

فرمایا: لیکن کیا!

ولی پاشا: منگو اٹل ہے، کہتی ہے کہ پیر بادا نے بہت لوگوں کو اچھا کیا۔ میرے شوہر کے اچھا ہونے تک یہاں سے نہیں نکلوں گی۔

فرمایا: تو؟

ولی پاشاہ: ہمارے سامنے اُنکے نکاح کی اجازت کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ رکھا کی آوارگی کا معاملہ ہے، فریادی منگو ہو یا کوئی اور!

فرمایا: ہوں!

ولی پاشا: منگو یہ چاہتی ہے کہ اللہ رکھا نشہ کرنا، جوا، سٹہ، چھوڑ کر نیک ہو جائے!

فرمایا: بلاؤ اُس کو!

منگو آئی اور پیر پکڑ کر روتے ہوئے بولی، کتنوں کو تم نے اچھا کیا ہے باوا! مجھ پر دیا کرو۔

آپؒ نے شکر دم کر کے دی، منگو خوش ہو کر گھر لوٹی۔ چار مہینے کے بعد منگو پھول ہار، کپڑے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ نشہ، جوا، سٹہ، کھیلنا چھوڑ کر نمازی بن گیا ہے۔ دوکان مسجد گھر کے سوا اللہ رکھا کہیں نہیں جاتا۔

یہ سُن کر ولی پاشا پکار اٹھے!

'اللہ انکو سلامت رکھے، جن کے فیض نے شرابی، جواری، کو نمازی بنا دیا۔

☆ کانتا اور اسکے بچے

ایک ٹھاکر ہیں، جو بڑے رنگین اور شوقین طبیعت رکھنے والے ہیں۔ دو بیویوں کو چھوڑ کر تیسری لائے، اُس سے دو تین بچے ہوئے۔ چوتھی کے ساتھ بندھن باندھ لیا۔ اور بچے والی تیسری کو ٹھکرا دیا، غریب کانتا اور اُسکے بچوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اگر یہ بچے یا بیوی گھر میں جاتے تو ٹھاکر جی مار

مار کر گھر سے نکال دیتے آخر میں جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ ڈکھیاری کانتا کے بچوں کو لیکر میرے خواجہ کے پاس آئی۔ حضرت کے اعجاز نے کانتا اور بچوں کو نئی زندگی عطا کی۔ ٹھاکر نے چوتھی داشتہ (رکمات) کو نکال دیا۔ اور تیسری بیوی اور بچوں پر جانثار ہو گئے۔

اس زمانے کے لوگ مہذب اور تعلیم یافتہ ہیں ہر چیز ترقی پر ہے، اگر اچھائی آگے بڑھ رہی ہے تو برائی بھی پیچھے نہیں رہتی، بلکہ بدی نیکی سے پچاس قدم آگے قدم بڑھاتی ہے۔ میرے خواجہ کے پاس آنے والوں میں بھاگ جانے والوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ فرار ہونے والوں کی تعداد میں روزانہ آٹھ دس لوگ آتے ہیں۔ اُن میں (۹۸) اٹھانویں فی صد سفرور میرے خواجہ کی دعا سے واپس آئے ہیں۔ اُن میں سے بعض ایسے شرم ناک قصے ہوتے ہیں کہ سن کر ہم کو غیرت آتی ہے۔ ''کاش! ایسا کرنے سے پہلے اُن کو موت آجاتی'' ماں، باپ کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے تب واقعہ کی اہمیت سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

☆ایمان لا کر شادی پر آمادہ

کسی کا نام لئے بغیر ایک واقعہ پیش ہے۔ تاکہ ایک طرف کرداری اور دوسری جانب میرے خواجہ کی کراماتی مقدرت اور مشکل کشائی کا ڈھب آپ جان سکو۔ ٹیکسی میں میاں بیوی صبح (۶) چھ بجے نصیر باغ شاہی باغ میں آئے، اس خیال سے کہ حضرت فجر کی نماز پڑھ کر رونق افروز ہو جاتے ہونگے؟ اور خواہش رکھتے تھے کہ حضرت تنہائی میں اُنکا ماجرا سنیں گے، ہچکیاں لیتے ہوئے

عورت نے کہا: (۲۲) بائیس برس کی بیٹی (۳۲) بتیس دن سے گم ہے، بہت تلاش کی گئی مگر پتہ نہیں چلا تین سو نقد اور کچھ زیور لے گئی ہے۔ حضور نے فرمایا: یہ بھی تو کہو کہ غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ اس سوال پر غور اور تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا: ''جی ہاں!'' حضرت آپؒ نے سچ فرمایا، وہ نا ہنجار لڑکی ایک ہندو لڑکے کے ساتھ فرار ہو گئی ہے، جو اس کے ساتھ پڑھتا تھا۔ حضرتؒ آپؒ اللہ کے ولی ہو، ایسا کیجئے کہ یہ کلنک مٹ جائے۔ آپؒ نے ایک نقش دے کر فرمایا: اِس کو ہوا میں لٹکا دو آج ہی تم واپس جاؤ، وہ (۱۰) دسویں دن آجائیگی مگر خوف و ڈر سے تمہارے گھر میں نہیں آئیگی۔ فلاں جگہ فلاں کے مکان میں رہیگی۔ تم اپنے بڑے بیٹے کو بھیجنا، اُسکے ساتھ وہ چلی آئیگی، مگر اُس پر کوئی جبر یا ظلم نہ کرنا، اُسکی شادی اُسی لڑکے کے ساتھ کر دینا! اِنہوں نے عرض کیا! کہ وہ تو مسلمان نہیں ہے،؟ آپؒ نے فرمایا: ہاں بھئی! اگر میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو، اللہ قادر ہے۔ سب کچھ بہتر کرے گا، لڑکی کا بھائی اُس کو سمجھائے گا تو وہ ایمان لا کر شادی پر آمادہ ہو جائیگا۔

یہ کام اُسی طرح انجام پایا جیسا کہ حضرت اقدس نے پورا ہونے سے بہت پیشتر فرمایا تھا۔ مگر پیش گوئی کرنے سے مصیبت ٹل نہیں جاتی، بلکہ بگڑی بنانی پڑتی ہے میرے خواجہ نے کس طرح سے مشکل کشائی کی وہ سنیے۔

مگر اِدھر ماں باپ کو نقش دیکر کام کرنے کی پوری ترکیب بتائی اور اُدھر اُس لڑکی کے پاس پہنچے جہاں وہ چھپی ہوئی تھی، لڑکی اپنے مستقبل کی فکر اور اپنے کئے ہوئے پر سوچ کرتی ہوئی گم صم بیٹھی ہوئی تھی کہ کسی نے کہا۔

''اُو'' فلاں کی بیٹی، تو نے جو کچھ کیا، بُرا کیا: زندگی اور آخرت دونوں برباد؟ لوٹ جا اپنے گھر، فلاں کے پاس، جو وہ تجھے پناہ دیگے۔ ہاں اگر تیرا بھائی آئے تو اُسکے ساتھ چلی جانا۔ تو جو چاہتی ہے، وہی ہوگا، ماں باپ سے معافی مانگ لے، تجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا دیکھ وہ تیرا ساتھی روٹی سالن لا رہا ہے۔ سامنے اخبار تھا، اُس میں سے تھوڑا پھاڑ کر ایک پھونک ماری، یہ کاغذ اُسکے ہاتھ میں دینا، اُسکو تو جو کہے گی، وہ مان لے گا۔

لڑکی حیران کہ یہ کوئی فرشتہ ہے یا کون ہے! بہر حال لڑکی نے بھی وہی کیا جو آپؒ نے حکم دیا تھا، آخر کار اُس لڑکے نے ایمان لاتے ہوئے اُس لڑکی سے نکاح پڑھا لیا۔

آپؒ نے دیکھا کہ کتنی صحیح رہبری فرمائی گئی، ماں، باپ، کو تاکید فرمائی کہ ستم، جبر، نہ کرنا، بیٹی کو معافی مانگنے کی ترغیب دی، کس قدر بھر پور کرامت تھی کہ ماں، باپ، مفرور لڑکی، غیر مسلم لڑکا کوئی بھی آپؒ کی اثر سے نہ بچ سکا، سبحان اللہ! خاص بات یہ ہے کہ اِن میں سے کسی نے بھی حضرت کو نہیں دیکھا نہ آپؒ سے کوئی واقف؟ وہ سب مہاراشٹر کے رہنے والے تھے۔

☆گلے کی بیماری سے نجات

جب کوئی کام بننے کا وقت آتا ہے تو اُسکا سبب اَیسا بنتا ہے۔ جو خواب و خیال سے باہر ہوتا ہے۔ اٹھارہ (۱۸) اُنیس (۱۹) برس کا نوجوان لڑکا محمد خالق گلے کی بیماری میں تین سال سے مبتلا تھا۔ گلے پر اتنا اُبھار ہے، جیسے کوئی گانٹھ ہوگئی ہو۔ تین سال کے عرصے میں کوئی علاج باقی نہیں رکھا، آخری علاج

آپریشن کرواناتھا۔ خالق کے والد محمد حنیف نے میرے خواجہ کے سامنے بیٹے کو پیش کرکے بمبئی جا کر بیٹے کے آپریشن کروانے کی اجازت چاہی، حضور اقدس نے فرمایا: "اگر ضروری ہو" اِن الفاظوں میں جو گہرائی تھی وہ اُنکی رسائی سے باہر تھی۔ غلامی میں عمر گزارنے کے بعد بقول سیماب اکبرآبادی!

"پہچانے لگا ہوں تمہاری نظر کو میں"

یہ نعلین بردار منشائے اقدس کو تاڑ گیا۔ میں نے حنیف صاحب سے پوچھا، آپ اپنے بیٹے کو بمبئی لیکر کب جاؤ گے؟، حنیف صاحب نے عرض کی "آٹھ روز کے بعد" میں نے کہا، ایک ہفتہ بڑی مدت ہوتی ہے، گلے کا آپریشن کرانا گلہ کاٹنا ایک ہی بات ہوتی ہے۔ نمک، پانی، لاؤ! انشاء اللہ نشتر لگانے کی نوبت نہیں آئیگی، پانی اور نمک پر حضرتؒ نے دم فرمایا، گانٹھ پر سے نمک وارنے اور پانی پینے سے چھ ہی روز میں تین سال کی گانٹھ گھل گئی، کھانے پینے میں کوئی تکلیف نہیں رہی، گلہ کٹنے سے بچ گیا۔

"کیا بتاؤں میری اِن آنکھوں نے کیا کیا دیکھا!"

☆جرمن لوگ حیران رہ گئے

جہاں فیض لٹایا جاتا ہو وہاں عجیب وغریب واقعات اِن آنکھوں نے دیکھے ہیں جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چٹکی بجاتے ہی مصیبت کا پہاڑ ہٹ گیا۔ جیسے کہ ایک کرشمہ ہو۔

مسٹر گوٹ مین اور اُنکی بیوی لیڈی گوٹ مین، دونوں جرمن ڈاکٹر تھے۔ اِنکے ساتھ اسٹاک ہوم کے پریس رپورٹر کیری کرسٹین سین ایک اللہ والے کا تماشہ

دیکھنے آئے۔ دربار میں دوڈھائی سو حاجت مند حضرت کو گھیرے ہوئے تھے۔

(۱) کریم نامی شخص دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بے چین ہے، دو ماہ سے یہ درد میں مبتلا ہے۔

(۲) عائشہ پیٹ پکڑ کر تڑپ رہی ہے، ایک سال سے درد نہیں جاتا۔

(۳) ایک لڑکا شنکر کے بدن میں پچیس روز سے جلن ہو رہی ہے، جیسے آگ میں جل رہا ہو۔

(۴) ایک لڑکا میگھا دانت میں تکلیف ہونے کی وجہ سے تین روز ہوئے سو نہیں سکا۔

(۵) یعقوب گردے کی شدید ٹیس سے بلبلا رہا ہے۔

میرے خواجہ نے اپنی اُنگلی اٹھا کر اُن پانچوں تڑپنے والوں کی طرف اِشارہ کیا۔ اُن سب کو سکون اور چین مل گیا۔ وہ سب ہنس پڑے، جیسے اُن کو کچھ تھا ہی نہیں: "لیڈی گوٹ مین" "او گاڈ!" "اِٹ اِز ونڈر فل" کہہ کر چیخ اٹھی۔

سبحان اللہ! یہ حیرت انگیز کرشمہ ہے مجمع میں مختلف مریض، کچھ بے روزگار، بعض قرضدار، چند بے اولاد، کچھ شادی سے محروم، کچھ میاں بیوی میں ناراضگی، پانچ دس نوکری میں ترقی سے محروم، چھ سات دھندا برابر نہ چلتا ہو ایسے، کچھ کرایہ داروں سے پریشان ہونے والے، رکشہ کا لائسنس، جن کو نہ ملتا ہو ایسے، ایک عورت کو کرایہ کا گھر نہیں ملتا، ایسے حاجت مندوں کو جو دینا تھا وہ عطا ہوا۔ مگر حاجت مندوں کی طلب دیکھ کر اور سن کر وہ جرمن لوگ حیران رہ گئے۔ کہ کیسے کیسے لوگ یہاں آتے ہیں، اور کیا خوب ہے کہ دینے والا کسی کو محروم نہیں

فرماتا، ان لوگوں نے بعض کے حالات نوٹ کیے، اور کچھ کی تصویر بھی لی، مجھ سے یہ سن کر کبھی کم اور کبھی زیادہ لوگ یہاں آتے ہیں، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

☆نصیر میاں ؒ کا مُرید ہو جا

صاحب قدرت، خدارسیدہ بزرگ جب اپنے سے نسبت رکھنے والے کو اتنا نوازتے ہیں کہ اُسکے عروج اور فضیلت کو صحیح طور پر جاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں جو آدمی آنجاتا ہے، سابقہ پڑنے کے بعد اُسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنا بڑا اور عالی مرتبہ ہے۔

احمد آباد حلیم کی کھڑکی میں رہنے والے نور محمد لال بھائی جو بیلی مل میں کام کرتے ہیں ایک روز شام مسجد میں آئے تکبیر کہی جارہی تھی، انکی آواز بھی آئی، مجھے مُرید ہونا ہے، نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدسؒ نے نور محمد اور اُسکی بیوی کو بیعت فرمایا: مسجد ہی میں تبرک کھاتے ہوئے میرے سوال کے جواب میں اُنہوں نے کہا:۔

دو سال سے میرے دل میں مُرید ہونے کی خواہش ہو رہی تھی مگر کس کو پیر بناؤں یہ طے نہیں کیا۔ کتنی ہی جگہ گیا ملا مگر کسی پر میرا دل مائل نہیں ہوا، میں ایسی ہستی کی تلاش میں تھا جو کامل بزرگ اور حقیقت میں ولی ہو، مجھے حضور غریب نوازؒ سے بڑی عقیدت ہے ہر سال عرس میں حاضری دیتا ہوں، حضور کے مزار کو بوسہ دینے کو سر جھکایا اُس وقت آواز آئی (میرے دل کی تھی یا کسی اور کی) کہ نصیر میاںؒ کا مُرید ہو جا، احمد آباد واپس ہوا، لیکن مل مزدور

ہوں زندگی کی کشمکش کی وجہ سے دھیان اس طرف گیا ہی نہیں، یہاں تک دوسرے سال عرس میں گیا، پھر وہی صورت پیش آئی، عرس سے فارغ ہو کر گھر آگیا۔ مگر مرید ہونے کا پھر بھی ارادہ نہ ہوا، مجھے نیند سے چونکا کر کسی نورانی چہرے والے مقدس بزرگ نے فرمایا: کہ اب تک تو مرید نہیں ہوا؟ اب ہو جا، خواجہ بزرگ کے مزار پر بوسہ دیتے وقت جو آواز آئی تھی، آج آنے والی آواز اسی جیسی ہی تھی اور نیند سے جگا کر حکم دینے والے کون تھے یہ سمجھنا مجھے اور آپ کو دشوار نہیں، خواجہ خواجگانؒ کے ساتھ ایک اور بزرگ تھے، اُن کو میں نے پہچان لیا، کہ یہ نصیر الدینؒ باوا ہیں، اُنہوں نے مجھے شربت پلایا، میرے لئے حکم کو ٹالنا گناہ تھا اسلئے آج مرید ہو گیا۔ نصیر الدینؒ باوا کے صدقہ و طفیل میں مجھے خواجہ غریب نوازؒ کا دیدار نصیب ہوا۔ مجھے اپنے اُوپر ناز ہے، کہ پیر کامل، قطب زماں، غریب نواز کے لاڈلے خانوادۂ عالیہ چشتیہ کا سجادہ، میرا مرشد ہے۔ "پائندہ باد" (جلال الدین توفیق کا ایک شعر سنئے:-

"برپا ہے تیرے دم سے ہنگامۂ اسیری،

اے طولِ زُلفِ جاناں، عمرت دراز بادا

شاعری میں خیال کو اچھے الفاظ میں اُلجھا دینے کو "نزاکت" یا "لطیف الخیالی" کہتے ہیں۔

چنانچہ توفیق صاحب نے نازک خیالی سے کام لیا ہے، کہتے ہیں۔

یار کے لمبے بال کے، لوگ قیدی بننے کا ہنگامہ برپا کر رہے ہیں۔

اے بال تیری عمر دراز ہو یہ ہے لطافت۔ حالانکہ اُنکا مقصد یہ ہے کہ:

"یار کے حسن پر لوگ شیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ اُنکی عمر دراز ہوا" "میرا بھی یہی عرض کرنا ہے کہ اللہ پاک میرے خواجہ کی عمر دراز فرمائے جس کے کرم سے" ایک فیض کا دریا ہے اور جوش میں بہتا ہے۔

ہر روز پچاسوں، ہر ہفتہ سینکڑوں، ہر مہینہ ہزاروں یعنی لاکھ سے زیادہ آدمی حضرت سے فیض پاتے ہیں اور روزانہ یہ واقعات اِس خاکسار کے سامنے پیش آتے ہیں۔ ہر ایک کو لکھنا طویل عمل ہے، اِس لئے وہی لکھتا ہوں جن سے عقل حیران ہے۔ ماشاءاللہ صرف احمد آباد میں اِنکے دس بارہ ہزار مرید ہیں۔ اور ہر شخص کی زندگی کسی نہ کسی طرح میرے خواجہ کی ممنون و احسان مند ہیں۔ کسی بانجھ کو اولاد، کسی کی شادی، کسی بے روزگار کو نوکری دھندہ، قرض، جنون، آسیب، جادو رجعت، دکھ، بیماری، غرض کہ کوئی اِنکے کرم سے محروم نہیں۔ ذرا اُن کی مرحمت کا طریقہ بھی دیکھئے۔

☆سلیمان روتا کیوں ھے

ولی محمد فروٹ والے کی طبیعت بگڑ گئی، اُن کا بیٹا سلیمان رونے لگا کہ باپ کو لقوہ مار گیا ہے۔ اور دھندا بھی برابر نہیں چل رہا ہے۔ فرمایا: سلیمان روتا کیوں ہے۔؟ ولی محمد کو کالی مرچ کھلا ٹھیک ہو جائیگا۔ تجارت میں بھی خدا برکت دے گا۔ گھبرا نہیں، یہ دلاسہ دینے کی بات نہیں تھی، اِس فرمان نے یہ اثر دکھایا کہ ایک طرف ولی محمد صحت یاب ہو گیا۔ اور دوسری جانب کاروبار میں اتنی برکت ہوئی کہ ڈھائی تین سو روز کا گھر خرچ ہے۔ سلیمان کا کہنا ہے کہ اِتنا بھاری خرچ روز کس طرح سے پورا ہوتا ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے یا میرا پیر۔

ایسی ہی نوازش کی حمایت میں ہر مرید کی زندگی بسر ہو رہی ہے۔

☆ملاقات کے لیے نصیر باغ آنا

میرے خواجہ، اپنے مریدوں میں دورہ فرمایا نہیں کرتے، مرید ہوں یا عقیدت مند، آشنا، ہو یا کہ شناسا، ہر کسی سے اپنی قیام گاہ پر ملاقات فرماتے ہیں۔ قریب ہی نہیں دور دور سے مشائخ، علماء، شعراء، وزراء، امراء، حضرت حضور اقدسؒ سے ملاقات کرنے نصیر باغ، احمد آباد، تشریف لاتے ہیں ان کی تفصیل انکے ذکر میں ہوگی۔

☆پدرِ اعلیٰ سید شاہ غلام غوث الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

سید شجن احمد صاحب حیدر آباد (دکن) سے تشریف لائے تھے آپ عالم، صوفی، شاعر ہیں۔ سلسلہ شطاریہ کے آپنے پدر اعلیٰ سید شاہ غلام غوث الحسینیؒ کے جانشین ہیں صف اول کے شاعر ہیں، تخلص کامل ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں، بہت ڈوب کر کہتے ہیں۔

مذاق بڑا نفیس اور صوفیانہ ہے۔ ایک مطلع سنیے اور سر دھنیے۔

آپ کو پاتا نہیں ہوں میں، جب آپکو پاتا ہوں میں
یا تو کھو جاتا ہوں میں، یا کھو دیا جاتا ہوں میں

اُنکی قبلہ عالم سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی، پھر اپنا نسبی شجرہ پیش کر کے کہا: میرے سلسلے کے آٹھویں دادا حضرت سید علاؤ الدینؒ گجرات میں مدفون ہے، کیا حضرت کو اُن کے مزار کی اطلاع ہے۔

قبلہ عالمؒ نے اس غلام کی طرف سوالیہ نظر فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ

اس نام کے بزرگ کا مدفن یہاں ہونے کا علم نہیں ہے۔ قبلہ عالمؒ نے کامل صاحب سے فرمایا، طریقتی سلسلہ معلوم ہو تو تاریخ سے پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ کامل صاحب نے کہا حیدر آباد جا کر خط تحریر کروں گا۔ اس موقع پر سید غلام رسول، زاہد "مددگار" معتمد دفتر پیشی حضور نظام اور رحمان شریف صاحب، وظیفہ یاب، فوج حیدر آباد موجود تھے اِن دونوں نے مُریدی کا شرف حاصل کیا، چائے نوشی کے بعد روانگی عمل میں آئی مجھے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: ولی تو یہاں! میں نے کہا: جی ہاں! کامل یہاں آتا ہے اور ولی یہاں رہتا ہے۔ "کہا: خوب ہے" کوئی مقصد ہو یا نہ ہو خاصانِ خدا سے یوں بھی ملنا باعثِ خیر ہوتا ہے۔ اِس لیے جناب محمد اسماعیل شریف صاحب پریذیڈنٹ درگاہ کمیٹی، اجمیر سے بنگلور جاتے ہوئے نصیر باغ آئے، حضور غریب نوازؒ کی درگاہ کمیٹی کے صدر ہونے کی حیثیت سے وہ جانتے تھے کہ نصیر میاں" کو خواجہ بزرگ سے کیا نسبت ہے۔ ملاقات ہونے کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کی ذاتی شخصیت کیا ہے۔ مشائخینِ عُظام ماضی وحال کا تذکرہ ہوتا رہا آخر میں عرض کیا کہ ایمان کی سلامتی اور عاقبت بہ خیر ہونے کی حضرت دعا فرمائیں۔ شب گزار کر صبح روانہ ہوئے بڑی رات تک اِس خاکسار کے ساتھ باتیں ہوتی رہیں اور قبلہ عالمؒ کے خاندانی حالات مجھ سے سنتے رہے۔

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے کتنے ہی خلفاء تھے، جن میں سے ایک دو ایسے ہیں۔ جنکی مشیخت کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اُن میں سے معروف و محترم حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ ہیں۔ جنکی خانقاہ اور مسند گلبرگاہ شریف، حیدرا آباد (دکن) میں قائم ہے۔ اور اولا دور اولا د جانشینی کا

سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چراغ دہلیؒ کو حضور غریب نوازؒ کی جو مسند ملی اُس پر حضرت چراغ دہلیؒ کی اولاد ہی سجادہ بن رہی ہے۔ اِس طرح ایک چراغ دہلیؒ کا راست جانشین، دوسرا چراغ دہلیؒ کے خلیفہ کا جانشین ان دونوں میں طریق کا جو قدرتی تعلق ہے وہ ٹوٹ نہیں سکتا چاہے دونوں سجادہ گان میں راہ۔و۔رسم ہو یا نہ ہو۔

☆سید محمد اقبال حسینی (سجادہ روضہ خورد گلبرگہ شریف)

سید محمد اقبال حسینی سجادہ روضہ خورد گلبرگہ شریف لائے، آپؒ کے ساتھ خواتین بھی تھیں۔ ایک دوسرے کا سامنا بھی ہوا، گو صورت سے آشنا نہیں تھے مگر طریقت واسطے سے کچھ کہے اور پوچھے بغیر متعارف ہو گئے۔ اِتنا وقت ہی نہیں ملا جو کسی قسم کی بات چیت ہوتی کیونکہ ساتھ عورتیں تھیں، اُن میں کی ایک مساۃ نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کی اور الوداعی مصافحہ کیا۔

☆فائننس منسٹر ہری بھاوجی اوپادیا

مسٹر ہری بھاوجی اوپادیا اجمیر کے چیف ایڈ منسٹر تھے۔ اُس وقت میرے خواجہ نے اپنے خواجہ کے عرس میں حاضری دی تھی۔ اوپادیا جی نے اسٹیشن پر استقبال کیا اور ہوشنڈی آشرم میں حضرت کو ٹھہرانہ دیا تھا۔ آشرم کی لڑکیوں نے ترانہ گایا تھا۔ اُس وقت کی محبت اور حضرت اقدسؒ کی شخصیت کا جناب ہری بھاوجی پر گہرا اثر پڑا تھا ہری بھاوجی راجستھان کے وزیر مال فائننس منسٹر ہوئے تو یکا یک میرے خواجہ سے ملنے نصیر باغ شاہی باغ آئے۔ وزارت کی وجہ سے حکومت کا اِنتظامی اور حفاظتی عملہ اُن کے ساتھ تھا، اُن کی

اچانک آمد خلوص اور سادگی کی دلیل ہے، چائے کی میز پر حضرتؒ سے گفتگو ہوتی رہی۔ شاہی باغ کا ذکر چھڑا تو اُن کو تعجب ہوا کہ شاہی باغ پورا حضرتؒ کی ملکیت ہے، اور رنج ہوا کہ بلا معاوضہ انگریزی حکومت ہڑپ کر گئی، آپادیا جی نے خواہش ظاہر کی کہ اس کاروائی کی تفصیل اُنکے پاس بھیجی جائے تو وہ پنڈت جواہر لال نہرو کے پاس پیش کریں گے۔ یہاں سے نوٹ بھیجا گیا، مگر جواہر لال نہرو کی علالت اور موت کے سبب سے نہ ہو سکا۔

☆جناب محمد سلیم صاحب قادری

حاجی ولی صاحب پائنر نیشنل کیمیکل انڈسٹری کراچی اور جناب محمد سلیم صاحب قادری اجمیر شریف میں حاضری دیتے ہوئے حضرت کی ملاقات کے لئے نصیر باغ تشریف لائے۔ حاجی ولی محمد صاحب نے تعارف کرایا کہ سید صاحب عبدالقدیر صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور اپنے والد صاحب کے جانشین ہیں۔ حضرت نے فرمایا: مولوی عبدالقدیر حیدر آباد میں مفتی تھے۔ ''جواب'' عرض کیا: جی ہاں! آپؒ نے پھر فرمایا' آپؒ اُنکی جگہ مفتی ہو،؟ جواب میں عرض کیا: یہ خدمت ہی برخاست ہوگئی۔

اس پر غلام نے عرض کیا کہ حیدر آباد دکن میں عدالت ''دارالقضا'' قائم تھی، جہاں شرعی مقدمات کا فیصلہ ہوا کرتا تھا، اس عدالت میں مفتی کی خدمت تھی۔ عدالت ہی ختم کردی گئی، تو مفتی کی جگہ خود بخود ختم ہوگئی۔

حضرت نے سید اسمٰعیل صاحب سے فرمایا'' آپ کے والد تو بدایوں کے تھے،؟

"انہوں نے کہا" جی ہاں! ہمارا آبائی وطن بدایوں ہے، مولوی محلے میں ہمارا مکان ہے، قبلہ والد صاحب قادریؒ طریقت کے شیخ تھے، اب یہ فقیر اس سلسے کو چلا رہا ہے۔ آپؒ نے فرمایا" آپ کے والد صاحب کا وصال کب ہوا؟" جواب دیا یہی اس شوال کے مہینے میں و ۱۳۷۰ھ۔ آپؒ نے بعد میں فرمایا" دس بارہ سال پہلے آپ کے والد صاحب سے ملاقات ہوئی تھی وہ یہاں آئے تھے"۔

اذان کی آواز آئی، بعد از ادائیگی نماز مسجد ہی میں سلیم صاحب نے خدا حافظ کہا۔

☆محترم معین الدین عرف قیصر میاں فخری

معین الدین عرف قیصر میاں صاحب فخری، سجادہ، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ، اورنگ آبادی، اپنی بیگم کے ساتھ نصیر باغ تشریف لائے، اُنکی بیوی محمدی بیگم میرے خواجہ سے بیعت ہیں، اُنکی آل اولاد نہیں، محمدی بیگم بہت دیر تک بڑی عاجزی کے ساتھ لڑکے کے لیے عرض کرتی رہیں، قبلۂ عالمؒ "کبھی ہاں کبھی ہوں" فرماتے رہے۔ محمدی بیگم نے بالآخر زار و قطار روتے ہوئے کہا" مسند کا وارث نہیں ہوگا" آپؒ نے فرمایا:" محمدی بیگم! اگر مسند کا وارث ہوگا تو وہ تمھارے بطن سے ہوگا ورنہ نہیں"۔ بعد نماز ظہر دستر خوان چنا گیا ہے، خادم نے جب قبلۂ عالمؒ کے ہاتھ دھلانے کے لیے آفتابہ (لوٹا) اُٹھایا تو میرے ہاتھ (رعشے) کانپنے لگے، قیصر میاں نے کہا" ولی صاحب! یہ خدمت ہماری ہے، ہمارا کام آپ کر رہے ہیں، اس لیے آپ کے ہاتھ کانپ رہے ہیں، میں نے کہا میاں! وہ تو کہیے کہ ولی کے صرف ہاتھ کانپ رہے ہیں" اگر آپ کروگے تو سر سے پاؤں تک لرز جاؤ گے"

دونوں کو دیکھ کر قبلۂ عالم مسکرا دیے چار بجے چائے پی کر قیصر صاحب واپس ہوئے مسند کو وارث کی نسبت حضرت کے ارشاد میں حکم بھی ہے، پیشن گوئی بھی ہے اور مستقبل کا ایک راز بھی ہے۔ حضرت کا فرمان دہراتا ہوں۔

"قمری بیگم! اگر مسند کا وارث پیدا ہوگا تو وہ تمہارے بطن سے ہوگا ورنہ نہیں"۔

حکم: مسند کا وارث نہیں ہوگا۔

پیشن گوئی: کسی سے ہو بھی بیٹا نہیں ہوگا۔

مستقبل کا راز: دوسری شادی ہوگی۔

تھوڑا زمانہ گزرنے کے بعد تینوں باتیں پوری ہوئیں، قیصر میاں صاحب نے عقد ثانی کیا۔ اُس بیوی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اُس کے دو چار سال بعد افسوس ہے کہ قیصر میاں نے رحلت کی، مسند بغیر وارث کے ہی رہی۔

زمانہ بدلتا ہے تو ارتقاء بھی بدلتا ہے۔ اِدھر نہ پاکستان بنا تھا نہ اُدھر احمد آباد، گجرات اسٹیٹ۔ وہ ہندوستان کا ایک حصہ تھا تو یہ بمبئی علاقے کا ایک ضلع تھا۔ اُس وقت جو باتیں تھی وہ اب باقی نہیں رہی حتیٰ کہ مزاج بدل گئے۔ احمد آباد میں رہنے والے لوگ جانتے ہیں کہ حضرت قبلہ نصیر میاں صاحب چشتی" کون ہیں؟ اُنکا رتبہ کیا ہے؟ اور اُنکی شخصیت کیا ہے، میں تو یہ کہوں گا کہ ہر فرد نہیں تو یہاں بڑی تعداد حضرت" سے فیض پاتی رہی اور اکثر تو اُنکی دعا سے منصب جلیلہ پر پہنچے۔ چھوٹے آدمی کو اللہ جب بڑا آدمی بناتا ہے تو وہ اپنے ماضی کو فراموش کر کے گھمنڈ اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا، یا پھر اپنے برے دن کو یاد کر کے دولت مندی پر اتراتا نہیں۔

پاکستان میں آباد ہونے والے احمد آبادی باشندے میرے خواجہ کی دستگیری کو بھلا نہیں سکے، اسمٰعیل ابراہیم چندریگر احمد آباد میں وکالت کرتے تھے بارایٹ لاء ہوئے تب بھی میرے خواجہ کی آستانہ بوسی شعار رہی۔ اللہ نے عروج عطا فرمایا: جب پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوا اُس وقت اسماعیل ابراہیم چندریگر صاحب یک بیک نصیر باغ آئے مجھ سے کہا: باوا صاحب سے کہو کہ چندریگر آئے ہے۔

ولی پاشا: آپ تشریف رکھیے، کب آئے آپ؟

چندریگر صاحب: کل آیا حضرت قبلہ نصیر میاں چشتی" سے ملاقات کرنی ہے۔

اس وقت سرکار کراچی سینٹرل ہوٹل میں قیام پزیر ہیں۔

چندریگر صاحب نے کراچی آکر سینٹرل ہوٹل میں آکر ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

خاصانِ حق، دُنیاوی بادشاہ، وزیر، حاکم سے محبت نہیں کرتے، سوائے اپنے معبود کی محبت کے، خواجگانِ چشت اس مشرب کی سخت پابندی فرماتے ہیں، خصوصاً میرے خواجہ کسی کے پاس جانے سے گریز فرماتے ہیں، لیکن کوئی آجائے تو اُسکو انکار نہیں فرماتے، ملاقات کا شرف عطا کرتے ہیں۔

نواب مرتضیٰ خان ایچ، ایچ رادھن پور کی خواہش تھی کہ قبلہ حضرت نصیر میاں صاحب" رادھن پور تشریف لائیں۔ خط لکھے، تار کیے، کار بھاری کو بھیجا، پی اے آیا، پھر اپنی بیگم کو روانہ کیا جتنے طریقے ہو سکتے ہیں، وہ سب

اختیار کیے گئے، کوشش اور خواہش یہ تھی کہ حضرت قبلہ رادمن پور تشریف لائیں،
مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تو خود نواب مرتضیٰ خان ان کی ۔ اچی ، رادمن پور حاضر
ہوگئے، اصرار بلیغ کے بعد حضرت سے اقرار نہ کرا سکے، سوائے اسکے "اللہ نے
اگر چاہا تو آؤں گا" اس غلام کو فرمایا: "ولی میاں فلاں فلاں آیت لکھ کر لاؤ، تعداد
اور ترتیب بھی لکھو" لکھ کر پیش کی گئی تو نواب صاحب دیکھ کر خوش ہوئے اور قبلہ
عالم سے اس خط کی تعریف کرنے لگے۔ حاجی حسین بھائی جو میرے خواجہ سے
بیعت ہیں اُنکے ہاتھ پر نواب صاحب نے میرے خواجہ کی اجازت لے کر
میرے پاس (۲۱) اکیس روپے بطور انعام بھیجے۔

☆نواب اظہر یار جنگ

بعض لوگ عجیب فطرت والے ہوتے ہیں، اُنکی بات بڑی تعجب خیز
ہوتی ہے، احمد آباد ریلوے اسٹیشن سے ٹیلیفون آیا کہ حیدر آباد کے ایک نواب
صاحب ویٹنگ روم میں ہیں، کسی کو بھیجئے حضور اقدسؒ نے ولی میاں کو حکم فرمایا: تم
جاؤ! دیکھا تو نواب اظہر یار جنگ ابن معین الدولہ والئی پائیگاہ، عاصم جاہ
ایزی چیئر پر دراز تھے۔ بعد خیریت پرسی کے دریافت کیا کیسے یاد فرمائی ہوئی،
نواب صاحب نے کہا میری پھوپی حضرت میاں صاحبؒ کی مرید تھیں، اس لئے
میں حضرت صاحبؒ سے ملنا چاہتا ہوں"۔

ولی پاشا: حضرت میاں صاحبؒ سے؟

نواب صاحب: اُنکے صاحب زادے صاحبؒ سے!

ولی پاشا: اُنکے نام سے واقف ہو؟

نواب صاحب: اچھی طرح۔

ولی پاشا: تو بسم اللہ!

نواب صاحب: یوں نہیں!

ولی پاشا: پھر کیسے؟

نواب صاحب: میں حضرت کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔

ولی پاشا: ضرور کرو۔

نواب صاحب: بھائی آپ سمجھے نہیں۔

ولی پاشا: آپ سمجھاؤ۔

نواب صاحب: پہلے ایک بڑے مکان کا ملنا ضروری ہے، پھر وہاں انتظام ہو سکے گا۔

ولی پاشا: فرض کرو گھر مل گیا۔

نواب صاحب: تو سمجھو دعوت ہو گئی، مجھے بنگلہ تو دکھاؤ۔

ولی پاشا: یہ سب ہو رہے گا نواب! کچھ کرنے سے پہلے آپ ساتھ چل کر حضور اقدسؒ سے نیاز تو حاصل کرو!

نواب صاحب: جی نہیں! میں دعوت کرونگا اور وہیں ملونگا!

ولی پاشا: مگر دعوت دینے کے لیے آپ کا آنا لازمی ہے۔

نواب صاحب: میں دعوت کے بغیر ملونگا نہیں۔

ولی پاشا: آپ آ کر عرض کریں؟، بغیر عرض کے وہ دعوت قبول نہیں کرینگے۔

نواب صاحب: تو پھر کبھی۔

ولی پاشا: فرض کرو آپ نے اپنی منشا کے موافق کیا بھی مگر دعوت کا تو
کہنے جانا پڑے گا۔

نواب صاحب: دعوت تم کہو گے۔

ولی پاشا: دیکھو نواب، داعی تم ہو نا کہ میں!

نواب صاحب: وہ سب صحیح، مگر دعوت کے بغیر ملنا حضرت کی شان
سے بعید ہے۔

ولی پاشا: آپ کے کہے بغیر قبول کرنا میرے خواجہ کی توہین ہے۔

نواب صاحب: تو خدا حافظ، پھر کبھی۔

ولی پاشا: تمھاری ہٹ میں کوئی مصلحت صحیح لیکن میرے نزدیک
حیدرآباد سے یہاں آ کر ایک قطب کی ملاقات سے محروم رہنا اچھی
بات کی علامت نہیں ہے خدا حافظ۔

فرمایئے کیا خیال ہے آپ کا، نواب کو دیکھا، باتیں سنی ہے نا نواب عجیب
اور باتیں معمہ، بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بھول جانے پر بھی یاد آتی ہیں، یہ
ہے خوبیاں جو آدمیوں میں ہوتی ہیں، لوگ اُنکی اچھائی کے معترف ہیں،
(۱۲) بارہ گاؤں کا تعلقہ دار، اعزازی مجسٹریٹ فرسٹ کلاس، سردار (آف
گجرات) دل کے ایسے کہ دن عید اور رات شب برات، دنیا کے ساتھ اُنکا کیا
تعلق تھا وہ تو اپنی جگہ، مجھے تو یہ بتانا ہے کہ سردار شیر میاں کو میرے خواجہ سے کیا
مناسبت رہی، اس خاندان کو میرے خواجہ سے مضبوط کرنے والی چیز بیعت

ہے۔ چنانچہ سردار صاحب کی والدہ وزیر بیگم ہمشیرہ صابرہ بیگم، زوجہ مختار بیگم وزیر فیضی میاں، قبلۂ عالمؒ سے ارادت رکھتے ہیں، مگر شیر میاں کے نثار ہونے کی چیز تو سرکار نصیرؒ کی کریمانہ کوشش ہی رہی۔ وہ اتنی پختہ عقیدت والے تھے کہ مرتے دم تک اُنکے اعتقاد میں روز اضافہ ہوتا گیا، حضرت بھی اتنا ہی اُنس فرماتے کہ کبھی آپؒ اپنی زمین "والنے" میں تشریف لے جاتے تو آمد و رفت دونوں فقط شیر میاں کے بنگلے دھولکے میں قیام فرماتے، اُنکو میرے خواجہؒ کے ساتھ کس قدر گہرا لگاؤ تھا، اور حضرت کی قدر و منزلت اُن کے دل میں کتنی تھی اُسکا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ میرے خواجہ کے دوسرے صاحبزادے محمود میاں (چھوٹے صاحب) کے ولیمہ میں ہزاروں مہمان ہیں، وہ سامنے دیگ کے پاس کمر کو پٹکا باندھے کھانا نکالتے ہوئے جو صاحب نظر آرہے ہیں وہ جاگیردار مجسٹریٹ سردار شیر میاں صاحب ہیں، ولی پاشا نے شیر میاں کو مبارک باد دی اور کہا: اللہ والے کے گھر سے سرداری پا رہے ہو! شیر میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا: اپنے اپنے نصیب کی بات ہے پاشا؟

آج بھی کوئی جب سردار شیر میاں کا نام لیتا ہے تو میری نظروں میں وہ منظر گھومنے لگتا ہے، اگرچہ اسد میاں اُنہی کے بیٹے ہیں، مگر فرق اتنا ہے کہ باپ جاگیردار تھے، بیٹا کسان ہے، ہند کی آزادی کا یہ احسان ہے۔

☆مکروپاس جی ندارد

وزیر طبابت (آروگیہ پردھان) گجرات کا ذکر اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ گجرات کے وزیر ہیں، بلکہ میرے خواجہؒ کا ایک اشارہ اپنے اندر ایک

تاریخ چھپائے ہوئے ہے۔ ایک تقریب میں شری موہن لال ویاس شریک ہوئے، قبلۂ عالم مسند نشین تھے، ویاس صاحب نے آتے ہی قدم چھونے کیلئے جھک کر ہاتھ بڑھائے اُسی وقت میں نے فوٹو گرافر کو اِشارہ کیا، اُدھر میرے خواجہؒ نے اِشارہ کر کے مجھے منع فرمایا۔ مگر میرا اِشارہ پاتے ہی فوٹو گرافر تصویر لے چکا تھا۔ اِس لئے حضرت کے اِشارے کی تعمیل نہ ہو سکی، مگر نتیجہ اُلٹا ہی نکلا، وہ صاحب مقدور ہیں، اُنکی چل کر رہی، ہم مجبور ہیں، مجبور ہی رہے۔ جب تصویر دھل کر آئی تو حضرت مسند نشیں ہیں مگر ویاس جی ندارد۔

کسی کی صورت کا اثر پڑتا ہے تو کسی کی سیرت پر تاثیر ہوتی ہے، لیکن جنکی صورت پُر تقدس، سیرت میں للہیت رچی ہوئی ہو اُنکا تو کیا کہنا، جس نے دیکھا گرویدہ ہو گیا، جناب عبد الشکور قادری صاحب نے اجمیر کے کسی عرس میں میرے خواجہؒ کو دیکھا،

"یک بار دیدم دو بارا ہوس دارم"

(ایکبار دیکھا دوبارہ دیکھنے کی خواہش ہے)

کی حسرت میں تڑپتے رہے، جھاد تو اڈی، اُدے پور کے رہنے والے ہیں، حضرت پیر عبد الشکورؒ نصیر آباد، ابو العلائی سے خلافت حاصل ہے، میرے خواجہؒ کی تلاش میں نصیر باغ، شاہی باغ، احمد آباد آئے۔ اشتیاق باقی رہا چونکہ حضرت قبلہ دانے میں تشریف فرما تھے۔

شکور صاحب شعر کہتے ہیں، خوب کہتے ہیں۔ سعید تخلص ہے، تھوڑی دیر تک اردو، فارسی کلام سناتے رہے، ترنم سے پڑھتے رہے۔ آپ بھی پڑھیئے۔

وظیفہ اپنا ہے صبح و شام یا غریب نوازؒ
تمہارا ذکر ہے ذکرِ خدا یا غریب نوازؒ
طفیل "پنجتن پاک" لاج رکھ لینا
سعید ناز تمہارا ہے یا غریب نوازؒ

☆حضرت سرفراز خان بن اللہ داد خان (تونسہ شریف)

آپؒ کے ساتھ چار اصحاب اور تھے مگر یہ میرے خواجہؒ کے دیدار کے پیاسے رہے، ایک دن نصیر باغ شاہی باغ میں جناب سید شوکت حسین صاحب دیوان اجمیر شریف کے رات گزارنے کے بعد محمد سرفراز خان تونسوی "تونسہ" سے حاضر ہوئے۔ آپؒ کے ساتھ خواجہ احمد میاں صاحبؒ کے دو تین مرید تھے۔ حضرت حافظ سدید الدین مغفور کی وصیت کی بنا پر سرفراز خان بن اللہ داد خان سجادہ بنائے گئے۔ حضرت حافظ سدید الدین مرحوم و مغفور کو اولاد نہیں تھی، سجادگی کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان آئے تھے۔ واٹے جا کر حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی، نذر گزاری اور شرف ملاقات حاصل کیا۔

تونسوی بزرگوں کا یہ قاعدہ ہے کہ رحلت کا وقت آتا ہے تب اپنے ہونے والے سجادے کو ساتھ لے کر خانوادہ عالیہ چشتیہؒ کے آستانے پر حاضر ہو کر نذر گزران دُعا کے طالب ہوتے ہیں۔ خواجہ حافظ سدید الدین صاحبؒ رحلت سے پہلے چھوٹے سرفراز خان کو لیکر نصیر باغ، شاہی باغ میں حاضر ہوئے تھے۔ اور نیاز حاصل کی تھی۔

عقیدت سجادگان تونسہ شریف

چند روز کے بعد تونسوی پیرزادے حامد بن خان محمد حاضر ہوئے، نذر پیش کی، قبلۂ عالم نے اُنکے والد اور دیگر حضرات کی خیریت دریافت فرمائی مگر میاں حامد خاموش رہے، یہ خاکسار بھانپ گیا۔ اور اُنکے ساتھیوں سے پوچھا کیا میاں صاحبزادے اُردو سے واقف نہیں ہیں، جواب میں عرض کیا میاں حامد پڑھے لکھے ہیں لیکن اُردو بول نہیں سکتے، ارشاد ہوا کہ "سدید الدین اور خان محمد" بھی اُردو بولتے تھے، یہ بات سنکر میاں حامد دنگ رہ گئے ہیں، میاں حامد کے والد خان محمد صاحب دو مرتبہ حاضر ہوئے، پہلی ملاقات نصیر باغ میں اور دوسری سورت میں ہوئی۔

تونسوی سجادوں کا یہ دستور ہے کہ ہندوستان آنے کے بعد پہلی حاضری نصیر باغ میں دے کر اپنے مریدوں وغیرہ میں جاتے ہیں، دسمبر ۱۹۲۳ء میں جناب نظام الدین سجادہ نشین چھوٹے بیٹے غلام معین الدین کے ہمراہ اور دیگر پانچ حضرات تھے۔ قدم بوسی کے بعد نذر پیش کی۔ مزاج پرسی کے بعد ارشاد ہوا۔

"نظام الدین تمھاری ریش سفید ہو گئی" عرض کیا: غلام بوڑھا ہو گیا ہے۔ ارشاد ہوا: یہ لڑکا شاید چھوٹا ہے؟

عرض کیا: غلام زادہ محی الدین چھوٹا ہے، پہلی بار جب حاضر ہوا تھا اُس وقت لاولد تھا، مگر اِن قدموں اور آپؒ کی دعا کی برکت سے اُسی سال اللہ نے لڑکا غلام فخر الدین عنایت فرمایا: اور اُسی سال حج سے بھی مشرف ہوا۔ جس طرح

مجھے اولاد ہوئی اسی طرح آج کی قدم بوسی کے طفیل سے غلام زادے فخر الدین کو اللہ اولاد عطا فرمائے، حضور دعا فرمائیے۔

ارشاد ہوا: اس وقت تمھاری کیا عمر ہے؟

عرض کیا: ترپن (۵۳) برس کی۔

ارشاد ہوا: وہاں تمھاری ہستی بہت غنیمت ہے۔

عرض کیا: یہ سب حضرت کی دعاؤں کا صدقہ ہے، خدا ایسا کرے کہ یہ قدم تونسے میں آئیں اور غلاموں کی توقیر میں اضافہ ہو۔

ارشاد ہوا: ارادہ تو ہے، اُسکا پورا ہونا حضور غریب نوازؒ کی مرضیٔ مبارک پر منحصر ہے، میاں حامد صاحبؒ کی بھی خواہش اور کوشش تھی کہ حضور تونسہ میں آئیں، مگر نہیں جاسکے۔

☆حضرت قطب یحییٰ مدنی ﷫ کی اولاد

عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ مدنیؒ کے ایک فرزند پنجاب تشریف لے گئے تھے، وہاں اُنکی اولاد موجود ہے؟

ارشاد ہوا: یہ بات غلط ہے حضرت قطب المدینہؒ کے پانچ صاحب زادے تھے، جن میں سے ایک گلبرگہ حیدرآباد، دکن کی طرف تشریف لے گئے، اور وہیں اُن کا مزار ہے، باقی چار صاحبزادے احمد آباد ہی میں رہے، شاہ پور، جالی پیر میں ہی مدفون ہیں۔

عرض کیا: کیا خواجہ مجد الدینؒ، سراج اولیا کے خلیفہ اکبر تھے؟

ارشاد ہوا: نہیں! حضرت علم الدینؒ بڑے اور مجد الدینؒ چھوٹے تھے

مگر نسل کا سلسلہ مجد الدینؒ صاحب سے جاری رہا، حضرت علم الدینؒ کی نسل تین پشت کے بعد منقطع ہو گئی۔

☆سُکھ اپنا حصّہ بن جاتا ھے

میرے خواجہؒ سے فیض پانے والے غیر مسلم کی گنتی ہفتہ بھر میں سینکڑوں کی ہوتی ہے، رتن چند، کالی داس، گوردھن داس، اور کیول داس، وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرے تیسرے روز بارگاہ میں حاضری دینا ضروری سمجھتے ہیں، یہ لوگ کبھی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتے، اِنکا دواخانہ، نصیر باغ میں ہے، ایک اور بھائی لال پٹیل ہے، اپنی زندگی کی اونچ نیچ حضرت کو سونپ کر خود چین کی بانسری بجاتے ہیں، مسٹر نمبر داس کا کہنا ہے کہ ''نصیر میاں باوا کو اپنانے کے بعد سُکھ اپنا حصّہ بن جاتا ہے۔ کچھ پابندی میں بھی کرتا ہوں، آپ بھی کرتے ہیں، سب ہی کرتے ہیں، مگر یہ اِنسان اللہ اکبر جیسے ایک پتھر کی چٹان، رشک کرتا ہوں، اور مگن گاتا ہوں اُسکے عاشقانہ مزاج کا، اِسی کو کہتے ہیں، ''سر جائے مگر سودا نہ جائے'' مجھے یاد ہے آج سے پندرہ برس پہلے میرے خواجہؒ نے حکم دیا: بند کر دے بابو لال! یہ دھندا ایک دم اور حاضری دیا کر''۔

☆حاضری دیا کر

بابو لال نے اپنا کاروبار ایک دم بند کر دیا یہ بھی نہیں سوچا کہ کھاؤنگا کہاں سے۔ دھندا چھوڑنا تھا چھوڑ دیا۔ پھر حسبِ فرمان کورٹ میں اسٹامپ وینڈر کا دھندا شروع کیا، اِس سے پہلے کے پانچ دو کانداروں کا دھندا بند ہو گیا، اور بابو لال آگے بڑھ گیا، سات سو ماہانہ کماتا تھا۔ ایک کے بعد ایک، تین لڑکیاں پیدا

ہوئی بابولال نے تیسری لڑکی پیدا ہونے کی اطلاع حضور اقدس کو دی۔ اُس وقت حضرت قبلہ بمبئی میں کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے۔ بابولال قدموں پہ جھکا۔ آپؒ نے فرمایا: اب کے تجھے بیٹا ہوگا، بابو! ۔ ایک سال کے بعد بابو کے گھر لڑکا ہوا، ناک نقشہ ایسا پایا ہے کہ خاندان میں کسی کا نہیں۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہے گا۔ اِن باتوں کے علاوہ بابولال کی خاص بات یہ ہے کہ "حاضری دیا کر" کی تعمیل میں پندرہ سال گزار چکا ہے، بیماری لاچاری، ہوا پانی، اور بجلی کڑاکے دھماکے، طوفان، زلزلہ، فساد حتیٰ کہ کرفیو بھی بابو کو نہ روک سکا۔ بس روزانہ آتا ہے۔ سچ کہیے کیا آپ ایسی پابندی کرسکتے ہیں؟

پیاروں کی باتیں بھی پیاری ہوتی ہیں، خدا جانے یہ ولی لوگ دُنیا والوں کو خود کھینچتے ہیں یا دُنیا کھنچتی ہے، کچھ بھی ہو یہ کھینچے یا وہ کھنچیں کھینچا تانی ہے ضرور۔

☆ڈاکٹر اور تعویذ

بچو بھائی ڈیسائی کی عمر کا بڑا حصہ یورپ میں کٹا امریکہ سے ڈگری حاصل کی، میاں بیوی دونوں ڈاکٹر ہیں، کام کاج دونوں کا اچھا ہے، نصیر باغ میں معالج کی حیثیت سے ڈاکٹر زبیدہ ڈیسائی اور اُنکے شوہر بچو بھائی ڈیسائی آتے ہیں، دوا سے مرض کا علاج کرنا اُنکا پیشہ ہے، دوا، انجیکشن، آپریشن کے علاوہ کسی اور طریقوں کو ڈاکٹر پسند نہیں کرتے، اگر کسی ڈاکٹر کے سامنے جھاڑ پھونک کا ذکر آجائے تو ڈاکٹر لوگ اِسکا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے آپ بھی واقف ہیں، اِسکے برعکس ہونا بیشک اچنبھے کی بات ہے۔ ۱۰ بجے رات کو ڈاکٹر بچو بھائی ڈیسائی آئے، میں نے پوچھا کس کو دیکھنے آئے ہو ڈاکٹر؟ کسی کے

لیے نہیں آیا میں ایک کام سے حضرت کے پاس آیا ہوں۔ بچے کے واسطے تعویذ لینا ہے، میری زبان سے بے ساختہ نکلا "جلا جل لہ" آپ کہیں گے ڈاکٹر اور تعویذ ہے نہ بے جوڑ بات! البتہ کسی کی بزرگی کا کرشمہ ہو یہ مانتا ہوں۔

☆شاہپور جا نصیر میاں ﷫ سے بیعت کرلے

عبدالحمید ماسٹر ساکن دہلی چکلہ، منشی گلی احمد آباد اپنی مریدی کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ "میں خواجہ خواجگان حضرت شیخ فرید گنج شکرؒ کے عرس مبارک میں حاضر ہوا" ایک مقام میں بیٹھ کر ورد میں مشغول تھا، کہ صاحب مزار خواجہ شیخ فریدؒ نے تشریف فرما ہو کر حکم فرمایا کہ "شاہپور جا نصیر میاںؒ سے بیعت کرلے، اس میں تیرا فائدہ ہے۔" "حکمِ اقدس" کی تعمیل میں میں حضرت نصیر میاںؒ کے غلاموں میں داخل ہو گیا اور بحمداللہ حضرت ذاتِ سراپا برکت سے مجھے اتنے فائدے پہنچے ہیں کہ بیان کرنے کی زبان میں طاقت نہیں، مختصر یہ کہ میں اور میری اولاد، میرا پورا کنبہ ہر رنج و غم سے دور چین و شادمانی میں مسرور ہیں۔

بقول کسی کے "جس کے سر پر ولی اُس کا اللہ بیلی"۔

☆یہ امانت نصیر میاں ﷫ کو پہنچا دینا

۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء کا روز تھا دربار میں سینکڑوں لوگ جمع تھے، حاجی ابراہیم جھمپا (مرید حضرت میاں صاحب تونسویؒ)، عبدالقادر شیخ، یہ خاکسار عبدالحق منشی! اسماعیل بھائی نبی پور والے باریاب تھے، ۱۰۰ سالہ بوڑھا حاجی عمر موسیٰ (۱۲ حج کر چکے تھے)۔ "کوٹ تک" دکن ملبار کے رہنے والے اردو مترجم کو لیکر خدمتِ اقدس میں داخل ہوا اور عرض کیا "۳ مہینے اور گیارہ (۱۱) دن سے خواجہ

خواجگان حضور غریب نوازؒ کے مزارِ پُر انوار پر معتکف رہا، آقا مولا خواجۂ دو جہاں نے کاغذ میں لپٹی ہوئی کوئی چیز مجھے دیتے ہوئے فرمایا: کہ "یہ امانت نصیر میاںؒ کو پہنچا دینا، اور تم اُنکے مرید ہو جانا، تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا" عمر موسیٰ سے یہ گفتگو عربی زبان میں فرمائی گئی کیونکہ حاجی عمر یا تو عربی جانتے تھے یا ملباری زبان عمر موسیٰ نے وہ مقدس امانت پیش کی جس پر کِس کے لال ناڑا باندھا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے عمر موسیٰ کو کچھ دیر ٹھہر جانے کو کہا۔ بیعت سے مشرف فرمایا، اور دیکھیے عمر موسیٰ، حضور اقدسؒ کے سامنے بیٹھے ہیں، حضور اقدس نے اُنکی گردن پر ہاتھ رکھ کر اپنی گود میں جھکا دی، کچھ وقت بعد چھوڑ دی، حاجی عمر کے منہ سے ایک چیخ نکلی بس مُراد پانی تھی پالی، دینے والے نے کیا دیا، اور لینے والے نے کیا لیا، یہ وہ دو ہی جانتے ہیں، بعد میں حاجی عمر موسیٰ اپنے وطن (کوٹ تنک) کو روانہ ہو گئے۔

☆جا اچھا رہے گا، آئے گا

احمد آباد کالوپور نئی محلت کے رہنے والے حاجی رحمان بھائی عثمان بھائی باستا والے اپنے مرید ہونے کی کیفیت اِسطرح سے بیان فرماتے ہیں مجھ کو بزرگانِ دین کی زیارتوں کا از حد شوق رہا ہے، اجمیر شریف خواجہ بزرگؒ کے آستانے پر بھی حاضری دیتا رہتا تھا، دہلی خواجگانؒ کے مزارِ پُر انوار سے بھی آنکھوں نے جلا پائی ہے، کلیر شریفؒ، پانی پت، سرہند شریفؒ کی زیارتوں سے بھی مشرف ہوا ہوں، دل میں ایک لگن تھی کہ سرہند شریفؒ میں نقش بندی خاندان کے سجادہ وقت سے حلقہ بگوش ہو جاؤں۔ سرہند شریف میں مزار پاک پر پڑھتے ہوئے خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ غنودگی طاری ہو گئی، آنکھ لگ گئی، دیکھتا کیا ہوں کہ صاحبِ مزار شریف

فرماتے ہیں اور کہہ رہے ہیں، احمد آباد جاکر نصیر الدین میاں صاحب چشتیؒ کا دامن پکڑ لے تجھے سب کچھ وہاں سے ملے گا۔ وہ احمد آباد آئے اور حضرت قبلہ نصیر میاں صاحبؒ سے بیعت ہوگئے، دوران گفتگو رحمان بھائی نے اس خاکسار سے بیان کیا کہ بچپن میں میری نانی مجھے حضرت نصیر میاں صاحبؒ کے پاس لے جاتی تھیں اور میری تندرستی اور عمر درازی کے لئے دُعا فرمانے کے لئے عرض کرتی تھیں حضور کی عمر اس وقت بہت کم تھی، مگر اپنی زبان مبارک سے فرماتے "جا اچھا رہے گا، آئے گا!" آپؒ کی دُعا سے صحت یاب ہوا، پہلوان بنا، ہر فن کا مالک بنا، اور آخر حضور اقدس خدمت میں آکر حلقہ بگوش ہوگیا۔

☆شیخ کی مہربانی و کرامت

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، اعتکاف کا وقت آیا مسجد میں بیٹھا ہوا ہوں، تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوں کہ خیال آیا کہ حضور اقدسؒ کے پاس سے میں نے شجرہ طیبہ تو لیا نہیں، اگر ہوتا تو پڑھتا رہتا، قرآن پاک جو کھولتا ہوں تو دیکھتا کیا ہوں کہ شجرہ شریف موجود ہے، پڑھتا رہا اور اپنے شیخ کی مہربانی اور کرامت پر قربان اور نثار ہونے لگا۔

☆میری بات بڑی توجہ سے سن

سن ۱۹۷۹ء کے اگست کی تیرہ تاریخ تھی دربار عالیہ میں حضور اقدس مسند نشیں تھے یہ حقیر بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، سینکڑوں مرادمندوں کی حاجت روائی کرنے کے بعد اس خادم کو حکم ہوا میرے سامنے بیٹھ اور میری بات بڑی توجہ سے سن آپ" حضور نے اپنے **دو خواب** بیان فرمائے۔

(۱) آپؒ حضور پتھر والی مسجد، شاہ پور، احمد آباد میں تشریف فرما ہیں اپنی سجادگی کے لباس کو زیب تن کیے ہوئے ہیں، فرائض ادا کر کے اوراد میں مصروف ہیں کہ یکا یک حضور پرنور سرکار دو عالم رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کے لئے آپؒ کھڑے ہو گئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت اقدس کو بیٹھنے کو حکم فرمایا رسول اکرم ﷺ سفید لباس پہنے ہوئے تھے، ایک نور برستا تھا، تاریکی کہیں نظر نہیں آتی تھی، ہر طرف ایک خوشبو کی لہر دوڑ رہی تھی، ہر جا معطر تھی، حضور پرنور سرکار دو عالم ﷺ کے قریب ایک ہاتھ سے بھی کم فاصلے پر حضور اقدسؒ بھی تشریف فرما ہوئے دونوں میں راز و نیاز کی باتیں ہونے لگی، کیا باتیں ہوئیں وہ تو وہ دونوں ہی جانیں وہ باتیں ایسی منزل و مقام کی تھیں جو یہ حقیر سیاہ کار جاننے سے قاصر رہا۔

(۲) حضور اقدسؒ اور تونسوی حضرت سلیمان چشتیؒ، دسترخوان پر تشریف فرما ہیں، کھانا چنا ہوا ہے، حضور اقدس لقمہ بنا کر حضرت شاہ سلیمان تونسوی صاحبؒ قبلہ کو کھلا رہے ہیں اور دسترخوان پر قبلہ پیر و مرشد حضرت حافظ سدید الدینؒ بھی تشریف فرما ہیں۔ یہ لقموں سے سیراب ہوتے ہیں۔
تونسوی حضرات کو بھی بے حد فیض حاصل ہوا ہے۔

☆قبول ھے

پیر طریقت حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحب جن ۵۶۔۱۹۵۵ء میں بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی ہوتے ہوئے احمد آباد تشریف لائے۔ حضور اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہی باغ، نصیر باغ میں ملاقات ہوئی۔ تونسوی

مریدین بھی اُس وقت حاضر تھے۔ قبلہ حافظ صاحبؒ نے حضور اقدس کی خدمت میں عرض کی ”میں اپنے تمام مریدوں کو آج سے آپؒ کے حوالے کرتا ہوں آپؒ ہی اُن سب کے نگہبان، رہبر و پیر طریقت ہیں“۔ جواب میں حضور اقدسؒ نے فرمایا ”قبول فرمایا“

☆وصالِ مبارک

روزانہ خلقِ خدا نصیر باغ شاہی باغ میں حاضر ہوتی اور اپنے دُکھ درد حضور اقدس کی خدمت میں بیان کرتی ہے، اور فیض پاتی رہی یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے کہ طبیعت ناساز ہونے پر بھی آنے والے مراد مند کو محروم نہیں لوٹایا۔ اخلاقی معیار بھی آپؒ کا از حد بلند تھا۔ آپؒ حضور کا روحانی عروج کس بلندی پر تھا اُسکا نزدیک اور دور کے رہنے والوں کو بھی نہیں پتا چل سکا۔

کچھ مدت سے آپؒ حضور نے خلقِ خدا اور مراد مند جو آتے اُنکی حاجت روائی کے لئے اپنے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ اکبر صاحب زادہ حضرت معین الدین صاحبؒ کو حکم فرماتے، بسا اوقات حضرت صاحبزادے صاحبؒ حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے حاجت مند کی حاجت روائی فرماتے تھے۔

یہ ایک کھلی ہوئی دلیل تھی آئندہ سجادہ ہونے کی۔

سن ۱۹۸۰ء کے ماہ اگست، ستمبر میں آپؒ حضور اقدس سورت تشریف لے گئے، قریباً ایک ماہ کے عرصے تک آپؒ سورت میں مخلوق کی خدمت فرماتے رہے۔ رات رات بھر لوگوں کا مجمع رہتا تھا، پھر بھی لوگوں کو سیرابی نہ ہوتی تھی۔ سورت کے مریدین آپؒ حضور کو روکنا چاہتے تھے التجا کرتے رہے لیکن

مشیت ایزدی کے تحت حضورِ اقدس ۱۳ اکتوبر کو دوپہر کے بعد احمد آباد واپس تشریف لے گئے، گھر والوں کی خبر گیری فرمائی، جو حاضر نہیں تھے، انہیں بھی یاد فرمایا، اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ بعد عشاء قلب اور بلڈ پریشر کی تکلیف ہوئی ڈاکٹر دامانی حاضر تھے، ڈاکٹر فرید شیخ بھی موجود ہوئے، اُنکے بس میں جو تھا وہ کر گزرے کچھ افاقہ ہونے پر لوگ باہر آئے قدرت نے غفلت میں ڈالا، آپؒ نے حضور ملک الموت کو خوش آمدید کہا اور لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ قریب میں کھڑے ہوئے حضرات نہ سمجھ سکے کہ کسے خوش آمدید کہا گیا، اور "الوداع" کہتے ہوئے آپؒ نے اپنی روح کو جانِ جاناں کو حوالے کرتے ہوئے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

یہ جگر سوز المناک خبر دیکھتے ہی دیکھتے شہر اور ہندوستان بھر میں پھیل گئی، معتقدین، مریدین، رشتے دار، قرابت دار و شہر کے تمام معتبر خلق خدا لوگ چشم نمناک اور اپنے فیض رساں آقا کی جدائی کا داغ دل میں لئے چاروں جانب سے نصیر باغ شاہی باغ میں حاضر ہوئے۔ آل انڈیا ریڈیو نے بھی یہ المناک خبر نشر کی۔

☆ادائیگی نمازِ جنازہ

۱۴ اکتوبر رات کو اپنے آقا کا آخری منزل کا جلوس شاہی باغ سے شروع ہوا، دہلی دروازہ، دہلی چکلہ، گھی کانٹا، پانکور ناکا، ہوتے ہوئے جامع مسجد پہنچا، فدایانِ نصیر جوق در جوق آنکھوں سے اشک بہاتے ہوئے غم ناک چہروں سے جامع مسجد کے صحن میں اکٹھا تھے۔ نمازِ جنازہ خطیب صاحب نے

پڑھائی، ہاتھوں ہاتھ یہ شہسوار کاندھوں کاندھوں پر سوار ہو کر آخری اور ابدی خوابگاہ جالی پیر، شاہ پور چکلہ، قطب الاولیاء درگاہ شریف میں آرام پذیر ہوا۔

☆ چشم دید واقعات ☆

☆ دیگ پانی سے بھری ہوئی

نصیر باغ میں جس پانی سے آپؒ کو غسل دیا گیا تھا اُس دیگ میں تھوڑا سا پانی بچا ہوا تھا۔ مرید اور معتقد، ماں، بہنوں نے بطور تبرک وہ پانی بوتلوں میں بھر لیا، ایک بہن زیب النساء کو خبر ہوئی وہ دوڑی، پانی لینے والی بہنوں نے کہا اب پانی ختم ہو چکا ہے دیگ خالی ہے، زیب النساء اپنی قسمت آزمانے دیگ تک پہنچی دیکھا تو دیگ پانی سے بھری ہوئی ہے، لوٹ چلی، مرد لوگ بھی درگاہ شریف سے لوٹ آئے تھے، سنا پانی اُبل رہا ہے، سینکڑوں بوتلیں بھر لیں، تبرک اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

☆ آپ ﷺ نے منع کا اشارہ فرمایا

جسدِ انور عوام کے دیدار کے لئے رکھا گیا تھا کسی شخص نے نازیبا حرکت کی۔ دیکھنے والوں میں سے ایک بھائی کو طیش آ گیا اُسکو نتیجے تک پہچانا چاہتا تھا کہ جسدِ انور سے آپؒ نے منع کا اِشارہ فرمایا۔ جلوس جب گھی کانٹا پہنچا ایک مندر کی مورتی جو راستے کی طرف منہ کئے ہوئے تھیں، وہ اُلٹی منہ کھڑی ہو گئی، چشم دید واقعہ ہے۔

☆ بغیر کرنٹ کے بلب روشن رہنا

دوسرے روز نصیر باغ کی بجلی فیل ہو گئی کرنٹ نہیں آنے کی وجہ سے

پورے گھر میں روشنی نہیں تھی، لیکن حضور والاؒ کے کمرے کا چھوٹا سا نائٹ بلب رات بھر جلتا رہا۔ سب حیرت زدہ ہو کر دیکھنے دوڑے اور یقین کرنے لگے کہ واقعی ہمارا یہ روشن چراغ ہے۔

☆دستار اور خلعتِ خواجگان

روزِ سوئم صاحبزادے اور خلیفہ اکبر حضرت خواجہ معین الدین ثانی مدظلہ العالی کو دستار اور خلعتِ خواجگان آپؒ کے بزرگ چچا حضرت کمال الدین صاحبؒ نے تمام صاحبزادگان، قرابت دار، رشتے داروں، خلفا اور دیگر صوفیانِ عظام کی موجودگی میں بھری مجلس میں پہنائی اور سجادگی کی مسند پر بٹھایا، خواجۂ خواجگان کی مسند کے (۴۹) انچاسویں سجادہ ہیں۔

☆میرے خواجہ کی اپنائیت

حضرت اقدس نے سلسلہ پھیلانے میں خاص دلچسپی لی ہے الحمدللہ خود حضرت کے مریدوں کی اتنی کثیر تعداد ہے کہ شمار ممکن نہیں، لیکن میرے خواجہؒ نے اپنے حلقے کو وسیع سے وسیع تر کرنے کو پیشِ نظر رکھا، اس سلسلے میں میرے خواجہؒ بڑے اپنائیت پسند ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کو دامن میں چھپالیں۔ حضرت کی اس خواہش کو اس غلام نے اُنکے بھرے بشرا اور اُنکی آنکھوں میں جھلکتے ہوئے ہر وقت دیکھا ہے۔

اس منظر کو لفظوں میں پیش کر رہا ہوں۔ دیکھئے!

مجھے ایمان کہیے کہ یہ خاکسار اپنے بیان میں سچا ہے یا غلط۔

ایک شخص مرید ہو رہا ہے، حضرت کے دستِ مبارک کو اپنے ہاتھ میں

جکڑا ہوا ہے، کچھ آیات پڑھنے کے بعد کہتا ہے۔

(اَستغفِرُ اللّٰہَ رَبّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ)

(اے اللہ! مغفرت (معافی) مانگتا ہوں اپنے گناہ اور خطاؤں کی)

اور ان سے توبہ کرتا ہوں" یعنی آئندہ خطا و گناہ نہ کرنے کا وعدہ"

وہ شخص زبان سے بول دیتا ہے، مگر مطلب سے بالکل بے بہرا ہوتا ہے، اِس لیے اُسکی مادری زبان میں اُس سے پوچھتے ہیں:

"تو نے صغیرہ۔ کبیرہ۔ گناہوں سے توبہ کی؟"

وہ اقرار کرتا ہے: "میں نے سب گناہوں سے توبہ کی"

اِقرار کے وقت اُسکی آنکھوں میں ندامت کے آنسو اُبھر آتے ہیں، اور اِقرار کرانے والے کی آنکھوں سے مسرت کی روشنی اور لبوں پر ہلکا سا تبسم، اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ توبہ کروا کر مسرور ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ عالم کو توبہ کروا دے،، یہ اپنائیت ہی کی صفت ہے۔ سچے اور اچھے رہبر کی، ورنہ حلقی شیخ کو توبہ کروانے کی فکر تو نہیں ہوتی البتہ حلوہ چپاتی اور اپنے فائدے سے غرض ہوتی ہے۔ میرے خواجہ کا مشرب اور وطیرہ یہ ہے کہ جہاں تک اور جس طرح ہو سکے بدی سے بچا کر نیکی کی طرف بلایا جائے۔ اِس لئے آپؒ نے رہبروں کو پھیلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆میرے خواجہ کے خلفاء☆

جن حضرات نے خلافت کا شرف پایا اُنکا احوال درج ذیل ہے۔

☆(۱) میرے خواجہؒ نے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کمال الدین چشتیؒ کو اُن کے پورے خاندانوں کی خلافت عطا کی، جتنے خاندانوں کی آپؒ کو اپنے شیخ سے اجازت ملی تھی۔

☆(۲) خواجہ معین الدین ''ثانی'' چشتیؒ

☆(۳) حضرت محمود میاں چشتیؒ

☆(۴) حضرت رشید الدین چشتی کو ۵۱ شاخوں کی خلافت واجازت عنایت فرمائی۔

☆(۵) **جناب علی بھائی عرب صاحب** رحمۃ اللہ علیہ کو عیسوی سن ۱۹۶۰ء میں چشتیہ، قادریہ کی خلافت مرحمت فرمائی گئی۔ علی بھائی کے والد مبارک بن سالم عربستان سے ہندوستان آئے، اور راج پیپلا اسٹیٹ میں چار سو عربوں کے بیڑے کی جمعداری پر مامور ہوئے، یہیں راج پیپلا میں عیسوی سن ۱۸۸۵ء میں علی بھائی پیدا ہوئے، جوان ہو کر تجارت کرنے لگے، لیکن طبیعت کا رجحان کسی اور طرف تھا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد عبادت کا شوق دِل کو گدگدانے لگا۔ فرائض کی پابندی کے ساتھ اشراق چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ میں لطف و سرور محسوس ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ دُنیا سے دِل اُچاٹ ہوتا گیا، کاروبار اور تعلقات ترک ہوتے گئے۔ خلافت الٰہیہ نے جذبات میں بجلی کی رو دوڑادی 'ھُو حق' میں دِن گزرنے لگے۔

صائم الدھر تو نہیں تھے مگر قائم اللیل اور اکثر روزہ رکھتے تھے زبان ونظر

میں تاثیر پیدا ہو گئی لوگ مطلب برآوری کے لئے جمع ہونے لگے۔ ۸۵ سال کی عمر میں دُنیا چھوڑ کر رحمتِ حق کو پہنچے۔ راج ہیلا میں مزار ہے۔ خلافت کے وقت دوبارہ میرے خواجہؒ کے ساتھ راج ہیلا میں اور تیسری بار نصیر باغ میں اِس خاکسار سے ملاقات ہوئی ہے۔

☆(۲) **جناب منظر الحق صاحب** نسباً فاروقی ہیں۔ سراج الدین مظفر کے پسر اور حضرت حامد میاں تونسویؒ کے مرید ہیں، سلطان التارکین حضرت حمید الدین ناگوریؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت حمید الدین ناگوریؒ کو خواجۂ بزرگ سے جو نسبت، رشتہ اور واسطہ رہا وہ بڑا مخصوص تھا، ہر تاریخ اُن کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔ اُنکی اولاد خواجۂ بزرگ کی بارگاہ سے کرمِ وجود کا شرف پاتی رہی چونکہ منظور صاحب کے شیخ تونسہ میں آرام فرما رہے ہیں، اس لئے وہ بھی حضور غریب نوازؒ کی بخشش و عطا کے متمنی رہے عیسوی سن ۱۹۵۴ء میں اِنکا ستارہ چمکا۔

میرے خواجہؒ نے سب سے بڑے خواجہ غریب نوازؒ کے عرس میں حاضری دی۔ سید غلام معین الدین کے مکان سعید منزل میں تشریف فرما تھے، رات کو جب قیصر میاں، فخری سجادہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اورنگ آباد، یہ غلام اور معین الدین صاحب خدمت میں حاضر تھے۔ بارگاہِ عالیہ کی چوکھٹ بوسی کر کے منظر الحق صاحب میرے خواجہؒ کے پاس آئے، قدم بوسی کے لئے سر جھکایا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "منظور الحق! تمہارا حق میرے پاس ہے" منظور صاحب سجدۂ نیاز پیش کر کے جھوم اُٹھے کہ آستانِ عالیہ میں عرض پیش کی اور مقبول

درگاہ ہوئی، اُسی وقت خلعتِ خلافت مرحمت فرما کر خاندان، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کی اجازت کا اقرار بخشا گیا۔ منظور الحق صاحب حکمت کرتے ہیں، اچھے طبیب ہیں، جدّ امجد حضرت سلطان التارکین کی درگاہ ناگور میں آبائی مکان ہے، اور ۲۱ واسطوں سے حضرت کی جانشینی بھی حاصل ہے۔

☆(۷) **منشی شیخ احمد** رحمۃ اللہ: حضرت خواجہ فرید میاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے حضرت کے اسٹیٹ املاک کے نگراں رہے اور حضرت کے خاص خدمت گزاروں میں اُنکا شمار تھا۔ برسوں حضرت کی خدمت میں رہے مگر مرید ہونے کا کبھی خیال نہیں آیا حتیٰ کہ حضرت صاحبؒ کا وصال ہوگیا اور میرے خواجہؒ مسند نشین ہوئے کسی کام کے پورے ہونے کے لئے سبب ضروری ہے۔ لہٰذا شیخ احمد کے بیٹے منشی محمد حسین کو سورہ یٰسین کا وظیفہ کسی نے بتایا اور اُنھوں نے شروع کیا آٹھ دس روز کے بعد پڑھتے وقت محمد حسین کی آنکھ جھپکی، آگ کے گولے اُنکی طرف آنے لگے، گھبرا کر کھڑے ہوگئے مگر وہ گولے بند نہ ہوئے، محمد حسین کی حالت بگڑی، دل کی وحشت اور سر کے چکر سے اُوندھے گر پڑے، حواس بجا نہیں تھے، اُس وقت حضرت فرید میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بلا ٹالی۔ آپؒ نے موجود ہو کر اپنا دوپٹہ محمد حسین کے سر پر ڈالا اور اُنکا ہاتھ اپنے صاحبزادے کے ہاتھ میں دیا، اس سے اُنکو سکون ملا، گولے موقوف ہوگئے اب محمد حسین کو ہاتھ کی تلاش ہوئی، میرے خواجہؒ اُس وقت مسوری میں تھے محمد حسین بھی مسوری پہنچنے کے لئے روانہ ہوگئے جب اُنکی ٹرین اسٹیشن آ پہنچی تو احمد آباد جانے والی ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ اُس میں میرے خواجہؒ تھے،

آپؒ نے آواز دی: ''محمد حسین میں احمد آباد جا رہا ہوں تم بھی لوٹ آؤ، مسوری جانے کی ضرورت نہیں!''

اس فرمان سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ حضرت کو محمد حسین کی مصیبت والد بزرگوار کی مشکل کشائی حکم، اور مسوری جانا کشف ہو چکا تھا۔ چنانچہ محمد حسین گاڑی سے اُتر کر آپؒ کے ساتھ احمد آباد واپس ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا ''تو نہ آتا تو تیری زندگی کا بگاڑ اور مصیبت کے پہاڑ کی کوئی ضمانت نہ ہوتی'' محمد حسین مُرید ہونا چاہتے تھے تو اُنکے باپ شیخ احمد نے اِس وقت کو غنیمت سمجھا دونوں مل کر میرے خواجہؒ کے دامن گیر ہو گئے، مرید ہونے کے بعد محمد حسین کی طبیعت نے پلٹا کھایا فرض وسنت کے پابند ہو گئے۔ پھر نفل بھی نہیں چھوٹی۔ ریلوے گارڈ کی خدمت سے وظیفہ (پینشن) ملی تو اللہ اللہ میں بیشتر وقت گزارنے لگے۔ فروری عیسوی سن ۱۹۵۹ء میں خواجہؒ کا جلوس شاہ پور آیا تو محمد حسین کے مکان کو بھی رونق بخشی ہوئی، یہاں بہت لوگ مُرید ہوئے، بیعت سے فارغ ہو کر میرے خواجہؒ نے فرمایا: ''محمد حسین آؤ، تمہیں خلافت دوں'' اِس سخاوت اور عنایت کے قربان، محمد حسین کچھ نہیں تھے مگر خواجہ کی بندہ نوازی نے شیخ بنا دیا۔ سلسلہ چشتیہ کی خلافت عطا فرما دی گویا قطرے کو سمندر کے آغوش میں، یا یوں کہیے کہ ذرے کو آفتاب تابش کے حوالے کر دیا۔ محمد حسین وجد کی سی کیفیت میں اپنے خواجہؒ کے قدموں سے اُٹھ کر اِس خاکسار سے بغل گیر ہوئے

''تو میں نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی'' کا مصرعہ دُہرایا''۔

"ایں طرفہ تماشہ ہیں، دریا بہ حباب اندر"

"یہ عجیب تماشہ ہے، دیکھو کہ دریا بلبلے میں سماگیا ہے"

اور کہا "قطرے کو طوفان بنانا مبارک ہو"

خلافت پانے کے بعد مُصلّٰی نشیں ہوگئے، البتہ جماعت میں شریک ہونے مسجد تک ضرور جاتے۔ چودہ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں ایک سو یا زائد کی عمر میں رحلت کی۔ مائی فتح شاہ احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

☆(۸)**حافظ عبدالقادر صاحب** رحمۃ اللہ علیہ: سورت کے زری والا خاندان کو میرے خواجہؒ کے آستانے سے بڑی شدید وابستگی ہمیشہ سے رہی ہے۔ نسل در نسل زری والا خاندان کا ایک ایک بچہ پیر خانے کی خدمت میں پیش پیش رہتا ہے، یوں تو قلعے دار خاندان بھی شیخین کی خدمت میں کم نہیں مگر ہمہ جہت "ہر قسم" خدمت میں زری والا خاندان کو اوّلیت حاصل ہے، حاجی فتح محمد زندگی بھر خدمت کرتے رہے۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے حافظ عبدالقادر نے باپ کی جگہ سنبھالی۔ مقبولیت میں امتیاز پایا میرے خواجہ نے خلافت سرفراز فرمادی۔ فرض ادائیگی کے بعد اُنکے شیخ کی خدمت اُنکی ریاضت تھی، سفر میں، ہجر میں، ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے، کامل شیخ کی تربیت خیر و برکت کا موجب ہوتی ہے۔ ہجری سن ۱۹۳۸ء میں حافظ عبدالقادر صاحب کا انتقال ہوا، تو اُنکے تمام تبرکات جو شیخ نے عطا فرمائے تھے اُنکے ساتھ مدفن کردیئے گئے۔ مگر حافظ صاحب نے اپنی عزیزہ بی بی بنت نور محمد موری والا کو ہدایت کی کہ مجھے میری سب چیزیں مل گئی ہیں مگر میرے پیر نے خلافت کے وقت جو خلعت دی تھی وہ نہیں ملی، چہلم

کے وقت پختہ قبر بنائی گئی تو خلعتِ خلافت رکھ دی گئی۔ خلافت کے وقت میرے خواجہ نے اپنی کلاہ مبارک (ٹوپی) عطا فرمائی تھی۔

☆ (۹) غلام محمد مودودی رحمۃ اللہ علیہ

کسی کا کہا ہوا ایک مصرعہ سن لیجیے، کیونکہ ذیل میں درج کردہ واقعہ اس کے مطابق ہے:

"رموزِ مصلحتِ خویش خواجگان دانند"

(اپنی مصلحت کا راز خواجہ جانتے ہیں)

آج سے ۱۷ (سترہ) سال پہلے میرے خواجہ اور یہ بندہ آمنے سامنے کھڑے تھے، اچانک ایک دبلا پتلا بندہ، دراز قد، سرخ منہ رخسار، اونچی ناک، چھوٹی داڑھی، بڑی آنکھیں، کندھے پر کمبل داخل ہوا، قدموں میں جھک گیا، کچھ ہنسا، کچھ رویا:

آپؒ نے فرمایا: کب آئے؟

عرض کیا: ابھی!

فرمایا: کب جاؤ گے؟

عرض کیا: ابھی!

فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

دونوں قبلہ رخ ہو گئے، ہاتھ پکڑے ایجاب و قبول ہوا۔ "قادریہ" خلافت دی۔ اپنے سر سے اُتار کر ٹوپی اُنکے سر پر رکھ دی۔ مصری کی ڈلی منہ لگا کر کھلائی اور کھڑے ہو گئے۔ وہ قدموں کو چومتے، پیشانی رگڑتے رہے، روتے

رہے، خواجہؒ نے اُنہیں اُٹھا کر اُپنا مقدس ہاتھ اُنکے سینے اور سر پر رکھا، وہ بے تحاشا پکار اُٹھے:

بندہ نواز عمر دراز، دیدم، دریافتم۔

(غلام کو نوازنے والے تو سلامت رہے، دیکھ لیا، پہچان لیا)۔ وہ باہر نکل گئے۔

جو تماشہ ہوا وہ تو سمجھ میں آ گیا، مگر کون ہے؟ اور کیا ہے، معلوم کرنا تھا۔ اِس لئے میں اُنکے ساتھ ہو گیا اور دریافت کیا ' حضرت آپ؟' وہ چلتے چلتے بولے "بھائی جان! غلام محمد مودودی ہوں، سہسوان کا رہنے والا ہوں، نظام الدین کا بیٹا ہوں، نعمت پانے آیا تھا مل گئی۔ ہجرت کر کے مدینہ پاک جا رہا ہوں، ہاتھ بڑھایا مصافحہ کیا گاڑی میں سوار ہو کر کہا" خدا حافظ"۔

☆(۱۰) سید محمد خواجہ حسینؒ

خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اُنکے ایک خلیفہ کریم اللہ عاشق کا ذکر کر چکا ہوں، اُنکا سلسلہ اَب تک حیدر آباد میں جاری ہے۔ حضرت عاشق کے جانشین رحیم اللہ شاہ تھے اُنکے ایک مرید سید محمد خواجہ حسین حیدر آباد سے احمد آباد آئے میرے خواجہ کی اجازت سے حضرت خواجہ جمال الدین جمن رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے میں قیام کیا، پورے تین ماہ تک وہاں رہے، مگر بلا ناغہ نصیر باغ میں حاضری دیتے رہے، اُنکی حسرت بھری آنکھوں سے پتہ چلتا تھا کہ اُنکے دِل میں کوئی بڑا ارمان ہے۔ ایک روز حضرت کی پیشی میں اِس غلام کے سوا کوئی نہ تھا۔ وہ خیال کر کے میں نے کہا" آ جائیے!" پھر میرے خواجہؒ نے خود

فرمایا: کیوں خواجہ حسین؟ وہ قدموں سے لپٹ کر اشارہ دے کہ جگل ہندہ کی۔ میں نے نوکا بھائی صاحب کیا معروضہ ہے وہ کہو، انھوں نے عرض کیا

"بھلا والا سلسلہ سرکار کے غلاموں کا غلام ہوں مگر آپ کا صدقہ مانگتا ہوں"

"شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا"

(اے بادشاہ گدا کو نواز دے تو عجب کیا ہے۔)

فرمایا: آج نہیں پرسوں، میں نے وضاحت کی بعد نماز جمعہ، فرمایا: ٹھیک ہے"۔

جمعہ آیا شاہ نے فقیر کو نواز دیا، چشتیہ کی خلافت دی، نام کے خواجہ تھے آج کام کے ہو گئے، پیری مریدی شروع کی، کتنے ہی مرید بن گئے۔ محمودی، خلیفہ کے مرید تھے اَب راست محمودی نسبت پائی اس کو انھوں نے اہمیت دی اور ہر مہینے کی ستائیس منانے لگے، اور سات ذی القعدہ کو خواجہ محمود میاں رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاضری دیتے رہے، رجب ہجری سن ۱۳۷۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے اولاد میں سے تھے۔

☆(۱۱) **سید محمد حسین ترمذی** حضرت حسینؓ کی اولاد میں ہیں، "مشائخی" گھرانہ اور قادری شیخ ہیں، ڈبھوئی ضلع بڑودا کے رہنے والے ہیں۔ انکے گھر ۱۹۰۷ء میں لڑکا تولد ہوا، کمسنی ہی میں دینی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد سید انور حسین کو اسکول میں داخل کیا گیا، لڑکا ذہین تھا، گجراتی میں فائنل اور انگریزی میں میٹرک پاس کیا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد مشیخت جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۹۵۹ء میں خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت و اجازت کے لئے عاجزانہ درخواست پیش کی، جو منظور فرمائی گئی، سید انور حسین کو

مرید فرمایا پھر سلسلۂ قادریہ کی خلافت سرفراز فرمائی۔ سید صاحب کے اجداد مغلیہ دور میں قضاۃ پر مامور تھے، چونکہ مشائخ تھے اس لئے دعا گوئی کے صلہ میں شاہانہ مغلیہ نے زمین انعام فرمائی۔ اُس وقت سید صاحب کی عمر ۷۳ سال کی ہے اور سینور میں مقیم ہیں

☆(۱۲) **پیر خان صاحب** رحمۃ اللہ علیہ رادھن پور میں پیدا ہوئے، ہوش سنبھالا تو بزرگوں کی طرف دل کھنچنے لگا، رادھن پور میں حضرت ابراہیم شاہ مداریؒ کے مزار پر جانے لگے۔ ایک زمانے کے بعد حضرت ابراہیم شاہ پیر خان کو حضرت بھکن شاہ مداریؒ کے پاس بھیجا۔ پیر خان صاحب رادھن پور سے سچن (سورت) آئے اور حضرت بھکن شاہ کے مزار پر پڑے رہے، بڑے عرصہ کے بعد دونوں "مداری بزرگوں نے احمد آباد جا کر "چشتیہ" ارادت و نعمت حاصل کرنے کی بشارت دی۔ پیر خان صاحب میرے خواجہ کی خدمت میں آئے، مراد پائے، مرید ہوئے۔ خلافت ملی، پھر تو احمد آباد کی رہائش اختیار کی۔ ڈھیکو وارڈ میں مسکن ہے۔ قریب ستر سال کے (۷۰) کے ہونگے کہ رحلت فرما گئے۔

☆(۱۳) **سید عزیز احمد چشتی** رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا حسینؓ سے نسبی رشتہ رکھنے والے سید بڑا صاحب پیری مریدی کرتے تھے، وطن بھروچ تھا، مگر ایک سیدہ کے ساتھ شادی ہوئی، جو چانچ بیل کی تھیں، خسر کی ایک آل ہی تھی، لاولد انتقال ہو گیا، باپ کا پورا ورثہ لڑکی کو ملا، اس لئے بڑے صاحب چانچ بیل کے ہو گئے، یہیں پر اُنکا جانشین پسر سید حسین پیدا ہوا۔ احمد حسین کو اللہ نے ایک لڑکا بخشا، مگر پیدائش کے تیسرے سال ہی

باپ کو اللہ نے اُٹھا لیا۔ سید عزیز احمد یتیم ہو گئے، ساری ذمہ داری ماں کے سر پر آن پڑی۔ بیوہ سیدہ اپنے لختِ جگر کی تربیت اور تعلیم میں مصروف ہو گئی۔ مگر رب کی مشیت کچھ اور تھی، سید عزیز احمد ۱۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے، اور تین سال میں یتیم ہو گئے۔ اور اُسکے بعد ۱۳۶۵ھ میں مسکین ہو گئے، ماں کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ شفیق ماں نے قرآن اور دینیات کی تعلیم کا بندوبست کر دیا تھا۔ وہ جاری رہی چانچویل میں چھوٹا اچھا مدرسہ نہیں تھا، اور اونچی تعلیم کا بندوبست نہیں تھا، یہاں جو حاصل ہو سکتا تھا، وہ سیکھنے کے بعد نوعمر عزیز احمد کو اعلیٰ تعلیم کا شوق ہوا، وطن چھوڑنا پڑا اللہ کا فضل ہوا کہ نوجوانی کی ترنگ میں بہکنے کے بجائے عزیز احمد کو دینی علم کی توفیق ہوئی، آزاد رہتے ہوئے پردیس میں راہ سے بھٹکے نہیں، علم سیکھے اور دل لگا کر سیکھے، البتہ ماحول ایسا ملا کہ اُنکے اعتقاد میں ایسا فتور رونما ہونے لگا جو اُنکے باپ دادا کے مسلک کے خلاف تھا۔ ایک شیخ زادے اور آگے چل کر بننے والے مشائخ، یہ کہتے کہ اولیاء قابلِ احترام نہیں اُن کے آستانے پر جانا بدعت اور شرک ہے رہبر رہزن ہو جائے تو راہرو کا اللہ ہی حافظ مگر "نگہبان قوی تر است" (بچانے والا بڑا طاقتور ہے) عزیز احمد کے دل کی تاریکی دور کرنے کی بہتر صورت پیدا کی، عزیز صاحب کے ایک رشتے دار جو میرے خواجہؒ کے پاس آ رہے تھے، عزیز احمد کو جبراً اپنے ساتھ لے لئے۔ دونوں نے دست بوسی کی مگر عزیز صاحب کا بوسہ خلوص کا نہیں تھا، بے دلی کا تھا، اُن کو ساتھ لانے والے چھوٹو میاں کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے، میرے خواجہؒ نے ایک نظر عزیز صاحب پر ڈالی، جو بظاہر قہر آلود تھی مگر اس میں بھی مہر بھرا ہوا تھا، اس

نظر کے پڑتے ہی عزیز صاحب نے جھرجھری لی اور مؤدب ہو گئے۔ خدا جانے ان پر کیا بیت رہی تھی مگر یہ خاکسار انکی ذہنی کشمکش کو اُنکے چہرے پر دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ اِس نظر نے اُنکے بھٹکے ہوئے ضمیر کو جھنجوڑ دیا ہے، قدرت نے یہ موقع نکالا میرے خواجہؒ نے اُن کو سنبھالا۔ چھوٹو میاں نے اجازت طلب کی، اجازت دیتے ہوئے میرے خواجہؒ نے عزیز احمد سے فرمایا، تم یہاں کیوں آئے ہو؟ عرض کیا دارالعلوم شاہ عالم میں تعلیم پا رہا ہوں "اللہ خیر کرے علم میں صحیح ترقی ملے" فرما کر حضرت مکان میں تشریف لے گئے، دعا ایک تیر تھی خیر کا۔ عزیز صاحب میرے خواجہؒ کے در کی حاضری بھرنے لگے، پروانے کی صفت پیدا ہوتی گئی، (یعنی نثار ہوتا آ گیا)۔

۱۹۵۷ء میں عالم فاضل کی سند مل گئی، روحانیت کا غلبہ ہوا، بیعت ہو گئے، سینے کی صفائی شروع ہوئی میرے خواجہؒ نے ذکر و فکر کی تلقین فرمائی، دو سال کی ریاضت سے داغ دھبے سب ڈھل کر دل کا آئینہ مصفی ہو گیا۔ ۱۹۵۹ء میں رہبری کرنے کی اجازت عطا فرمائی، چشتی خلافت سے نوازا۔ عزیز احمد نے مشیخت شروع کر دی، مرید کئے جا رہے ہیں "دیادرا" میں امام ہیں، بچوں کو قرآن و دینیات اور بڑوں کو حدیث و فقہ کا درس دیتے ہیں، اللہ رکھے سلامت۔

☆(۱۴) الحاج عبدالرحمن بن عبد اللہ صاحب

بھروچ کے رہنے والے کو میرے خواجہؒ کے آستانے سے پشت در پشت وابستگی کا شرف حاصل رہا۔ اُنکے خاندان میں چشتیہ مشیخت نسل در نسل رہی، پھر دو تین پشت بعد آبائی حیثیت ختم ہو گئی۔ یہ قصہ اس طرح سے ہے:۔

حافظ عثمان صاحب سندھ سے احمد آباد آئے، یہاں سے بھروچ میں آباد ہو گئے، تجارت کرتے تھے، مگر عبادت میں دل لگا رہا، حضرت حاجی محمد علی چشتی، ملتان سے بھروچ وارد ہوئے اور حافظ عثمان کو خلافت دے کر فرمایا "یہ سلسلہ تیرے خاندان میں جاری رہے گا" ہوا بھی ایسا ہی، عثمان کی جگہ حافظ یعقوب پھر غلام محمد اُنکے جانشین حافظ محمد علیؒ نے حافظ غلام حسین کو بشارت دی کہ تیرا حصہ احمد آباد سے ملے گا۔ غلام حسین بھروچ میں پھیلی ہوئی طاعونی وبا دور ہونے کی دعا کے لئے احمد آباد آئے تو حضرت خواجہ فرید میاں چشتیؒ نے حافظ صاحب کو سب کچھ کرنے کی طاقت دے دی، فرمایا، آؤ! غلام حسین تمہارا جو حصہ میرے پاس ہے وہ لے لو سبحان اللہ، کریم نے بغیر مانگے سخاوت کی، نعمت عظیم چشتیہ کی خلافت عطا فرمائی، اِس طرح باپ کے بیٹے کو خلافت ملنا موقوف ہوا تو خود خانوادۂ عالیہ چشتیہ کے سجادہ نے گئی ہوئی دولت سے مالا مال کر دیا۔ غلام حسین محروم نہ رہ سکے، شیخ بن گئے، اور حضرت کے بتائے ہوئے نقش ودُعا سے ہزاروں کو فائدہ پہنچایا۔ اُنہوں نے نقش وغیرہ کی اِجازت اپنے بھتیجے عبدالرحمٰن کو دی۔ مگر خلافت نہ دے سکے کیوں کہ کسی اور کی غلامی اُن کے لئے مقدر ہوئی تھی، شیخ اور خلیفہ پردہ کر گئے، عبدالرحمٰن کو وسیلہ درکار تھا وہ جلد ہی نصیب ہو گیا۔ میرے خواجہؒ نے عبدالرحمٰن کو مریدی کا شرف بخشا۔ سخی ابن سخی، پدرِ بزرگ نے غلام حسین کو بڑا رتبہ عنایت فرمایا: تو اُنکے نورِ نظر وسجادہ حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ نے اپنے شیخ کبیرؒ کے عرس شریف کے موقع ۲۷ محرم ۱۳۸۱ھ کو غلام کو بادشاہی سے نوازا، عبدالرحمٰن مرید تھے، خلیفہ ہو گئے، وہ اِس

خاکسار سے بہت اُنس رکھتے ہیں، اس لئے میرے بیٹے سے چاملے گے۔

ولی نے کہا: تو ہے پیر پائے نصیر الدین اولیاء،

خلیفہ صاحب ایں دولتِ ترکانہ مبارک باشد،

جس کو جو چیز جس سے ملنا ہوتی ہے وہ اُسی سے ملتی ہے۔ یہ قدرت کا دستور ہے۔ حافظ غلام حسین کے باپ حافظ غلام نبی بیٹے کو خلافت ملنے کے بعد حضرت خواجہ فرید میاں چشتی" سے منسوب ہونا چاہتے تھے مگر نہ ہو سکے یہاں تک کہ حضرت خواجہ فرید میاں" صاحب کا وصال ہو گیا، اور خلیفہ بھی رحلت کر گئے اور غلام نبی ایک سو پانچ سال کی عمر تک بے پیر رہے۔ آخر میرے خواجہ نے اُنکی دستگیری کی۔ حضرت نصیر" کے بننے والے کو کوئی اور اپنا نہ بنا سکا۔

عبدالرحمٰن صاحب خلافت ملنے کے بعد حج سے مشرف ہوئے ایک مسجد میں انکے تمام خاندانی بزرگ بلا معاوضہ امامت کرتے رہے، اسی طریقے پر عبدالرحمٰن صاحب بھی قائم ہیں۔ حاجی صاحب کے چھوٹے بھائی غلام رسول بھی میرے خواجہ" سے بیعت ہیں۔ اور حضرت ہی کی نوازش سے یہ مرکز چشتیہ بھروچ کے سیکریٹری ہیں، دونوں بھائی سوزنی والے کے نام سے مشہور ہیں اُنکے گھر میں ہاتھ سے سوزن بنی جاتی ہے وہ بہت خاص قسم کی ہوتی ہے، اُسکی کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔

☆ (۱۵) قاضی صفدر علی چشتی

نجابت، شرافت، امارت گھر کی چیزیں ہیں، نجیب ایسے کہ سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں ہیں، شریف یوں کہ آلِ رسول ہیں، امارت یوں کہ

جدِ امجد ابراہیم، ستات بھائی تبرکستان کے سلطان تھے۔ "کاشان" دارالخلافہ تھا۔
کاشان سے ہند آئے تو اودھ کی قضاۃ پر مامور ہوئے، دو چار پشت یہ عہدہ رہا، جب قاضی محی الدین کاشانیؒ نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت پائی تو قضاۃ ترک کردی، یہاں سے اِس خاندان میں مشیخت داخل ہوئی، محبوب الٰہیؒ کے خواہر زادے (بھانجے) رفیع الدین ہارون کی صاحبزادی کی شادی قاضی امام الدین کاشانیؒ سے ہوئی، جو حضرت محی الدین کاشانیؒ خلیفہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے پوتے تھے، اِس طرح حضور محبوب الٰہیؒ سے کاشانی خاندان کی رشتے داری کا آغاز ہوا۔ کاشانی خاندان میں ایک لڑکی آئی تو ایک کاشانی لڑکی بنتِ تاج الدین خواجہ رفیع الدین ہارونؒ کے نورِ نظر سے بیاہی گئی اور پدری اور مادری لحاظ سے رشتہ اور دوسرے حق کاشانی خاندان کو حاصل ہوگیا، جن بزرگوں کے اسمائے گرامی اوپر لکھے گئے ہیں اُنکی مفصل بڑی مستند تواریخ "سیرۃ الاولیاء، اخبار الاخیار" وغیرہ میں تحریر ہیں، اِن حضرات کی تاریخ لکھنا میرا مقصد بھی نہیں بلکہ کسی کی نسبی، معاشرتی، تمدنی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے بزرگانِ سلف کو پیش کرنا ضروری ہے، اِنہی تاج الدین کاشانی کے نواسے سے قاضی سید ظہور الدین علیؒ ددیالی اور ننیالی تمام حقوق کے وارث قرار پائے، ظہور علی صاحب کے بعد قاضی سید رحمان علیؒ پدر و مادر کا ورثہ پائے مگر جو کچھ ملا وہ خاندانی چیز تھی۔ دین کی نعمت سے محروم رہے، شیخ زادے تھے، شیخ جتنا باقی تھا، حضور محبوب الٰہیؒ سے قرابت داری تھی اور آستانے کا اہتمام باقی تھا، حضور محبوب الٰہیؒ سے قرابت داری اور آستانے کا

اہتمام کرنے کے لحاظ سے قاضی رحمت علی صاحب کو ایسے شیخ کی حاجت تھی جو نظامیہ مشیخت کا مختار ہو، دل نے جو چاہا وہی اللہ نے بھی دیا، خانوادۂ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ فریدالدین چشتی'' سے رحمت علی کو خلافت نصیب ہوئی، یہ ایک بڑا اعزاز ہے جو رحمت صاحب کو حاصل ہوا، میری تاریخ کا مشعل رحمت علیؒ سے روشن ہوا ہے، میرا مرکزِ نظر دراصل رحمت علیؒ کے فرزند قاضی صفدر علی چشتی کی ذات ہے۔ جو نظامیہ زنجیر کی ایک کڑی ہے، والدِ ماجد سے خاندانی مراعات کے ساتھ آستانہ نظامیہ کی بندوقبا بھی اُن کو ملی صفدر صاحب پوری خدمات بجا رہے ہیں، مگر کمی رہی شیخ کی۔ اُنکے پدر نامدار اپنے برخوردار کو طریقت کی باگ دوڑ نہ دے سکے۔ اُن کو عزت، شہرت خاندانی روایت حاصل تھی، لیکن ضمیر پراگندہ تھا۔ اندھیرے کو روشنی کی تلاش تھی۔ صفدر سوچتے رہے مگر کچھ حاصل نہ کر سکے۔ اُنکی بڑی شرط یہ تھی کہ ''طلب کرونگا نہیں'' مقدرات وکرامت گنجینہ عطا کردے۔ صفدر صاحب کی نیت سے پتہ چل رہا ہے کہ اُنکے جذبات میں ندرت، کردار میں رفعت، مزاج میں استقامت کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ کم از کم یہ خاکسار اطوار عالیہ کا احترام کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کریم سے مانگنا اسکی توہین ہے، یہ مشکل اِسطرح سے حل ہوئی کہ بارگاہِ محبوبی سے صفدر علی صاحب کی رہنمائی فرماتے ہوئے فرمان صادر فرمایا گیا۔

''احمد آباد میں میرا جانشین ہے، اُس سے تیری مراد پوری ہوگی''۔

لیجیے صفدر علی کو حضرت محبوب پاکؒ نے اپنے محبوب کے حوالے کر دیا۔ یہ غلام خدمتِ اقدس میں کھڑا ہوا تھا، خود مابدولت اِستادہ تھے، ایک صاحب آئے ایک

دوسرے سے انجانے مگر حضرت کی آنکھوں میں زمین و آسمان آئینہ تھا، اُنکو جاننا آسان تھا کہ آنے والا کون ہے، دوسری طرف اِس انجانے کو محسوس کرایا کہ تو کس کی جستجو میں آیا وہ "میں ہوں" چنانچہ وہ قدم تھامے اور آپؒ نے فرمایا:

"صفدر علی تمہاری چیز تیار ہے" (پکی ہوئی کھچڑی تیار ہے) ۱۹۵۱ء کے اپریل ماہ میں صفدر صاحب نے میرے خواجہ سے دو جہاں کی دولت سے اپنا دامن بھر لیا۔ مرید ہوئے، خلافت بھی پائی۔ حضرت نے نصیحت کی کہ "سلسلہ پھیلانے کی کوشش کرنا جہاں تک ہو سکے"۔ آفرین ہے اِس خلیفہ پر جس نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کی اور خوب کی، مرید بے شمار ہیں۔ اُنھوں نے جن کو خلافت دی اُنکی تعداد چوبیس (۲۴) ہے جو ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور بنگلہ دیش میں سلسلے کی اشاعت میں مصروف ہیں بارک اللہ۔

صفدر علی صاحب کے دادا قاضی سید ظہور علی کو حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ نے، ظہور علی کے پسر رحمت علی کو، پھر میرے خواجہ حضرت نصیر الدین چشتیؒ خلیفہ حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ نے اپنے خلیفہ سید صفدر علی ابن رحمت علی چشتیؒ کو بارگاہِ نظامی محبوبیؒ میں حاضر ہونے والے خاندانی زائرین کی خدمت وغیرہ کے لئے اپنی اپنی دستخط اور مہر سے تحریری سند عطا فرمائی ہے، صفدر صاحب فریضۂ حج ادا کر چکے ہیں اور آستانہ نظامیہ میں قیام پذیر ہیں۔

اِس طرح میرے خواجہ نے جن حضرات کو خلافت عطا فرمائی اُن کی تعداد پندرہ (۱۵) ہے۔

جن کے حالات اوپر لکھے گئے۔ اِن خلیفہ کے سوا ایک دو ایسے

بزرگوں کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو حضرت یحییٰ مدنیؒ کے خلیفہ کے مشائخ کے سجادہ ہیں، مگر ہمارے اپنے ہیں۔

☆مولانا ضیاء الدین ؒ

(جب بھی شرک اور توحید کی ٹکر ہوئی، وہ بات اُسی وقت بام پر چڑھ جاتی ہے۔ مولانا فخر کے خلیفہ مولانا ضیاء الدینؒ نے اتنی عبادت کی کہ تیس برس تک کمر زمین سے نہیں لگی، خود حضرت فخر نے فرمایا:

"میرے بزرگوں میں حضرت فرید جیسی عبادت کسی نے نہیں کی" اور مریدوں میں ضیاء الدین جیسا عبادت گزار نہیں پایا، فوائد الضیاء ایسے بندے معبود سے کیا انعام پاتے ہیں، اُس کے اظہار کی حاجت نہیں، مگر یہ بتاؤں گا کہ اللہ کا ہو کر بندہ کیا کر سکتا ہے۔)

ایک مرتبہ حضرت ضیاء الدینؒ کی خدمت میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ آیا اور گووند دیو کے درشن کرنے مندر جانے کی اجازت چاہی، فرمایا "یہیں درشن کرلو!" آپؒ نے اُسی وقت وضو فرمایا، جو ہستی حضرت کو وضو کروا رہی تھی وہ گووند دیو کی تھی۔ راجہ نے درشن کئے اور شدید عقیدت مند ہو گیا۔ نذر پیش کی، مندر میں شور مچا کہ مورتی غائب ہے، تھوڑی دیر بعد انہیں وضو کروانے کے بعد گووند دیو مندر پہنچ گئے، یہ واقعہ شاہی پوتھی خانے میں درج ہے۔

یہ ہے اللہ والوں کا کرشمہ جو پیش ہوتے ہی شہرت پا گیا۔ حضرت مولانا کا زمانہ ۱۱۵۰ھ سے ۱۲۳۰ھ تک رہا۔ آپؒ کے بعد آپؒ کے پسر کمال الدین شاہ جانشین ہوئے۔ ۱۲۳۸ھ میں آپؒ نے رحلت کی۔ آپؒ کے

تین فرزند امین الدینؒ، سعید الدینؒ، فخر الدینؒ میں سے ایک کے بعد دوسرے سجادگی پر آئے۔ اب حضرت فخر الدین شاہ ۱۹۵۸ء سے سجادہ مشیخت کی رونق ہیں۔ خاندانی اوصاف کے حامل ہیں، روزانہ مراد مندوں میں گھرے رہتے ہیں (آپکا سن ولادت ۱۹۱۱ء ہے۔)

☆غلام حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب ایک دوسری ہستی کو پیش کر رہا ہوں جو ہاشمی، مطلبی، قادری ہیں، ۱۳۱۷ھ میں ولادت ہوئی، تعلیم شروع ہوئی۔ بی اے آنرز تک پہنچے۔ آپؒ کے ایک شیخ زادے ہیں، مشائخین کرام اپنی اولاد کو دینی و دنیاوی علوم اور پھر اعلیٰ تعلیم دلانا پسند کرتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان چشتی " سجادہ نشین، خانقاہ سلیمانیہ، کلواری بہار کی بصیرت کاملہ کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے اور آئندہ ہونے والے شیخ کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کر دیا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی مسئلے میں مسلمان کو قال اللہ، قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ کا حکم، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) کہہ کر منالینا آسان ہے، مگر جدید تعلیم پایا ہوا مسلمان ہو کر غیر مذہبی، دلیل سے قائل نہیں ہوتا۔ جب تک اُسکو سائنس کے نقطۂ نظر سے نہ سمجھایا جائے، کہ صلوۃ و تقوی کیا ہے؟ اُنکے احکام کس طرح صادر ہوتے ہیں۔ یہ صلاحیت کسی شیخ میں جدید تعلیم ہی پیدا کر سکتی ہے۔ حضرت شاہ سلیمان چشتیؒ نے ہر لحاظ سے اپنے فرزند کو سنوارا۔ چنانچہ غلام حسین صاحب اپنے پدر شاہ سلیمانؒ کی جگہ ہی ۱۳۶۷ھ میں سجادہ نشین ہوئے، تو خانقاہ کے اہتمام کے لئے نئی بصارت سے کام لیا۔ ریڈیو، روزنامہ،

ہفتہ وار، ماہنامہ، سال نامہ آپؒ کے اُفکار سے بھر دیے، پھر تالیف، تصنیف ترتیب کی طرف توجہ کی تو جدت سے کام لے کر آفاق کو سمو دیا۔ دوست، احباب، رشتے دار، معتقد، مرید کو جو خط لکھے اُس میں بھی یہ ندرت برتی کہ اس کو ادب کا خزینہ، ملت کی تاریخ، روحانی تربیت کا انجام نامہ جو چاہو کہو۔

آٹھ سو صفحات کی ''شمس العارف'' میں سب کچھ ہے۔

میرے خواجہ اور حضرت حسینؒ میں بڑا لطیف تعلق ہے، حضرت شیخ یحییٰ قطب المدینہ چشتیؒ، سے ایک شاخ فخری بھی جاری ہے اس شاخ کی خلافت ''پھلواری'' میں مولانا قاری شاہ محمد سلیمانؒ نے قائم کی۔ آپؒ ہی کے جانشین حضرت غلام حسین چشتیؒ ہیں۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ، میرے خواجہ کے جد اور شیخ ہیں۔ اللہ دونوں کو سلامت رکھے۔

میرے خواجہ نصیر الدین کو خاص سلسلۂ چشتیہ کے علاوہ دیگر اکاون (۵۱) شاخوں کی اجازت بھی حاصل ہے۔ کون سی شاخ کس بزرگ سے منسوب ہے، اور اُنکی تاریخی حالت کیا تھی، کس کے مرید اور کس کے فرزند تھے اسکی پوری تفصیل پیش کی جارہی ہے۔ یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ دوسری شاخ کی اجازت کس بزرگ سے کس چشتی بزرگ کو ملی۔

کسی خاندان کی اجازت ملنے کے بعد اُس خاندان کا شجرہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ بغیر شجرے کے اجازت ادھوری اور بیکار ہے۔ اس لئے اکاون (۵۱) شاخوں کے شجرے بھی تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ تاریخی مواد میں کسی قسم کی کمی نہ رہنے پائے، اور پڑھنے والوں کے سامنے مکمل حالات آجائیں۔

☆51شاخوں کی تفصیل☆

(۱)چشتیہ (۲)محمدیہ (۳)متوکلیہ (۴)مودودیہ
(۵)ادھمیہ (۶)مغربیہ (۷)سہروردیہ (۸)زرگویہ
(۹)کُبرئیہ (۱۰)خلویہ (۱۱)قادریہ (۱۲)نخشبیہ
(۱۳)عفیفیہ(۱۴)گاذرونیہ (۱۶)بسطامیہ(۱۷) رومیہ
(۱۸)رفاعیہ (۱۹) تمیمیہ(۲۰) طاؤسیہ(۲۱) جیریہ
(۲۲)اشنبکیہ (۲۳)قردیہ (۲۴)دقاقیہ(۲۵) حمویہ
(۲۶) حلّاجیہ(۲۷) موئلہ (۲۸) مدنیہ (۲۹)خرازیہ
(۰۳) عقلیہ (۳۱) طیفونجیہ (۳۲) جریریہ
(۳۳) تبریزیہ (۳۴)عطاریہ (۳۵)شریحیہ (۳۶) شھا بیہ
(۳۷)کشکیہ (۳۸)مداریہ (۳۹)فرخشاھیہ
(۴۰)رُکنیہ (۴۱)شاھیہ (۴۲)ذوالفقاریہ
(۴۳) حمرائیہ (۴۴) نوربخشیہ (۴۵)نقشبندیہ
(۴۶)مھنیہ (۴۷)موسویہ (۴۸)عباسیہ
(۴۹) دوردائیہ (۵۰) عیسویہ (۵۱) خضریہ

اِن سلسلوں کی تاریخی روداد حسب ذیل ہے۔

سلاسل کی تفصیل اور روئیداد

(۱) چشتیہ سلسلہ:-

حضرت شرف الدین خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کو ہاتفِ غیب کی ہدایت آنے پر حضرت علی مشادؒ کی خدمت میں بغداد پہنچے۔ حضرت ممشادؒ (خلیفہ ھبیرہ البصری) نے فرمایا:- ''کیستی واز کجائی جائی'' (تو کون ہے اور کہاں کا ہے)، حضرت اسحاق نے جواب دیا:- ''در قصبہ چشت علاقہ شام، سکونت داشتمؒ بنامِ ابو اسحاق شامیؒ موسوم'' (قصبے چشت، علاقے شام کا رہنے والا ہوں اور ابو اسحاق شامیؒ کے نام سے پکارا جاتا ہوں)، حضرت ممشادؒ نے فرمایا:- ''شما خواجۂ اہلِ چشت ہستند بجائے شامی خود را چشتی باید گفت''۔ (اب تم چشتیوں کے خواجہ ہو، شامی کے بجائے اپنے کو چشتی کہا کرو)۔ اِس طرح چشتیہ سلسلے کی بنیاد پڑی اور حضرت ابو اسحاقؒ خلافت لیکر پلٹے تو ''چشتی'' مشہور ہوئے۔

۱۴، ربیع الثانی ۳۲۹ھ کو آپؒ کا وصال ہوا اور آپؒ کا مزار پاک عکہ (شام) میں ہے۔ ''سیر الاقطاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت اسحاق چشتی کی قبر پر روزانہ رات سے صبح تک خود بخود ایک چراغ جلتا ہے۔ طوفان، آندھی، میں بھی بجھتا نہیں، یہ قدرتی چیز ہے۔ شاید اِسی کے پیشِ نظر کسی نے کہا۔

''الٰہی تا بود خورشید و ماہی، چراغ چشتیاں را روشنائی''

اس سلسلے کو جو شرف ملا وہ یہ ہے کہ شبِ معراج میں **رحمت اللعٰلمین** **کو ارحم الرّاحمین حضرتِ حق سبحانہ** نے خرقہ عطا فرمایا تھا۔

جب آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو صحابہؓ کو طلب کیا

اور فرمایا کہ میں نے جو خرقہ حاصل کیا ہے اور مجھے فرمان ہوا ہے کہ اسے کسی کو دوں، اُس کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ اگر یہ خرقہ میں تم کو دوں تو کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا میں صدق سے کام لوں گا اور اطاعت کروں گا۔ اُس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ سے فرمایا یہ خرقہ میں تم کو دوں تو کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا عدل و انصاف کروں گا۔ اُس کے بعد عثمان غنی ؓ سے پوچھا اگر یہ خرقہ میں تم کو دوں تو کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں انفاق کروں گا اور سخاوت سے کام کروں گا۔

اُسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ میں تم کو دوں تو کیا کرو گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدائے عزوجل کے عیب چھپاؤں گا بس وہ خرقہ حضرت ختم المرسلین ﷺ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ کو دیا۔ اور آپؓ نے سرخیلِ پیران چشت ابوسعید خواجہ حسن بصریؒ کو عنایت فرمایا، اور یہ خرقہ یکے بعد دیگرے ہر جانشین کو ملتا رہا۔

یہاں تک کہ اہل عرفان کے قائد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو اِلہامِ خداوندی سے معلوم ہوا کہ اُن کے خدام اور سلسلہ میں اِس حلیہ اور اِن نشانیوں والا ایک شخص آئے گا جس کا وجود اِس قدر مقدس ہوگا۔ کہ وہ اگلے پچھلے تمام لوگوں کی نجات کا ذریعہ بنے گا۔ اِس اِلہامِ الٰہی کے بعد وہ زندگی بھر اُس شخص کی آمد کے منتظر رہے، لیکن اِس حلیہ والا کوئی شخص نہ آیا، آپؒ نے وصال کے وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کو وہی خرقہ مرحمت فرمایا، اور وصیت فرمائی کہ اگر تمہارے عقیدت مندوں میں اِس حلیہ کا کوئی شخص آئے تو اُس سے

میری اور سلسلہ چشتیہ کے تمام وابستگان کی نجات کے لیے دُعا ضرور کرواتا۔

حضور غریب نواز "حضرت خواجہ معین الدین چشتی" بھی انتظار کرتے رہے۔ لیکن ایسا شخص نہ آیا۔ چنانچہ آپ" نے بھی بوقتِ رحلت اپنے جانشین خواجہ قطب الدین بختیار کعکی" کو وہی وصیّت کی جو آپ" کے مرشد نے وصیت کی تھی۔ (خزینۃ الاصفیاء، صفحہ ۲۷۴) لیکن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکی" کی زندگی میں بھی ایسا شخص نہ پہنچا۔ تو آپ" نے مراقبہ کیا تو حُکم ہوا، کہ یہی وصیت آپ اپنے خلیفہ بابا فرید گنج شکر" کو کر دو، آپ" کی زندگی میں بھی ایسا شخص نہ آیا۔ آپ" نے مراقبہ کیا تو حُکم ہوا اسی وصیّت کا جو آپ" کے مرشد نے کی تھی، آپ" نے اپنے جانشین حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی" کو وصیت کی۔ حتیٰ کہ یہ وصیت سینہ بہ سینہ حضرت سلطان المشائخ" تک پہنچی آپ" اِسی اِنتظار میں تھے کہ وہ شخص کہیں سے آجائے۔ ایک دِن کیا دیکھتے ہیں کہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ استغراق کے عالم میں ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہیں، آپ" کے دونوں پاؤں حوض میں ہیں، اور وہ تمام علامات آپ" پر وارد ہیں، حضرت سلطان المشائخ" نے جب سب مطلوبہ علامات اُس وقت آپ" میں دیکھیں تو بڑی تیزی سے اُن کی طرف بڑھے اور دوسری طرف سے حوض میں بمعہ کپڑے چھلانگ لگا دی۔ اور اُن کے دونوں قدموں کو ہاتھوں میں قابو کر لیا، جب خواجہ نصیر الدینؒ حالتِ اِستغراق سے نکلے تو یہ دیکھ کر سخت شرمندہ اور پریشان ہوئے، کہ اِن کے مرشد نے آپ" کے پاؤں کو ہاتھ لگا رکھا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا، کہ یہ سب کچھ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا

بلکہ مجھے حضرت خواجہ خواجگان کی طرف سے مسلسل ایک وصیت ہوتی ہوئی آئی ہے۔ اور کہا کے اب میں تمہارے پاؤں نہ چھوڑوں گا۔ خدائے عزوجل نے آج تیرا وہ مقام بلند کیا ہے۔ اور مقامِ فردیت عطا فرمایا ہے۔ اور خرقۂ ربانی اور جملہ تبرکات آپؒ کو مرحمت فرمایا، اور کہا کہ اِس وقت پکھ خاندان کے لیے اور سلسلہ چشتیہ کے تمام سابقہ، موجودہ، اور آئندہ کے خدام کی اُخروی نجات، خاتمہ بالایمان، اور رضائے الٰہی کے لئے دُعا کریں۔

آپؒ نے حالتِ اِستغراق سے ہوش میں آ کر عرض کی کہ حضور اِنشاء اللہ تعالیٰ سانپ کے منہ کا زہر جانا اور اِس خاندان کی تاثیر قیامت تک جانا ناممکن ہے۔ یعنی اولیا اللہ میرے خاندان میں ہوتے جائینگے پھر آپؒ نے فرمایا۔ بابا نصیر الدّین کچھ اور دُعا کرو، اُسوقت آپؒ نے محاسن مبارک پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: کہ **جو شخص میرے سلسلہ میں بیعت کریگا بہ فضلِ الٰہی عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا**، تب حضرت سلطان المشائخ ؒ نے فرمایا، بس مخدومی و مرشدی فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا دُعائے مبارک کی تاثیر ہے۔ کہ آج تک وہی معاملہ وہی حال وہی قول آپؒ کے خاندان میں باقی ہے، اِنشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک باقی رہیگا، آمین۔

جن سجادگان کی تاریخ آپکے پیش نظر ہے، اِن بزرگوں میں سب سے پہلے جس ہستی کو چشتیہ خلافت ملی وہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود المشہور چراغ دہلیؒ کی ذات گرامی ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین ؒ محمد بن احمد محبوب الٰہیؒ جملہ تبرکات کے ساتھ خرقۂ ربانی عطا فرماتے ہوئے اپنا جانشین

فرمایا۔آپؒ کے بعد اس خاندان کے دوسرے فرد حضرت کمال الدین علامہؒ کو بھی حضرت محبوب الٰہیؒ نے "چشتیہ سلسلہ کی" خلافت سے نوازا اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے حضرت کمال الدین علامہ کو چشتیہ کی مسند سرفراز فرمائی۔(آپؒ کی اولاد آج تک احمد آباد گجرات میں موجود ہے)۔

جس مسند پر میرے خواجہ خورشید معرفت حضرت نصیر الدین چشتیؒ رونق افروز ہوئے،اور آپؒ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ رونق افروز ہوئے،اور آپؒ کے بعد آج اسی مسند پر حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی تشریف فرما ہیں۔

(ا)شجرۂ چشتیہ عالیہ:-

خاتم النبیین حضرت محمد رسول ﷺ،امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ،ابی نصر حضرت حسن بصریؒ،ابوالفضل عبدالواحد بن زیدؒ،ابوالفیض فضیل ابن عیاضؒ،سلطان ابراہیم ادہمؒ،حضرت سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ،امین الدین ھبیرۃ البصریؒ،خواجہ ممشاد الدینوریؒ،(انہوں نے ہی خواجہ ابی اسحاق شامی کو چشتی ہونے کو فرمایا: پھر یہ چشتی ہو گئے) خواجہ ابی احمد فرشافہ چشتیؒ،خواجہ ناصر الدین ابی محمد ابدال چشتیؒ،خواجہ ابی اسحاق یوسف چشتیؒ،خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ،خواجہ امین نورحاجی شریف زندنی چشتیؒ،خواجہ عثمان ہارونی چشتیؒ،خواجہ معین الدین حسن اجمیری چشتیؒ،خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتیؒ،خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر چشتیؒ،خواجہ نظام الدین محمد چشتیؒ،محبوب الٰہی،خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی چشتیؒ،خواجہ کمال الدین علامہ چشتیؒ،

خواجہ سراج الدین چشتیؒ، خواجہ علم الدین چشتیؒ، خواجہ محمود راجن چشتیؒ، خواجہ جمال الدین جمن چشتیؒ، خواجہ شیخ حسن محمد چشتیؒ، خواجہ شیخ محمد چشتیؒ، خواجہ شیخ یحییٰ قطب المدینہ چشتیؒ، خواجہ رکن الدین احمد چشتیؒ، خواجہ جمال الدین جمن ثانی چشتیؒ، خواجہ حسام الدین محمد فرخ صوفی چشتیؒ، خواجہ رکن الدین احمد ثانی چشتیؒ، خواجہ رشید الدین مودود لالا چشتیؒ خواجہ حسام الدین فرخ خوب میاں چشتیؒ، خواجہ محمود میاں چشتیؒ حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ، خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ (گجرات احمد آباد) خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی سلام اللہ۔

ایک روز حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے شیخ زین الدینؒ کو حکم دیا کہ کمال الدینؒ کے ساتھ جا کر مجھ کو جو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدینؒ محمد بن احمد محبوب الٰہیؒ نے جملہ تبرکات کے ساتھ جو خرقۂ ربانی عطا فرمایا تھا وہ بقچہ لاؤ، زین الدینؒ اور کمال الدینؒ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو وہ بقچہ پیش کیا، بقچے میں سے جامہ اور ایک خلعت نکال کر دوسرے میں باندھی۔ اور صاحبزادے کمال الدینؒ کو اپنے بازو پر بٹھا کر دستار سر پر رکھی، اور خرقہ پہنا کر ایک بقچہ دیتے ہوئے فرمایا: یہ امانتِ چشتیہ ہے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ خواجگان چشتیہ سے مجھے ملی ہے اور یہ جگہ تمھاری ہے۔ دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ دوسری امانت ہے۔ اِس امانت کو ہماری قبر میں رکھ دینا۔ جو تمھارے پوتوں میں سے ایک محمد نامی سجادہ ہوگا، وہ خود ہم سے حاصل کریگا، حاضرین رونے لگے تو فرمایا:

بجائے ''نصیر کمال'' ہے۔ اُسکی اطاعت کرو میرا دل سید محمد کو چاہتا تھا مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے کمال کو مقرر فرمایا ہے۔ ''حق حق ہے''

(۲) محمدیہ سلسلہ:۔

صاحب سیر العارفین کہتے ہیں کہ جب شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے دونوں بھانجوں یعنی شیخ زین الدین اور کمال الدین کو جو آپؒ کے محرمِ راز تھے۔ اپنے پاس بلا کر وصیت خاص فرمائی۔ کہ جو خرقۂ خلافت مجھے سلطان المشائخؒ سے ملا تھا اسے میری قبر میں میرے سینہ پر رکھ دینا۔ میرے شیخ کا عصا میرے جسم کے برابر رکھ دینا۔ میرے شیخ کی تسبیح میری شہادت کی اُنگلی پر لپیٹ دینا، اور کاسہ چوبین (لکڑی کا پیالہ) اینٹ کی بجائے میرے سر کے نیچے رکھ دینا۔ اور نعلین چوبین (لکڑی کے جوتے) میری بغل میں رکھنا۔ چنانچہ آپؒ کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔ اِس خلعت کو چراغ دہلیؒ اپنے ساتھ لیکر مدفن ہوئے، آپؒ کی وفات بروز شب جمعہ اٹھارہ (۱۸) ماہ رمضان ۷۵۷ھ میں ہوئی۔

۹۸۲ھ میں شیخ محمد چشتیؒ سجادہ ہوئے تو آپؒ احمد آباد سے دہلی پہنچے اپنے دادا نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مزار پر جا کر سلام عرض کیا، اور اپنا حق عنایت فرمانے کی التجا کی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا مزار شق ہوا، اور حضرت شیخ محمدؒ اندر داخل ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد جب واپس ہوئے تو آپؒ کے گلے میں پھولوں کا ہار، ہاتھ میں نان دھلوا تھا، اور بدن پر وہ خلعتِ فاخرہ تھی جو نصیر الدین چراغ دہلی اپنے ساتھ لے کر مدفون ہوئے تھے، مزار اقدس پر ہی

ندائے غیبی سنائی دی "قطب" اور حضرت محمد قطب کے مرتبے پر فائز کیے گئے۔ اپنی امانت حاصل کر کے "محمدیہ" سلسلہ کی بنیاد ڈالی، ۲۸، ربیع الاول سنہ ۱۰۴۰ھ بروز ہفتہ خواجہ شیخ محمدؒ نے ایک غیبی آواز سنی: "اے شیخ محمد! تو اپنا جانشین اپنے پوتے شیخ یحییٰ کو بنا تا کہ تیرا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے"۔

شیخ محمد ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۴۰ھ میں رحلت کی۔ شاہ پور جالی پیر احمد آباد میں مزار ہے۔

(۲) شجرۂ محمدیہ:-

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۲) خواجہ شیخ محمد چشتیؒ (۳) خواجہ شیخ یحییٰ چشتی قطب المدینہ محمدیؒ (۴) خواجہ شیخ رکن الدین احمد چشتی محمدیؒ (۵) خواجہ شیخ جمال الدین جمن ثانی چشتی محمدیؒ (۶) خواجہ شیخ حسام الدین محمد فرخ صوفی چشتی محمدیؒ (۷) خواجہ شیخ رکن الدین احمد ثانی چشتی محمدیؒ (۸) خواجہ شیخ رشید الدین مودود لالا چشتی محمدیؒ (۹) خواجہ شیخ حسام الدین محمد فرخ خوب میاں چشتی محمدیؒ (۱۰) خواجہ شیخ محمود میاں چشتی محمدیؒ (۱۱) خواجہ شیخ فرید الدین چشتی محمدیؒ (۱۲) خواجہ شیخ نصیر الدین چشتی محمدیؒ روشن چراغ (۱۳) خواجہ شیخ معین الدین ثانی چشتی محمدی، (۱۴) خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی، سلمہ اللہ۔

(۳) متوکلیہ سلسلہ:-

یہ سلسلہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل اللہ کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت شیخ عزیز اللہ حضرت شیخ یحییٰ بن لطیف الدین فاروقی دریا نوشؒ کے بڑے اور حضرت رکن

الدینؒ کانِ شکر جدِ لشکرِ عالم شیخ فرید شکر گنج سلسلہ کے خلیفہ ہیں، حضرت رکن الدینؒ کانِ شکر کا مزار پٹن (گجرات) میں ہے، آپ کا وصال ۲۲، شوال ۹۱۱ھ میں ہوا۔ حضرت عزیز اللہ کا فقر اور توکل اِتنا وسیع تھا کہ ''یوما جدید رزقا جدید'' (نیا دن، نیا رزق) گھر میں کوئی چیز رکھی نہیں جاتی تھی، یہاں تک کہ رات کو پانی بھی اتنی مقدار میں رکھا جاتا جو تہجد کے طہارت اور وضو کے لیے کافی ہو سکے۔''گلزار ابرار'' کا بیان ہے کہ بی بی ''دور الملک'' (بیٹی) کا دودھ چھڑایا جانے کے سبب سے دودھ میں روٹی بھگو کر رکھی تھی بادا حضرت نے پھینک دی، بچی بھوک کے مارے تلملانے لگی تو ماں نے آپؒ کے پاؤں کے پاس بچی کو لیٹا دیا، آپؒ نے اپنا انگوٹھا بچی کے منہ میں دیا، بچی چپ ہوگئی، اِس کے ساتھ ہی غیب سے ندا آئی ''اے متوکل اللہ''۔ اُس کے بعد سے آپؒ کا یہی لقب مشہور ہوگیا۔ شیخ عزیز اللہ عرصہ دراز تک احمد آباد میں مقیم رہے، شیخو پور آپؒ ہی نے بسایا تھا، بی بی دور الملک بالغ ہوئی تو اُنکی شادی حضرت محمود راجنؒ ابن خواجہ علم الدینؒ بن سراج الاولیا'' خواجہ سراج الدین چشتی کے ساتھ ہوئی۔ خسرِ محترم حضرت عزیز اللہ متوکلؒ نے اپنے اقبال مند داماد محمود راجنؒ کو ''متوکلیہ'' کی اِجازت عطا فرمائی۔ آخر زمانے میں حضرت عزیز اللہؒ اسلام کی اشاعت کے لئے برہانپور گئے۔ ''۲۳ صفر ۹۵۲ھ کو انتقال ہوا'' برہانپور میں مدفون ہوئے۔

(۳) شجرۂ متوکلیہ:۔

(۱) ابوالقاسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ (۳) حضرت حسن بصریؒ (۴) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (۵) حضرت فضیل

ابن عیاض (۶) حضرت ابراہیم بن ادہم (۷) حضرت حذیفہ مرعشی (۸) حضرت هبیرة البصری (۹) حضرت ممشاد دینوری (۱۰) حضرت ابی اسحاق شامی (۱۱) حضرت خواجہ احمد ابدال (۱۲) حضرت ابی محمد (۱۳) حضرت اسحاق یوسف (۱۴) حضرت قطب الدین مودود (۱۵) حضرت رکن الدین محمد بن ابی احمد (۱۶) حضرت محی الدین علی بن رکن الدین محمد (۱۷) حضرت قطب الدین محمد (۱۸) حضرت خواجہ ابواحمد ثانی (۱۹) حضرت خواجہ ابو یوسف ثانی (۲۰) حضرت خواجہ محمد زاہد (۲۱) حضرت خواجہ رکن الدین کان شکر (۲۲) حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل الی اللہ (۲۳) حضرت محمود راجن (۲۴) حضرت خواجہ جمال الدین جمن (۲۵) حضرت خواجہ شیخ حسن محمد (۲۶) حضرت خواجہ شیخ محمد (۲۷) حضرت خواجہ شیخ یحییٰ قطب المدینہ (۲۸) حضرت خواجہ رکن الدین احمد (۲۹) حضرت خواجہ جمال الدین جمن ثانی (۳۰) حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ صوفی (۳۱) حضرت خواجہ رکن الدین احمد ثانی (۳۲) حضرت خواجہ رشید الدین مودود لالا (۳۳) حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ خوب میاں (۳۴) حضرت خواجہ محمود میاں (۳۵) حضرت خواجہ فرید الدین چشتی (۳۶) حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی متوکلی (۳۷) حضرت خوجہ معین الدین ثانی چشتی متوکلی، خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی متوکلی سلمہ اللہ۔

(۴) مودودیہ سلسلہ:-

حضرت قطب الدین خواجہ مودود چشتی کے نام سے جاری ہوا۔ آپ کے والد کا نام ناصر الدین خواجہ ابو یوسف چشتی تھا، اپنے والد ہی کے

مرید و خلیفہ ہیں، یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے حضرت مودود نے ۲ رجب ۵۲۷ھ کو رحلت فرمائی۔ چشت میں مزار ہے۔ قاضی علم الدین شاطبی کے خلیفہ شیخ کازنؒ (مزار چمن، نہروالا) سے شیخ محمود راجن چشتیؒ کو اس سلسلے کی اجازت ملی۔

(۴) شجرہ مودودیہ:-

(۱) ابو القاسم محمد ﷺ (۲) امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ (۳) ابی نصر حسن بصریؒ (۴) حضرت ابو الفضل عبد الواحد بن زیدؒ (۵) حضرت ابو الفیض فضیل ابن عیاضؒ (۶) حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ (۷) حضرت سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ (۸) حضرت ھبیرۃ البصریؒ (۹) حضرت ممشاد دینوریؒ (۱۰) حضرت شرف الدین ابی اسحاقؒ (۱۱) حضرت ابی احمد بن فرشانذؒ (۱۲) حضرت علی محمد چشتیؒ (۱۳) حضرت ابی یوسف بن سمعانؒ (۱۴) حضرت قطب الدین مودود بن اسحاقؒ (۱۵) حضرت ابی احمدؒ (۱۶) حضرت رکن الدینؒ (۱۷) حضرت محی الدین علیؒ (۱۸) حضرت قطب الدین محمدؒ نجیب بن حسن لالا شمر قندیؒ (۲۱) حضرت جلال الدین حسین مخدوم جہانیاںؒ (۲۲) حضرت صدر الدین سید محمد راجوؒ (۲۳) حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ (۲۴) حضرت شیخ کاذنؒ (۲۵) حضرت محمود راجنؒ (۲۶) حضرت جمال الدین جمنؒ (۲۷) حضرت شیخ حسن محمدؒ (۲۸) حضرت شیخ محمدؒ (۲۹) حضرت شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ (۳۰) حضرت رکن الدین احمدؒ (۳۱) حضرت خواجہ جمال الدین جمن ثانیؒ (۳۲) حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ صوفیؒ (۳۳)

حضرت خواجہ رکن الدین احمد ثانیؒ (۳۴) حضرت رشید الدین مودود لالا (۳۵) حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ (۳۶) حضرت شیخ محمود میاں (۳۷) حضرت شیخ فرید الدین چشتیؒ (۳۸) حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی مودودیؒ (۳۹) حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ مودودی (۴۰) خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتیؒ مودودی سلمہٗ اللہ۔

(۵) ادھمیہ سلسلہ:-

یہ سلسلہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سلطانِ بلخ کے نام سے چل رہا ہے۔ حضرت ابراہیم نسباً فاروقی ہیں، اِن کا سلسلہ صرف چار واسطے یعنی ادہم، سلیمان، ناصر عبداللہ، کے بعد فاروقِ اعظم عمر بن خطابؓ سے مل جاتا ہے، حضرت ابراہیم کی ولادت وولایت کی بڑی عجیب وغریب تاریخ ہے، یہ واقعہ تقریباً ہر تاریخ میں بلاکم وکاست درج ہے، کہا گیا کہ حضرت ادہم قلندری مشرب اختیار کر کے شہر کے باہر رہتے تھے، ایک دِن بادشاہ کی بیٹی کا اُدھر سے گزر ہوا۔ ہوا سے محافہ کا پردہ اُٹھ گیا۔ (اونٹ پر مرد کے لئے جو باندھا جاتا ہے) اُسے کجاوہ اور عورت کے واسطے پردہ ڈال کر جو بنایا جاتا ہے اُس کو محمل یا ''محافہ'' کہا جاتا ہے، قلندر کی نظر شہزادی پر پڑی اور قلندر اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ اور شاہی دربار میں پہنچ کر شادی کی درخواست کی، درخواست کرنے پر وزیر نے ایک بڑا نایاب موتی دکھا کر اُسکا جوڑ لانے کی شرط لگائی۔ حضرت خضرؑ نے اِس بے بہا سے بہترین ایک نہیں گیارہ موتی قلندر کو عطا فرمائے۔ قلندر نے بادشاہ کو دیکر بیٹی کا نکاح کرنے کی اِلتجا کی، مگر بادشاہ نے فقیر کے ساتھ شہزادی کی شادی

کو توہین سمجھ کر ٹالنے کے لئے وزیر کے پاس جانے کی ہدایت کی، اور وزیر نے سوئی رکھ لئے۔ اور ذلت کے ساتھ گھر سے نکال دیا، اور کہا کہ پھر کبھی شادی کی خواہش کی تو جان جائیگی، قلندر بے چارہ ہاں ہوں کرتا رہا، قدرت کچھ اور چاہتی تھی، شہزادی مرگئی، اُس کی تدفین اور سب کے چلے جانے کے بعد، قلندر شہزادی کی لاش نکال کر اپنی جھونپڑی میں لایا، اللہ پاک کی قدرت نے جو سبب پیدا کیا وہ بھی انوکھا ہے، ایک بے نظیر طبیب یونان سے بلخ آیا، رات کی وجہ سے شہر کے دروازے بند تھے، روشنی دیکھ کر وہ حکیم، قلندر کے پاس آکر شب باش ہوا، اُس نے لاش کا معائنہ کرکے کہا، کہ یہ مریضہ ہیں مردہ نہیں۔ چنانچہ حکیم کے علاج وتدبیر سے لڑکی ہوش میں آئی اور تمام ماجرہ سن کر قلندر سے شادی کرنے پر راضی ہوگئی، حکیم نے قاضی کی خدمت انجام دی، قلندر اور شہزادی کا نکاح پڑھادیا، قلندر صاحب بیوی کو لیکر شہر میں رہنے لگے، نو ماہ بعد شہزادی کو بیٹا پیدا ہوا، جو ماں کا ہم شبیہ (شکل) تھا، بچے کا نام ابراہیم رکھا گیا، ابراہیم شاہی مدرسے میں تعلیم پاتا رہا، ایک روز بادشاہ مدرسے میں آیا، ابراہیم کو دیکھ کر محبت کا جذبہ جاگ اُٹھا، بادشاہ نے ابراہیم کو سینے سے لگایا اور اپنے ساتھ لے گیا، قلندر مدرسے سے خبر پاکر بادشاہ کے پاس گیا، بادشاہ قلندر کو دیکھ کر پہچان گیا اور بچے کی خوبصورتی اور اپنے احساسات اُبھرنے کا حال سنایا، قلندر نے بھی ساری حقیقت بیان کی، بادشاہ نے بیٹی کو زندہ پاکر شکر ادا کیا، بادشاہ لاولد تھا، اِس لئے نواسے کو تخت نشین کردیا۔ ابراہیم سلطان بن کر اچھی حکومت کے ساتھ ساتھ عبادت بھی خوب کرتا رہا، ایک رات کسی آواز پر نیند سے چونک

گیا، اور پوچھا" کون ہے؟" جواب ملا مسافر ہوں، " اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں، سلطان نے کہا نادان! اونٹ محل کی چھت پر کس طرح چڑھ سکتا ہے؟" آواز آئی" تو اللہ اللہ بھی کرتا ہے اور اللہ کو بھی پانا چاہتا ہے، اور بادشاہی بھی؟، یہ دونوں ایک ساتھ کس طرح ہوسکتا ہے" یہ سنکر ابراہیم کو شرم محسوس ہوئی، اور اپنے بیٹے کو سلطنت دے کر خود نیشا پور کے پہاڑ کے غار میں مشغول عبادت ہوگئے، غیبی اشارے پر مکہ معظمہ حاضر ہوکر خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کے مرید ہوئے، سنہ ۲۱۰ھ میں حضرت ابراہیمؒ، اللہ کی رحمت کو پہنچے، شام میں مدفون ہیں۔ یہ سلسلہ بھی شیخ کاذن سے خواجہ محمود راجن کو ملا۔

(۵) شجرۂ ادھمیہ:-

(۱) ابوالقاسم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ (۲) امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ (۳) حضرت ابی نصر شیخ حسن بصریؒ (۴) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (۵) حضرت فضیل ابن عیاضؒ (۶) حضرت ابراہیم ادہمؒ (۷) حضرت خادم بن ادہم بن یشار صوفیؒ (۲۴) حضرت ابراہیم بن نصرؒ (۹) حضرت جعفر بن محمد کھولدیؒ (۱۰) حضرت علی بن احمد ہمائیؒ (۱۱) حضرت حاجیب ابنل حسن علیؒ (۱۲) حضرت حسن بن جعفرؒ (۱۳) حضرت عبداللہ بن عمرؒ (۱۴) حضرت ابولعباس احمدؒ (۱۵) حضرت جمال الدین اشونیؒ (۱۶) حضرت علی بن محمد بن شرندیؒ (۱۷) حضرت نورالدین شیرازیؒ (۱۸) حضرت برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ (۱۹) حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ (۲۰) حضرت شیخ کاذن (۲۱) حضرت محمود راجنؒ (۲۲) حضرت جمال الدین جمنؒ (۲۳) حضرت

خواجہ شیخ حسن محمدؒ (۲۴) حضرت شیخ محمدؒ (۲۵) حضرت شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ (۲۶) حضرت شیخ رکن الدین احمدؒ (۲۷) حضرت جمال الدین جمن ثانیؒ (۲۸) حضرت حسام الدین فرخؒ (۲۹) حضرت رشید الدین مودود لالاؒ (۳۰) حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ (۳۱) حضرت شیخ محمود میاں (۳۲) حضرت شیخ فرید الدینؒ (۳۳) حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی ادہمیؒ (۳۴) حضرت خواجہ معین الدین ثانی ادہمیؒ، (۳۵) خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی ادہمی سلمہ اللہ۔

(۶) مغربیہ سلسلہ:-

مغربیہ سلسلہ ابو عثمان شیخ سعید بن سلام مغربی سے چلا ہے، آپؒ شیخ ابو علی کاتب کے مرید ہیں، تیس سال تک آپؒ نے حرم میں مجاوری کی ہے، اُس کے بعد نیشاپور چلے گئے، وہیں اِنتقال ہوا، سال وفات ۳۷۳ھ حضرت ابی اسحاق بن محمد مغربی کے خلیفہ حضرت شیخ احمد کھٹو سے حضرت شیخ محمود راجن چشتی کو اس سلسلے کی اِجازت ملی، ”مراعتِ احمدی“ احمد آباد گجرات کی مستند تاریخ ہے، اس میں درج ہے کہ احمد آباد بسانے میں حضرت شیخ احمد کھٹو مغربی کی شخصیت کار فرما رہی۔ آپ احمد آباد سے چند میل دور قصبہ سرخیز میں آرام فرما ہیں، آپؒ نے ۱۰ شوال ۸۴۹ھ بروز جمعرات پردہ فرمایا۔

(۶) شجرۂ مغربیہ:-

(۱) ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۳) حضرت حسن بصریؒ (۴) حضرت حبیب عجمیؒ (۵) حضرت معروف کرخیؒ

(۶) حضرت سری سقطیؒ (۷) حضرت جنید بغدادیؒ (۸) حضرت احمد بن محمد رودباریؒ (۹) حضرت ابی علی کاتبؒ (۱۰) حضرت ابی عثمان شیخ سعید بن اسلام مغربیؒ (۱۱) حضرت ابوالقاسم علی گورکانیؒ (۱۲) حضرت ابی بکر نساجؒ (۱۳) حضرت شیخ احمد غزالیؒ (۱۴) حضرت محمد بن حسن بغدادیؒ (۱۵) حضرت یمانی بن سکرؒ (۱۶) حضرت ابی الفداء مسعود اندلسیؒ (۱۷) حضرت ابی مدین صوہبی بن حسینؒ (۱۸) حضرت ابی صالح کھیکریؒ (۱۹) حضرت ابی العباس احمد بن مسروقؒ (۲۰) حضرت محمد المغربیؒ (۲۱) حضرت ابی اسحاق بن محمدؒ (۲۲) حضرت شیخ احمد کھٹو مغربیؒ (۲۳) حضرت محمود راجن چشتیؒ (۲۴) حضرت جمال الدین جمنؒ (۲۵) حضرت شیخ حسن محمدؒ (۲۶) حضرت شیخ محمد صاحب (۲۷) حضرت شیخ یحیٰی قطب المدینہؒ (۲۸) حضرت شیخ رکن الدین احمدؒ (۲۹) حضرت شیخ جمال الدین جمن ثانیؒ (۳۰) حضرت حسام الدین محمد فرخ صوفیؒ (۳۱) حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ (۳۲) حضرت رشید الدین مودود لالاؒ (۳۳) حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ (۳۴) حضرت شیخ محمود میاںؒ (۳۵) حضرت شیخ فرید الدینؒ (۳۶) حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چشتیؒ (۳۷) حضرت خواجہ شیخ معین الدین ثانی چشتیؒ (۳۸) خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتیؒ مغربی سلمہ اللہ۔

(۷) سہروردیہ سلسلہ:-

سہروردیہ شاخ کی بنیاد حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سے پڑی بارہ واسطے سے آپؒ کا نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔

اور خرقہ خلافت حضرت شیخ احمد غزالی ؒ سے پایا۔ ۱۲ جمادی الثانی ۵۲۳ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مدفن بغداد میں ہے، حضرت شیخ کاذنؒ سے شیخ محمود راجنؒ چشتی کو اجازت حاصل ہوئی۔

(۷) شجرۂ سہروردیہ:-

(۱) ابو القاسم حضرت محمد ﷺ (۲) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (۳) حضرت ابی عبد اللہ امام حسین شہیدؓ (۴) حضرت امام زین العابدین (۵) حضرت امام محمد باقرؒ (۶) حضرت امام جعفر صادقؒ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؒ (۸) حضرت امام علی رضاؒ (۹) حضرت ابو محفوظ معروف کرخی بن فروزانؒ (۱۰) حضرت ابو الحسن سری سقطیؒ (۱۱) حضرت ابو القاسم جنید بغدادیؒ (۱۲) حضرت ابی علی احمد بن محمد رود باری (۱۳) حضرت ابو علی کاتبؒ (۱۴) حضرت ابو عثمان سعید بن سلامؒ (۱۵) حضرت عبد القاسم علی گورکانیؒ (۱۶) حضرت ابو بکر نشاج بن عبد اللہؒ (۱۷) حضرت احمد غزالی بن محمدؒ (۱۸) حضرت ضیاء الدین ابی نجیب عبد القاہرؒ (۱۹) حضرت ابو حفیظ شہاب الدین عمر بن محمد البکریؒ (۲۰) حضرت بہاؤ الدین ابو محمد ذکریا بن وجیہ الدینؒ (۲۱) حضرت صدر الدین عارف بن بہاؤ الدین ذکریاؒ (۲۲) حضرت رکن الدین ابو الفتاح بن صدر الدین عارفؒ (۲۳) حضرت سید جلال الدین مخدومؒ جہانیاں بن سید احمد کبیرؒ (۲۴) حضرت صدر الدین راجو بن احمد کبیرؒ (۲۵) حضرت قاضی علم الدین شاطبؒ (۲۶) حضرت شیخ کاذنؒ (۲۷) حضرت شیخ محمود راجنؒ (۲۸) حضرت شیخ جمال الدین جمنؒ (۲۹) حضرت شیخ حسن محمدؒ (۳۰) حضرت شیخ

محمد صاحبؒ (۳۱) شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ (۳۲) حضرت شیخ رکن الدین احمد (۳۳) حضرت شیخ جمال الدین جمن ثانیؒ (۳۴) حضرت شیخ حسام الدین محمد فرخ صوفیؒ (۳۵) حضرت شیخ رکن الدین احمد ثانیؒ (۳۶) حضرت شیخ رشید الدین مودود لالاؒ (۳۷) حضرت شیخ حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ (۳۸) حضرت شیخ محمود میاںؒ (۳۹) حضرت شیخ فرید الدینؒ (۴۰) حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چشتی سہروردیؒ (۴۱) حضرت خواجہ شیخ معین الدین ثانی چشتی سہروردیؒ، (۴۲) خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی سہروردیؒ سلمہ اللہ۔

(۸) زرکوبیہ سلسلہ:-

شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن شیخ محمد سہروردی متوفی ۶۳۲ھ، (بغداد کے خلیفہ) الہا بانی ابی محمد عزیز الدین مودود لالا زرکوب شیرازی کے نام سے "زرکوبیہ" شاخ نکلی، اور حضرت محمود راجن چشتیؒ نے شیخ کے اذنؒ سے اجازت پائی۔

(۸) شجرۂ زرکوبیہ:-

(۱) ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (۴) حضرت شیخ حبیب عجمیؒ (۵) حضرت داؤد طائیؒ (۶) حضرت معروف کرخیؒ (۷) حضرت سری سقطیؒ (۸) حضرت جنید بغدادیؒ (۹) حضرت ممشاد دینوریؒ (۱۰) حضرت احمد اسود دینوریؒ (۱۱) حضرت شیخ عمویہ بن عبداللہؒ (۱۲) حضرت شیخ وجیہ الدینؒ (۱۳) حضرت ابی نجیب عبدالقاہرؒ (۱۴) حضرت ابوحفص شہاب الدین عمرؒ (۱۵) حضرت الہ بانی عزیز الدین مودود لالاؒ، (۱۶) حضرت سراج الدین حسینؒ (۱۷) حضرت

شہاب الدین ابوالخیر حمزہؒ (۱۸) حضرت قطب الدین محمد حضریؒ (۱۹) حضرت نور الدین شیرازیؒ (۲۰) حضرت برہان الدین عبد اللہ قطب عالمؒ (۲۱) حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ (۲۲) حضرت شیخ کاذنؒ (۲۳) حضرت شیخ محمود راجن چشتیؒ، حضرت محمود راجن سے آخر تک وہی اسمائے سجادگان ہیں جو اوپر کے شجروں میں ہیں۔

(۹) کبرویہ سلسلہ:-

کم عمری میں جس کے ساتھ "مباحثہ" یا "مناظرہ" کیا اور اُس پر غالب آئے، اِس لیے "کبریٰ" کہے جانے لگے۔ شیخ عمار یاسر کے مرید ہوئے تو "ولی تراش بن گئے" (ولی بنانے والے کو کہتے ہیں) جس پر نظر پڑی اُسکو ولایت ملی، چاہے وہ انسان ہو، جانور ہو کہ پرند۔ یہ بزرگ ہیں ولی تراش شیخ نجم الدین کبریٰ، احمد بن عمر الخیوقی، اِنہی سے سلسلۂ "کبرویہ" منسوب ہے۔

(۹) شجرۂ کبرویہ:-

۶۱۸ھ بہ مقام خوارزم آپؒ نے رحلت کی۔ یوں تو بہت سے خلفاء ہیں مگر "کبرویہ" کی اجازت ابو سعید مجد الدین بغدادیؒ کو، اُن سے رضی الدین علی لالاؒ کو، اُن سے شیخ احمد جوزجانیؒ کو، ان سے شیخ نور الدینؒ کو اُن سے محمود جوزجانیؒ کو اُن سے علی شانیؒ سید علی ہمدانیؒ کو، اُن سے اسحاق ختلانیؒ کو، اُن سے سید محمد نور بخشؒ کو، اُن سے محمد غیاثؒ کو، اُن سے خواجہ شیخ حسن محمد چشتی کو، اُن سے شیخ محمد چشتیؒ کو، بعد کے تمام اسمائے سجادگان وہی ہیں جو ہر شجرے میں لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۰) خلویہ سلسلہ:- اور شجرہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن بصریؒ کو، آپ نے حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کو آپؒ نے حضرت ابی یعقوبؒ سوسی کو، آپؒ نے حضرت ابی یعقوب اشہر جوزیؒ کو، آپؒ نے حضرت عبداللہ بن عثمانؒ کو، آپؒ نے حضرت یعقوب تبریزیؒ کو، آپ نے حضرت ابوالقاسم رمضانؒ کو، آپؒ نے حضرت ابوالعباس ادریسؒ کو، آپؒ نے داؤد بن محمدؒ کو، آپؒ نے حضرت محمدؒ اسمٰعیل کو، آپؒ نے حضرت اسمٰعیل کسریؒ کو، آپؒ نے نجم الدین کبراؒ کو، آپؒ نے حضرت باباکمال حیدریؒ کو آپؒ نے حضرت شیخ احمد مولاناؒ کو آپؒ نے حضرت سلطان الدینؒ کو، آپؒ نے محی الدین عاصم اُسترانیؒ کو آپؒ نے حضرت العالم صاحبا نالیضہؒ محمد خلوی کو خلافت ملی۔ **حضرت نافیضہ محمد خلویؒ** کے بعد آپؒ کی شاخ کا نام "خلویہ" ہوا۔ آپؒ نے اس کی اِجازت حضرت حسام الدینؒ کو دی۔ اُن سے حضرت جلال الدین کو، اُن سے حضرت نورالدین شیرازی کو اُن سے حضرت شیخ کازنؒ کو، اُن سے حضرت شیخ محمود راجن چشتی کو "خلویہ" سلسلے کی اجازت ملی، حضرت راجنؒ کے بعد تمام سجادگانِ چشت کو اس کی اجازت ملتی رہی۔ چنانچہ حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغؒ گجرات کو ملی، اور آپؒ سے حال کے سجادہ حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی "خلویہ" کے اجازت یافتہ ہیں۔ اللہ سلامت رکھے۔

(۱۱) قادریہ سلسلہ:- اور شجرہ

قطب ربانی، غوث صمدانی، محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ سے چھوٹا

بڑا، عورت، مرد، عالم، جاہل، دنیا کا ایک ایک فرد واقف ہے۔ آپؒ دستگیری
جب بھی کرتے تھے۔ آج بھی کرتے ہیں۔ آپؒ کی کرامت، رتبہ، اتنا عام ہے
کہ ہر شخص کی زبان پر "بڑے پیر" "پیران پیر" چڑھا ہوا ہے، اس لئے صرف
بتا بتاؤں گا کہ آپؒ کے پدر ابی صالح بن سید موسیٰؒ، اور مادر ام الخیر فاطمہ بنت عبد
اللہ صومعی" اور پیر کا نام شیخ ابو سعید مخزومیؒ ہے، آپؒ ۴۶۱ھ میں بہ مقام گیلان
میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں واصل بہ حق ہوئے، بغداد شریف میں آپؒ کا
مزار ہے۔ شجرہ "قادریہ" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت جنید بغدادیؒ
تک انہی بزرگواروں کے نام ہے جو اوپر کے شجرہ "سہروردیہ" (نمبر ۷) میں
ذکر کئے گئے ہیں، حضرت جنید سے ابی بکر محمد شبلیؒ کو، آپؒ سے عبدالوود تمیمیؒ کو،
آپؒ سے شیخ عبدالحسن علی ہنکاریؒ کو، آپؒ سے ابو سعید علی مخزومیؒ کو، آپؒ سے محی
الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ" کو، آپؒ سے ابی نجیب عبدالقاہر سہروردی کو خلافت
ملتی چلی آئی۔ آپؒ کے بعد عمار یاسر کو۔ بعد میں آخر تک وہی نام ہیں جو شجرہ
(نمبر ۹) "کبریہ" میں تحریر ہیں۔ حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چشتی "، روشن
چراغ مجرات، حضرت خواجہ شیخ معین الدین چشتی "، سے موجودہ سجادہ خواجہ
رکن الدین محمد فرخ چشتی سلمہٗ اللہ "قادریہ" خاندان میں بیعت فرماتے ہیں۔

(۱۲) نخشبیہ سلسلہ:-

شیخ ابو تراب اکثر نخشبی سے "نخشبیہ" موسوم ہے۔ محمد بن حسین
خراسانی" کے آپؒ فرزند ہیں، حاتم بن عنوان اسم بلخی" سے خلعت پائی۔ بصرہ
کے جنگل میں رہا کرتے تھے۔ ۱۷ جمادی الاوّل کو عصاء پکڑ کر کھڑے ہو گئے

اور روح پرواز کرگئی۔ لاش اُسی حالت میں عصاہ کے سہارے کھڑی رہی چند سال بعد ایک قافلہ اِدھر سے گزرا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو استادہ بالکل سوکھ گیا ہے، مگر وہ صحیح وسالم ہے۔ اُنہوں نے آپ ؒ کو مدفون کردیا۔

(۱۲)شجرۂ نخشیہ:-

(۱) ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ (۲) حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (۳) حضرت حسن بصریؒ (۴) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (۵) حضرت فضیل ابن عیاضؒ (۶) حضرت ابراہیم ادہمؒ (۷) حضرت ابوتراب نخشیؒ (۸) حضرت ابی عمران استرخیؒ (۹) حضرت اکبر ابی محمد جعفرؒ (۱۰) حضرت الکبیر عبداللہ بن خفیفؒ (۱۱) حضرت ابی علی حسین الاکارؒ (۱۲) حضرت ابی اسحاق گازرونیؒ (۱۳) حضرت ابی یوسف ہمدانیؒ (۱۴) حضرت سعید بن عبدالجلیل جوئیؒ (۱۵) حضرت رضی الدین لالاؒ (۱۶) حضرت احمد جوزکانی (۱۷) حضرت نورالدین عبدالرحمن بکریؒ (۱۸) حضرت الادولہا شمتانی (۱۹) حضرت محمود موزدقانیؒ (۲۰) حضرت سید علی ہمدانیؒ (۲۱) حضرت اسحاق ختلانیؒ (۲۲) حضرت سید محمد نور بخشؒ (۲۳) حضرت محمد غیاث (۲۴) حضرت محمد علی نور بخشؒ (۲۵) حضرت خواجہ حسن محمد چشتیؒ۔ آپؒ کے بعد سے وہی نام ہیں جو اوپر کے شجروں میں لکھے جاچکے ہیں حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی نخشیؒ روشن چراغ گجرات سے حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی نخشی، موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی ''نخشی'' خاندان میں مرید کرنے کے مجاز ہیں۔ سلمہٗ اللہ۔

(۱۳) عفیفیہ سلسلہ :۔ اور شجرہ

عفیفی سلسلے کی بنا ابو سعادت عفیف الدین امام عبد اللہ یافعیؒ سے پڑی، پیدائش آپؒ کی یمن کی ہے، مگر تمام عمر حرمین شریفین میں گزاری اور دفن بھی اسی سرزمین میں ہوئے۔ "تاریخ الاولیاء" جلد یکم (۱) میں روز شنبہ، ۲۱ جمادی الآخر ۵۵۵ھ بتاتی ہے۔ آپؒ کے والد کا نام سعد یافعیؒ تھا، اور طریقی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے تھی، حضرت شیخ کاذن نے خواجہ محمد راجن چشتیؒ کو اجازت دی، حضرت راجنؒ سے تمام بزرگوں نے چشتیہ خاندان "عفیفیہ" کی اجازت پاتے رہے، اور "خورشید معرفت" خواجہ نصیر الدین ثانی چشتیؒ "روشن چراغ گجرات، حضرت خواجہ معین الدین ثانیؒ"، کے بعد حال موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتیؒ "عفیفی" خاندان کے مجاز ہیں۔

حضرت خواجہ محمود راجن چشتیؒ، شیخ کاذن کے، وہ قاضی علم الدین تابتیؒ کے، وہ برہان الدینؒ عبد اللہ قطب عالمؒ کے، وہ نور الدین احمد شیرازیؒ کے، وہ بہاؤ الدین عمر سجستانیؒ کے، وہ مولانا شاہ محمدؒ کے، وہ خواجہ محمد اللہ جانی کے، وہ خواجہ سدر الدینؒ شانے کے، وہ بابا حسین شاز آبادیؒ کے وہ سید بابا نعمت شاز آبادیؒ کے، وہ پر میدان اللہ جانی کے، وہ اخی فرخ نجانیؒ کے، وہ ابو العباس نہاوندیؒ کے، وہ سعادت عفیف الدین امام عبد اللہ یافعیؒ کے، وہ جنید بغدادیؒ کے، وہ سری سقطیؒ کے وہ معروف کرخیؒ کے، وہ داؤد طائیؒ کے، وہ حبیب عجمیؒ کے، اور وہ حسن بصریؒ کے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلیفہ ہیں۔

(۱۴) گاذرونیہ سلسلہ:-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ، حضرت حسن بصریؒ آپؒ خلیفہ حضرت حبیب عجمیؒ آپؒ خلیفہ حضرت داؤد طائیؒ آپؒ کے خلیفہ حضرت معروف کرخیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت سری سقطیؒ آپؒ کے خلیفہ حضرت جنید بغدادی، آپ کے خلیفہ ابی محمد رویم بغدادیؒ، آپؒ کے خلیفہ ابی عبداللہ محمد خفیف شیرازیؒ، آپ کے خلیفہ حضرت ابوعلی حسین بن محمد آلہ کارؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت الکبیر ابی اسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونیؒ ہوئے۔ آپؒ ہی صاحب سلسلہ ہیں۔ آپؒ نے "گازرونیہ" کی خلافت و اجازت شیخ خلیفہ حضرت بیضاوی کو عطا کی "خزینۃ الاصفیا" کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم گازرونیؒ، روزانہ بہت لذیذ کھانا درویش کو کھلاتے تھے، جس دن کچھ نہ ہوتا اُس روز کوئی انجانا آدمی پختہ نان وغیرہ دے جاتا آپؒ کے جسم سے ہر وقت خوشبو مہکتی رہتی تھی، جس طرف سے آپؒ گزر جاتے وہاں دیر تک وہ خوشبو پھیلی رہتی تھی۔ آپؒ کی رحلت ۴۲۶ھ میں ہوئی۔

(۱۴) شجرہ گازرونیہ

حضرت ابراہیم بن شہریار گازرونی نے سلسلے کی خلافت حضرت شیخ خلیفہ بیضاویؒ کو دی، انہوں نے ابوالفتاح نصر کو خلافت دی، آپؒ نے ابی محمد ابراہیم فارسیؒ کو، آپؒ نے ابی بکر بن سیدیؒ کو، آپؒ نے ابی محمد خلاصیؒ کو، آپ نے ابوالفضل الصدریؒ کو، آپؒ نے ابوالعباس احمد بن محمد ابراہیمؒ کو، آپؒ نے امام برہان الدین ابراہیم بن عمر علویؒ کو، آپؒ نے جمال الدین محمد بن ابی بکر زجاجیؒ کو، آپؒ نے ابوالمعروف اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتیؒ کو، آپؒ نے شمس

الدینؒ کیوان کو، آپؒ نے عبداللہ قطب العالم" کو خلافت دی۔ آپؒ سے علم الدین شاطبیؒ کو، آپؒ سے شیخ کاذنہؒ کو اور آپؒ سے خواجہ محمد راجن چشتی" کو دی۔ پھر یکے بعد دیگرے حضرت نصیر الدین روشن چراغ چشتی گجراتؒ، آپ سے حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی"، آپؒ کے بعد موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی سلمہ اللہ" "کازرونی" سلسلے کی اجازت یافتہ ہیں۔

(۱۵) روز بہانیہ سلسلہ:-

روز بہانیہ شاخ، ترجمان کلام الرحمان شیخ سدر الدین ابی محمد روز بہانؒ سے جاری ہوئی۔ آپؒ ابی بکر ال بکلیؒ کے پسر ہیں۔ خرقۂ خلافت سراج الدین محمد بنؒ خلیفہ سے حاصل کی۔ آپؒ کے ہم نشیں شیخ ابو بکر طاہر" فرماتے ہیں "میں اور شیخ روز بہانؒ روز ایک ساتھ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ اُنکے انتقال، محرم، ۶۰۶ھ کے بعد سے قرآن پاک نہ پڑھ سکا۔ ایک روز اُنکی قبر پر رویا اور تلاوت کی۔ تو اندر سے قرآت کی آواز آئی، روزانہ قبر پر قرآن پڑھنے لگا۔ شیخ روز بہان بھی اسی طرح ساتھ پڑھتے رہے، جس طرح زندگی میں پڑھا کرتے تھے، اِسکا ذکر میں نے اَپنے دوستوں سے کیا، اُس روز سے تلاوت کی آواز آنا بند ہو گئی۔

(۱۵) شجرۂ روز بہانیہ

ابوالقاسم حضرت محمد ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت داؤد طائی" حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ ابی سادان حضرت شیخ الیولؒ، حضرت ابی عبداللہ محمد الکبیرؒ، حضرت ابی علی الحسین فیروز آبادیؒ، حضرت ابی

اسحاق ابی ابراہیمؒ، حضرت ابوالقاسم عبدالکریمؒ، حضرت شیخ روزبہانؒ، خلیفہ فخر الدین ابوالعباس احمدؒ اور آپؒ کے بعد صدرالدین ابی محمدؒ، آپؒ نے فریدالدین ابی طاہر عبدالودودؒ، اور آپؒ نے نورالدین ابوالفتاح، آپؒ نے غیاث الدینؒ، آپؒ نے نورالدین احمد شیرازیؒ، آپؒ نے عبداللہ قطب العالمؒ، اور آپؒ نے خلیفہ علم الدین شاطبیؒ، آپؒ سے شیخ کاذنؒ نے خلافت پائی، آپؒ سے خواجہ محمد، اور آپؒ کے بعد حضرت خواجہ خورشیدِ معرفت نصیر الدین چشتی، حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی" سے خاندان کے سجادوں کو خلافت ملتی ہوئی موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی سلمہ اللہ تک پہنچی۔ یہ پورے نام ابتداء سے روزبہان تک سابق شجرہ کے مطابق ہیں۔

(۱۴) بسطامیہ سلسلہ:-

حضرت شیخ بایزید طیفورؒ بن عیسیٰ بن آدم کی جائے ولادت اور جائے مزار "بسطام" ہے، ان کی ولادت ۱۳۶ھ میں ہوئی اور وفات ۲۶۹ھ میں ہوئی۔ بسطام اگرچہ آپؒ کا وطن ہے، مگر بسطام آپؒ کے نام کا جزو بن گیا۔ اور آپؒ بایزید بسطامیہ کہلائے، چنانچہ جو طریقی سلسلہ جاری ہوا اُسکا نام بھی "بسطامیہ" ہوا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ سے فیض و نعمت حاصل کرنے کے بعد وہ مرتبہ ملا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے اقرار فرمایا کہ۔ "(بایزید درمیانے ماچوں جبرائیل در فرشتگان است) ہم میں اور اولیاؤں میں بایزید ایسے ہیں جیسے فرشتوں میں جبرائیل"

(۱۶) شجرۂ بسطامیہ:-

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سید الشہداء امام حسینؓ، حضرت امام زین العابدینؓ، حضرت امام محمد باقرؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ، حضرت الاعظم محمد طیالسیؒ، حضرت نورالدین علی طیالسیؒ، حضرت تقی اللہ طیالسیؒ، حضرت سدی الدین علی طیالسیؒ، حضرت رکن الدین احمد طیالسیؒ، حضرت محمد بکری شاعل حاضریؒ، حضرت تقی الدین بکری شاعل حاضریؒ، حضرت شرف الدین محمود خادم الحاضریؒ، حضرت نجم الدین محمد اسفرائیؒ، حضرت سید علی ہمدانیؒ حضرت شیخ اسحاق ختلانیؒ، حضرت سید محمد نور بخشؒ، حضرت سید محمد غیاث نور بخشؒ، حضرت محمد علی نور بخشؒ، حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتیؒ، اس کے بعد سے تمام اسمائے گرامی تا حال بزرگان تک بدستور ہیں۔

(۱۷) رومیہ سلسلہ:-

حضرت جلال الدین محمد کا وطن بلخ ہے مگر روم میں زندگی گزاری، رومی مشہور ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپؒ نے تخلص "رومی" اختیار کیا۔ آپؒ سے جو سلسلہ چلا اُسکا نام بھی "رومیہ" ہے، آپؒ اپنے پدر بہاؤ الدین محمدؒ کے مرید ہوئے، لیکن آپؒ کو خلافت حضرت شمس الدین تبریزیؒ سے حاصل ہوئی اپنی اِسی شدید عقیدت اور اعلیٰ نسبت کا اظہار آپؒ کے مقطع سے ہوتا ہے۔

بیا ساقی عنایت کن تو مولانا روی را "اے ساقی! آیئے اور مولانا رومی پر عنایت فرمایئے" غلام شمس تبریزم قلندر واری گردم "تا کہ میں غلام شمس تبریز بن کر قلندر کی طرح مست ہو جاؤں"

حضرت رومی چار سو طالب علموں کو ظاہری و باطنی دونوں درس دیا کرتے تھے، آپؒ کی مثنوی کا ایک ایک شعر توحید و معرفت کا گنجینہ ہے۔ آپ کی پیدائش ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ میں ہوئی، اور رحلت ۵، جمادی الآخر ۶۷۲ھ میں ہوئی، آپؒ کا مدفون ''قونیہ'' میں ہے۔

(۱۷) شجرۂ رومیہ:-

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عبدالواحد بن زیدؒ، حضرت ابی یعقوب سنوسیؒ، حضرت ابی یعقوب نہری جوزی حضرت ابی عثمان مکیؒ، حضرت ابی یعقوب بصریؒ، حضرت ابوالقاسم رمضانؒ، ابی عباس ادریسؒ، حضرت داؤد بن محمد معروفؒ، حضرت محمد بن تکیلؒ، حضرت ابوالحسن اسماعیل کسریؒ، حضرت رضی الدین علی لالا بن سعیدؒ (آپؒ کو نبی کریم ﷺ نے شیخ ابورضا رتن ہندی، مزار بھٹنڈہ، ضلع حصار، کے توسط سے اپنا ''شانہ'' (کنگھی) مرحمت فرمایا تھا)، حضرت شمس الدین تبریزیؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت نظام الدین غوریؒ، حضرت زین الدین طوسیؒ، حضرت صدر الدین ایوب طوسیؒ، حضرت نور الدین توطوسیؒ، حضرت عبداللہ قطب عالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، حضرت خواجہ محمود راجن چشتیؒ، آپؒ کے بعد پورے خواجگان چشت جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اجازت یافتہ ہیں، خورشیدِ معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ گجرات، بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، آپؒ کے بعد موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی رومی سلسلے کے داعی ہیں۔

(۱۸) رفاعیہ سلسلہ:-

سید احمد الکبیر رفاعیؒ "رفاعیہ" شاخ کے بانی مبانی ہیں۔ آپؒ سید ابوالحسن کے فرزند حضرت امام علی بن موسیٰ کاظمؒ کی اولاد اور حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ہم صحبت تھے۔ اور از راہِ لطف و محبت حضرت غوثِ اعظم حضرت رفاعیؒ کی والدہ کو ہمشیرہ اور آپؒ کو ہمشیر زادے (بھانجا) فرماتے تھے۔ شیخ محمد شیبانیؒ نے اپنی تصنیف "مناقب غوثیہ" میں انوکھا واقعہ لکھا ہے۔ "ایک دِن حضرت غوثِ اعظمؒ نے ایک شخص سے فرمایا کہ سید احمد سے پوچھو "عشق کیا چیز ہے؟"، وہ کیا جواب دیتا ہے، آ کر مجھ سے کہو"۔ اس شخص نے جب سید احمدؒ سے سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا "عشق وہ چیز ہے جو اللہ کے سوا سب کو جلا دیتی ہے"، یہ کہہ کر آپؒ نے ایک "آہ" کھینچی، جس سے وہ درخت جل کر ڈھیر ہو گیا، جس کے نیچے آپؒ بیٹھے ہوئے تھے، درخت کے ساتھ آپؒ بھی (راکھ) خاک ہو گئے۔ آپؒ کی خاک پانی کی طرح بہہ کر ایک جگہ جمع ہو گئی، اور پانی برف کے مانند منجمد ہو گیا، یہ تمام ماجرا اُس آدمی نے جنابِ غوثِ پاکؒ سے بیان کیا۔ آپؒ نے فرمایا "اِس پر عطر چھڑک دو اور عود کا دھواں دو، تو سید احمد عالمِ عنصری میں پلٹ آئیگا"۔ آپؒ کے ارشاد کے موافق وہاں عطر پاشی کر دی گئی، تو اُس جمے ہوئے تودے نے جسمانیت اختیار کی، تھوڑی دیر بعد اُن میں جان آئی اور سید احمد زندہ ہو گئے۔ آپؒ کی رحلت پنج شنبہ ۲۲، جمادی الاول ۵۷۲ھ میں ہوئی۔ آج تک رفاعی لوگ ضرب لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(۱۸) شجرۂ رفاعیہ:-

ابو القاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسین شہیدؓ، حضرت امام زین العابدینؓ، حضرت امام محمد باقرؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت امام موسیٰ کاظمؓ، حضرت امام علی رضاؓ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابی محمد رویمؒ، حضرت سدوسی الکبیرؒ، حضرت ابی علی فارمدیؒ، حضرت ابی سعید بخاریؒ، حضرت منصور بن طیبؒ، حضرت منصور بن ابی بکرؒ، حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ، حضرت العابد ابی حفیظ عمر فاروقیؒ، حضرت ابی محمد ابراہیم عمر، حضرت عزیز الدین احمدؒ، حضرت جمال الدین ابی عبد اللہ محمد المستریؒ، حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ، حضرت سدر الدین راجوؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ، حضرت راجن کے بعد پورے چشتیؒ بزرگ جو مذکور ہو چکے ہیں، ''رفاعیہ'' سلسلے کی اجازت یافتہ ہیں، حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ گجراتؒ، بعد خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، آپ کے بعد موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی ''رفاعیہ'' سلسلے کی مسند کے مجاز ہیں، اللہ سلامت رکھے۔

(۱۹) تمیمیہ سلسلہ:-

شیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمیؒ، عبد العزیز بن اسدؒ کے پسر اور شیخ ابو بکر شبلیؒ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ''تمیمیؒ'' سے ''تمیمیہ'' شاخ منسوب ہوئی، آپؒ کا مقبرہ بغداد میں ہے۔ ۴۲۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(۱۹) شجرۂ تمیمیہ:-

ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابی بکر شبلیؒ، حضرت ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ، حضرت ابی سعید بن ابوالخیرؒ، حضرت شیخ ابوالفتحؒ، حضرت قطب الدین ابی فضائل عبدالمنعمؒ، حضرت شمس الدین عمر ترکیؒ، حضرت سدرالدین مظفرؒ، حضرت رکن الدین علی محمد منصور راسکوؒ، حضرت مولانا سعد الدین محمدؒ، حضرت سید نظام الدین ابراہیمؒ، حضرت نورالدین احمد شیرازیؒ، حضرت سید برہان الدینؒ، عبداللہ قطب العالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت کاذنؒ، خواجہ شیخ محمود راجن چشتی تمیمیؒ، حضرت خواجہ جمال الدین جمن چشتیؒ، حضرت شیخ حسن محمد چشتیؒ، حضرت خواجہ شیخ محمد چشتیؒ، حضرت شیخ یحیٰی قطب المدینہ چشتیؒ، حضرت خواجہ رکن الدین احمد چشتیؒ، حضرت خواجہ جمال الدین جمن ثانیؒ، حضرت خواجہ حسام الدین صوفیؒ، حضرت خواجہ رکن الدین احمد ثانی چشتیؒ، حضرت خواجہ رشید الدین مودود لالا چشتیؒ، حضرت خواجہ حسام الدین محمد فرخ خوب میاں چشتیؒ، حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ، حضرت خواجہ شیخ فرید الدینؒ چشتی، حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، آپؒ کے بعد موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی تمیمی ہیں سلمہٗ اللہ۔

(۲۰) طاؤسیہ سلسلہ:-

شیخ ابوالخیر اقبال حبشی یک جرجانی دولت مند کے غلام تھے۔ سخت اطاعت و ریاضت دیکھ کر اِس مالدار نے آپ ؒ کو آزاد کر دیا، سات سال تک کعبہ کی مجاوری کی۔ "سلسلہ" خلافت حضرت ابوالحسن شیرازیؒ سے ہے، ایک روز حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر "السلام علیکم یا رسول ﷺ" عرض کیا تو جواب ملا "وعلیکم السلام یا طاؤس الحرمین"۔ اِسی لقب سے آپ ؒ "طاؤس" نامزد ہوئے اور آپؒ کے سلسلے کا نام "طاؤسیہ" رکھا گیا، آپؒ نے ۳۸۴ھ میں رحلت ہوئی۔

(۲۰) شجرۂ طاؤسیہ:-

ابوالقاسم محمد مصطفےٰ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت داؤد طائی ؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوالحسن شیروانیؒ، حضرت ابوالخیر اقبال طاؤس الحرمینؒ حضرت شیخ احمد الموسیٰ حبؒ، حضرت ابی بکرؒ، حضرت شیخ محمدؒ، حضرت ابوالخیرؒ، حضرت شیخ احمدؒ، حضرت عبدالسلامؒ، حضرت محمدؒ، حضرت عبدالقادر حکیمؒ، حضرت شیخ ابوالخیرؒ، حضرت ابی الفتوحؒ، حضرت ابی عبداللہ شیرازی، حضرت نورالدین احمد شیرازیؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب عالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتی طاؤسیؒ حضرت راجن کے بعد سے جتنے نام ہیں وہ سب خواجگانِ چشت 'طاؤسی' بھی ہیں۔ خواجہ روشن چراغ نصیر الدین چشتیؒ بعد میں حضرت خواجہ

معین الدین ثانی چشتی" طاؤسی آپؒ کے بعد موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی خاندان"طاؤسیہ"کے ماذون ہیں۔

☆نوٹ:۲۱،۲۲،۲۳: **یہ تین خاندان جاری ہوئے مگر تینوں کا ایک ہی شجرہ ہے۔**

تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱)جبیریہ سلسلہ:-

یہ سلسلہ حضرت شیخ ابی محمد جبیر بن مطعم قرشیؓ کے نام سے موسوم ہے۔ آپؓ صحابی تھے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت پائی تھی۔

(۲۲)اشنبکیہ سلسلہ:-

سیدی محمد اشنبکیہ حسینی خلیفہ حضرت ابی بکر اہوازؒ کے نام سے جاری ہوا۔

(۲۳)قردیہ سلسلہ:-

قردیہ شاخ سید ابوالوفا قردی سے چلی ہے آپؒ سید محمد اشنکی حسینیؒ کے خلیفہ تھے۔

سن ۵۳۰ھ میں وصال ہوا۔ قلمینہ (بغداد) میں مزار ہے۔

شجرہ(۲۱)جبیریہ(۲۲)اشنبکیہ،(۲۳)قردیہ:-

ابوالقاسم محمد مصطفیٰ ﷺ امیر المومنین ابی قحافہ ابو بکر صدیقؓ شیخ ابی محمد جبیر بن مطعم قرشیؓ (جبیریہ شاخ آپؓ ہی کے نام سے نکلی) شیخ محمد بن جبیرؒ ابی بکر محمد بن مسلم زہریؒ ابی عطاب منصور بن معتمر سلمہ کوفیؒ ابی علی فضیل ابن عیاضؒ ابی

رجاء عطاری، سہیل بن عبداللہ محمدؒ بن سہیل تستری، ابی بکر اہوازیؒ، سید محمد اشنکی حسینیؒ (اشنکی سلسلہ آپؒ سے جاری ہوا) سید ابوالوفا کردیؒ (کردیہ شاخ آپؒ سے منسوب ہے) شہاب الدین علی بن حیستیؒ، علی بن ادریس، حسین بن عمارؒ، احمد بن محمد علی المشرؒ، محمد سکرانؒ، شہاب الدین علی الیاس احمد قرنیؒ، علی بن محمد یونس واسطیؒ، نورالدین احمد شیرازیؒ، برہان الدین، عبداللہ قطب عالمؒ، قاضی علم الدین شاطبیؒ، شیخ کاذنؒ، خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ، جیبری اشنکیؒ، آپؒ کے بعد سب خواجگان چشت جن کی تفصیل (نمبر ۲۰ میں ہے) تینوں خاندان "جیبری" "اشنکی" "کردی" کے اجازت یافتہ ہیں، خواجہ نصیر الدین چشتیؒ کے بعد خواجہ معین الدین چشتیؒ، موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی ان تینوں خاندان کی اجازت رکھتے ہیں۔

(۲۴) دقاقیہ سلسلہ:-

دقاقی شاخ کے بانی حضرت ابوعلی حسن دقاقؒ ہیں۔ تمام عمر روتے رہے زمین سے کبھی پیٹھ نہیں لگی۔ آہ وزاری کی وجہ سے اُن کے پیرومرشد شیخ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ اُن کو نوحہ گر کہا کرتے تھے۔ آپؒ نے ۴۰۵ھ میں رحلت کی۔

(۲۴) شجرۂ دقاقیہ:-

حضرت علی ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے شروع ہو کر حضرت امام حسینؓ، سے حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابی بکر محمد جعفر شبلیؒ، حضرت ابوالقاسم نصیر آبادیؒ، حضرت ابی علی حسن دقاقؒ، حضرت زین الدین اسماعیلؒ، حضرت ناصر الدین عمرؒ، حضرت شمس الدین محمدؒ، حضرت ضیاء الدین مسعود خواجہ امام

باباتی، حضرت مولانا سعید الدین احمد گازرونی، حضرت قاضی شریف قوام الدین محمد حسینی، حضرت نور الدین احمد شیرازی، حضرت برہان الدین عبد اللہ قطب عالم، حضرت قاضی علم الدین شاطبی، حضرت شیخ کازن، حضرت خواجہ محمود راجن چشتی، کو خلافت حاصل ہوئی۔ حضرت راجن کے بعد تمام بزرگ وار چشت اس سلسلے کی اجازت کے حامل اور مجاز ہیں۔

(۲۵) حمویہ سلسلہ:-

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن احمد حمویؒ کے نام سے خاندان ''حمویہ'' منسوب ہے، یہ خلیفہ ہیں حضرت ابو علیؒ کے، آپؒ ابو القاسم سندسیؒ کے، آپؒ ابی محمد رومیؒ کے، آپؒ جنید بغدادیؒ کے، آپ سری سقطیؒ کے، آپؒ معروف کرخیؒ کے آپؒ حبیب عجمیؒ کے، آپ ''حسن بصریؒ کے، آپؒ حضرت ابی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

(۲۵) شجرہ حمویہ:-

صاحب شجرہ محمد بن احمد حمویؒ نے ناصر الدینؒ خوش نام کو خلافت دی، آپؒ نے احد الدین بدل شیرازیؒ کو دی، آپؒ نے عبد اللہ بن محمدؒ کو دی، آپؒ نے احمد بن عبد اللہؒ کو دی، آپؒ نے شمس الدین محمد در گزینیؒ کو دی، آپؒ نے شرف الدین محمدؒ کو دی آپؒ نے شرف الدین محمد در گزینیؒ کو دی، آپؒ نے نوردین احمد شیرازیؒ کو دی، آپؒ نے برہان الدین عبد اللہ قطب عالمؒ کو دی، آپؒ نے قاضی علم الدین شاطبیؒ کو دی، آپؒ نے شیخ کازنؒ کو دی، آپؒ نے خواجہ شیخ محمود راجن چشتی'' کو دی، آپؒ کے بعد مذکورہ خواجگان چشت خواجہ شیخ نصیر الدین روشن

چراغ گجرات"، آپ" کے بعد خواجہ معین الدین ثانی چشتی" آپ" نے موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی" معوی" بھی ہیں اللہ قائم رکھے۔

(۲۶) حلاجیہ سلسلہ

ابوالغیث حسین منصور حلاج" سے یہ سلسلہ جاری ہوا ہے، آپ" کے بارے میں مختلف بیانات ہیں صوفیائے کرام میں سے بعض آپ" کو صوفی نہیں مانتے، اور چند قبول کرتے ہیں، علمائے تو "کافر" کا فتویٰ دیا ہے، ہر وقت آپ" کی زبان سے "اناالحق" نکلتا تھا شریعت میں ایسا کہنا کفر ہے، اِس لئے علماء کے فتوے پر خلیفہ مقتدر باللہ نے "دار کشی" کا حکم دیا، آپ" کے ہر عضو سے خون کے ہر قطرے سے "اناالحق" کی صدا گونجتی تھی۔ اِسی صدا سے آپ" کا مُردہ بدن جل کر راکھ ہو گیا، راکھ کو دجلہ میں ڈالا گیا مگر دریا میں طوفان آیا اور راکھ ایک مقام پر تیرتی رہی، "اناالحق" پکارتی رہی دریا کا جوش بڑھتا گیا، بعد میں غرق ہونے کی نوبت آ گئی۔ اُس وقت حضرت حلاج" کے خادم نے ایک خرقہ دکھا کر دریا سے کہا، "حسین جو اللہ کے نام پر قتل ہوا ہے اُس مقتول کے اِس خرقہ کی برکت سے ساکت ہو جا" اِس کے بعد ہی دریا کا تلاطم رُک گیا، اور راکھ سے "اناالحق" کی آواز بھی بند ہو گئی، اُس راکھ کو دفن کر دیا گیا، یہ واقعہ ۳۰۵ھ میں پیش آیا۔

(۲۶) شجرۂ حلاجیہ:-

آپ" کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی" سے سات واسطوں سے حضرت امام حسین" کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت حلاج نے

زین الدین عبدالصمدؒ کو خلافت دی بعد شہاب الدین احمدؒ، بعد نجم الدین محمدؒ، بعد جمال الدین ابن حسینؒ، بعد فخر الدین عبدالرحیمؒ، بعد شہاب الدین ابی بکر احمدؒ، بعد شہاب الدین ابو بکر بیضاویؒ، بعد رکن الدین عبداللہ صاحب نور مشرق، بعد نجم الدین عبدالرحیمؒ، بعد عبدالصمدؒ، بعد احمد بن علی بن مسعود بیابانی بعد بہاؤ الدین محمد خبازی گازرونیؒ، بعد نور الدین احمد شیرازیؒ، بعد برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ بعد قاضی علم الدین شاطبیؒ، بعد شیخ کازنؒ، آپؒ نے خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ کو اجازت دی، حضرت راجن کے بعد تمام چشتی حضرات صلاحی خاندان کی اجازت پاتے رہے، خواجہ شیخ نصیر الدین روشن چراغ گجرات چشتیؒ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، کے بعد خلیفہ وقت موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی "صلاحیہ" طریق کے اجازت یافتہ ہیں، سلمہ اللہ۔

(۲۷)موئلہ سلسلہ:-

المشائخ موئلہ بن عبداللہ سے موسوم ہے، آپؒ کے مرشد شیخ سادان حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید تھے، یہ سلسلہ چاروں واسطوں سے حضرت حسن بصریؒ سے مل جاتا ہے۔

(۲۷)شجرۂ موئلہ

حضرت موئلہ نے احمد بن محمد صالح بہاؒ کو خلافت دی، آپؒ نے ابو الفتح عبدالسلام بہزادیؒ کو دی، آپؒ نے شیخ نصرؒ کو دی، آپؒ نے ابراہیم فارسیؒ کو دی، آپؒ نے فخر الدین فارسیؒ کو دی، آپؒ نے ابن الدمیریؒ کو دی، آپؒ نے

ناصر الدین محمدؒ کو دی، آپ نے نور الدین علی اقرلیؒ، آپ نے عفیف الدین کازرونیؒ کو دی، آپ نے نور دین احمد شیرازیؒ کو دی، آپ نے برہان الدین عبد اللہ قطب اسلم کو دی، آپ نے قاضی علم الدین شاطبی کو دی، آپ نے شیخ کازن خلافت کو دی، شیخ کازن نے خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ کو دی، اور آپ سے تمام چشتیؒ مشائخین تک، موکلہ کی اجازت حاصل ہوتی رہی، حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتیؒ بھی ہیں اور "موکلہ" بھی ہے۔

☆ حسب ذیل میں درج چار سلاسل یہ چار بزرگوں کے نام سے موسوم ہیں مگر چاروں کا شجرہ ایک ہی ہے:۔

(۲۸) مدنیہ (۲۹) خرازیہ (۳۰) عقلیہ (۳۱) طیفونجی

(۲۸) مدنیہ سلسلہ:۔

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت شیخ یعقوب مدنیؒ سے (۲۸) (مدنیہ شاخ آپؒ سے جاری ہوئی) حضرت شیخ یوسف مالیؒ، ابو الفتح ہمسیؒ، حضرت عمار سعیدیؒ، حضرت علی ربیؒ، حضرت محمد فارسیؒ، حضرت ابی سعید احمد بن عیسیٰ الخرازؒ (یہاں تک مدنیہ شاخ رہی)

(۲۹) خرازیہ سلسلہ:۔

حضرت سعید احمد خراز سے دوسرا سلسلہ "خرازیہ" نکلا، اسطرح حضرت سعید احمد کو "مدنی" "خرازی" کہا جائے گا، حضرت خراز نے ۲۸۷ھ میں رحلت پائی مدفن بغداد ہے، حضرت مسیلمہ شامیؒ مدنی، خرازی حضرت شیخ عقیل شامیؒ مدنی خرازی۔

(۳۰)عقیلیه سلسله:-

حضرت شیخ عقیل سے تیسری شاخ ''عقیلی'' جاری ہوئی، اِن کے مُرید وخلیفہ حضرت عدی مدنی خرازی عقیلیؒ کہے جائیں گے۔

(۳۱)طیفونجیه سلسله:-

حضرت عدی کے خلیفہ عبدالرحمن طیفونجیہ مدنی خرازی عقیلیؒ تھے۔ آپؒ کے نام سے طیفونجیہ شاخ جاری ہوئی۔

☆چاروں سلسله کا شجره

(۲۸)مدنیه(۲۹) خرازیه(۳۰) عقلیه(۳۱) طیفونجیه۔

آپؒ کے مُرید وخلیفہ عامر بن نصر مدنی خرازی عقیلی طیفونجیؒ بعد میں محمد جمکیؒ، زین الدین ابی بکر شاذلیؒ، علامہ رکن الدین محمد بن اسماعیل خوائیؒ، رکن الدین احمد شیرازیؒ، برہان الدین عبداللہ قطب عالمؒ، قاضی علم الدین شاطبیؒ، شیخ کازنؒ، اور آپؒ نے خواجہ شیخ محمد راجن چشتی کو مدنیہ، خرازیہ، عقلیہ، طیفونجیہ، کی اجازت دی، حضرت راجنؒ کے بعد خواجگان چشتیہ مدنی، خرازی، عقیلی، طیفونجیہ، سلسلہ کی اجازت پاتے رہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ گجراتؒ، آپ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ کے بعد چاروں سلسلہ کی اجازت موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو حاصل ہے۔ سلمہ اللہ۔

(۳۲)جریریه سلسله:-

حضرت ابی محمد بن احمد بن حسین جریریؒ سے منسوب ہے آپؒ

۲۱۳ھ کی جنگ کرابطہ میں شہید ہوئے، آپؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے خلافت پائی، چاروں واسطوں سے آپکا تعلق حضرت حسن بصریؒ سے جاملتا ہے۔

(۳۲)شجرۂ جریریہ

حضرت محمد احمد جریریؒ، نے محمد طبریؒ کو خلافت دی۔ آپؒ نے ابی عباس القصابؒ کو دی آپؒ نے ابوالقاسم گورگانیؒ کو دی، آپؒ نے ابی بکر نساج کو دی، آپؒ نے احمد غزالیؒ کو دی، آپؒ نے جمال الدین بن ابوالمظف عبدالصمدؒ کو دی، آپؒ نے عمار بن یاسرؒ کو دی، ، آپؒ نے سید علاؤالدین مجتبیٰ حسینی کو دی، آپؒ نے فرید الدین عبدالودودؒ کو دی، آپؒ نے مولانا نورالدین ابوالفتح کو دی، آپؒ نے شریف الدین علی ابوتوہیؒ کو دی، آپؒ نے نور الدین احمد شیرازیؒ کو دی، آپؒ نے برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ کو دی، آپؒ نے قاضی علم الدین شاطبیؒ کو دی، آپؒ نے شیخ کازنؒ کو دی، آپؒ نے خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ کو اجازت دی۔ آپؒ کے بعد بہ توسط خواجگانِ چشت خورشید معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی گجراتؒ احمد آباد کو دی، آپ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو "جریریہ" سلسلہ کی اجازت حاصل ہے، اللہ سلامت رکھے۔

(۳۳)تبریزیہ اور رومیہ سلسلہ

شیخ شمس الدین محمد تبریزیؒ کے نام سے منسوب ہے، آپؒ ملک داد کے فرزند اور شیخ صالح بافت تبریزیؒ کے مرید ہیں، مولانا جلال الدین رومیؒ کو آپؒ سے عقیدت وارادت تھی، اور حضرت تبریزی کو رومیؒ کے ساتھ بڑا انس

تھا۔ رومی ہی کے پاس آپ" کا وقت گزرتا تھا، ہر وقت رومیؒ کے ساتھ خلوت میں رہا کرتے تھے۔ اور ایک موقعہ ایسا آیا کہ دن رات مسلسل تین ماہ دونوں خلوت میں رہے، کسی کو دخل دینے کی ہمت نہ ہو سکی، حضرت تبریزؒ حسب معمول مولانا رومیؒ کے ساتھ خلوت میں تھے کہ مولانا رومی کے بیٹے علاؤ الدین اور آپ" کے ساتھیوں نے حضرت تبریزی کو قتل کر دیا ۶۴۵ھ یہ حادثہ پیش آیا۔

تبریزیہ اور (۱۷) رومیہ یہ دونوں شجرے ایک ہی ہیں۔

(۳۳) شجرۂ تبریزیہ اور رومیہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عبدالواحد بن زیدؒ، حضرت ابی یعقوب سنوسیؒ، حضرت ابی یعقوب نہر جوذی حضرت ابی عثمان مکیؒ، حضرت ابی یعقوب بصریؒ، حضرت ابوالقاسم رمضانؒ، ابی عباس ادریسؒ، حضرت داؤد بن محمد معروفؒ، حضرت محمد بن تکیلؒ، حضرت ابوالحسن اسماعیل کسریؒ، حضرت رضی الدین علی لالا بن سعیدؒ (آپ" کو نبی کریم ﷺ نے شیخ ابورضا رتن ہندی، مزار بھٹنڈہ، ضلع حصار، کے توسط سے اپنا "شانہ" (کنگھی) مرحمت فرمایا تھا)، حضرت شمس الدین تبریزیؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت نظام الدین غوریؒ، حضرت زین الدین طوسیؒ، حضرت صدر الدین ایوب طوسیؒ، حضرت نور الدین طوسیؒ، حضرت عبداللہ قطب عالمؒ، حضرت قاضی علم الدین ثانیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، حضرت خواجہ محمود راجن چشتیؒ، آپؒ کے بعد پورے خواجگان چشت جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اجازت یافتہ ہیں، خورشید معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ گجرات،

بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی ؒ، آپ ؒ کے بعد موجودہ سجادہ خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی روحی سلسلے کے داعی ہیں۔

(۳۴)عطاریہ سلسلہ:۔

حضرت فرید الدین عطار ؒ سے منسوب ہے، حضرت عطار مرید و خلیفہ ؒ ہیں برہان الدین ابو محمد سناہ ہمدانی ؒ کے وہ ابو رضا فضل الدین حسینی ؒ کے، وہ امام الدین ابو صصام حسینی ؒ کے، وہ ابو القاسم بن رمضان ؒ کے، وہ ابو یعقوب تبریزی ؒ کے، وہ عبداللہ مکی ؒ کے، وہ ابو یعقوب نہر جوری ؒ کے، وہ ابو یعقوب سنوسی ؒ کے، وہ عبدالواحد بن زید ؒ کے، وہ فضیل بن ایاز ؒ کے، وہ حسن بصری ؒ کے خلیفہ ہیں۔

(۳۴)شجرہ عطاریہ

حضرت عطار ؒ نے اُحدُ الدین کرمانی ؒ کو خلافت دی، آپ ؒ کے بعد شہاب الدین عراقی ؒ، آپ ؒ کے بعد سعید نامدار ؒ، آپ ؒ نے معید الدین خندی ؒ، آپ ؒ کے بعد ابو لصالح عبدالعزیز بن عبدالرقیب ؒ، آپ ؒ کے بعد نور الدین احمد شیرازی ؒ، آپ ؒ کے بعد برہان الدین عبداللہ قطب العالم ؒ، آپ ؒ کے بعد شیخ کازن ؒ کو خلافت دی آپ ؒ سے خواجہ شیخ محمود راجن چشتی ؒ کو اجازت ملی حضرت راجن کے بعد بارہ (۱۲) سجادگان چشتیہ و عطاریہ کی اجازت ایک دوسرے سے حاصل کرتے رہے، حضرت خواجہ نصیر الدین روشن چراغ چشتی ؒ احمد آباد گجرات، کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی ؒ، اور حال میں سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی اس سلسلہ "عطاریہ" کے مجاز ہیں۔

(۳۵) شریحیہ سلسلہ :-

شیخ ابی المقدم "شریحؒ" سے شریحیہ کا سلسلہ منسوب ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نعمت وخلافت حاصل ہوئی۔

(۳۵) شجرۂ شریحیہ

حضرت شریحؒ نے جعفر کوفیؒ کو خلافت عطا کی، آپؒ نے اسد کیسیؒ کو، آپؒ نے ابوالفتح ہمسیؒ کو آپؒ نے موسیٰ حنیریؒ کو، آپؒ نے ابوالحسن کراریؒ کو، آپؒ نے محمد طائیؒ کو، آپؒ نے جعفر بن الیاسؒ کو، آپؒ نے حمید اندلسیؒ کو، آپؒ نے شیخ عدیؒ کو، آپؒ نے عبدالرحمن طفونجیؒ کو، آپؒ نے عامر بن نصرؒ کو، آپؒ نے ابراہیم لکؒ کو، آپؒ نے محمد عطاء وکیؒ کو، آپؒ نے فرید الدین خلویؒ کو، آپؒ نے ابوبکر بہاؤالدین گازرونیؒ کو، آپؒ نے نورالدین احمد شیرازیؒ کو، آپؒ نے برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ کو، آپؒ نے قاضی علم الدین شاطبیؒ کو، آپ نے شیخ کاذنؒ کو، آپؒ نے شیخ محمود راجن چشتیؒ کو، آپؒ کے بعد "شریحیہ" سلسلے کی اجازت چشتیوں کے توسط سے حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ احمد آباد گجراتؒ، کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ اور حال میں سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی اسکے مجاز ہیں۔

(۳۶) شہابیہ سلسلہ :-

شہاب الدین ابی حفیظ عمر بن محمد عبداللہؒ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ نے اپنے چچا ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردیؒ، سے ارادت وخلافت حاصل کی، حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے فیض یافتہ تھے، آپؒ کے والد کا نام شیخ

محمد صدیق ؒ ہے، آپؒ لاولد تھے حضرت غوث اعظم کی دُعا سے شیخ محمد عبداللہ کی بیوی حاملہ ہوئی لڑکی پیدا ہوئی، حضرت غوث پاکؒ سے عرض کیا تو فرمایا: وہ لڑکا ہے، ہم نے اُس کا نام شہاب الدین عمرؒ رکھا ہے اِس کی عمر بڑی۔

(ابرو کے بال اور پستان دراز ہو نگے)

تاریخ میں روایت ہے کہ ابرو کے بال سر پر اور پستان کو کندھے پر ڈال لیتے تھے سن ۶۳۲ھ میں وفات ہوئی، بغداد میں مزار ہے۔

(۳۶)شجرۂ شہابیہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت محمدؒ، حضرت قاسمؒ، حضرت عبدُالرحمنؒ، حضرت عبداللہؒ، حضرت نصرؒ، حضرت قاسمؒ، حضرت حسینؒ، حضرت سعدالدینؒ، حضرت عبداللہ حمویہؒ، حضرت محمد سہروردیؒ، حضرت وجیہ الدین ابی حفیظ عمرؒ، حضرت ضیاء الدین ابی نجیب عبدالقاہر سہروردیؒ، حضرت شہاب الدین ابی حفیظ عمر عبداللہؒ، حضرت امام الدین محمدؒ، حضرت جمال الدین عبد الرحمنؒ، حضرت شہاب الدین عبدالحمودؒ، حضرت شرف الدین ابی عبداللہ محمدؒ، حضرت نورالدین احمد شیرازیؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ، آپؒ کے بعد پورے خواجگان چشت حسب شجرہ ہیں۔

(۳۷)کشکیہ سلسلہ:-

شیخ جنید کشکیؒ سے ''کشکیہ'' شاخ چلی جو شیخ ''روزبہان'' کے خلیفہ ہیں۔ یہ شاخ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتی ہے۔

(۳۷)شجرۂ کشکیہ

حضرت رسول اکرم ﷺ حضرت صدیقؓ، حضرت محمدؒ، حضرت قاسمؒ، حضرت عبد الرحمنؒ، حضرت عبداللہؒ، حضرت ابی بکر احمد صدیقؒ، حضرت ابوالفضل عبدالرحمنؒ، حضرت عبداللہ محمدؒ، حضرت ابی نصر محمدؒ، حضرت ابوالقاسم محمودؒ، حضرت محمد دجروزؒ، حضرت علی خراسانیؒ، حضرت بندازراضی، حضرت علیؒ، حضرت روبہؒ، حضرت شیخ جنید کشکیؒ، حضرت المقتدر معین الدین ابی زرعبداللہؒ، حضرت زوح الدین عبدالرقیبؒ، حضرت مولانا مخلص الدین ابوالخیرؒ، حضرت نور الدین ابوالفتوحؒ، حضرت غیاث الدین ابوالفضائلؒ، حضرت نورالدین احمد شیرازیؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب عالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کاذنؒ، حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ، حضرت راجن کے بعد تمام سجادگان چشتیہ جن کے نام شجرہ نمبر(۱۹) میں لکھے ہوئے ہیں، وہ کشکیہ سلسلہ کے اجازت یافتہ ہیں۔

(۳۸)مداریہ سلسلہ:-

شیخ بدیع الدینؒ مدار سے "مداریہ" سلسلہ کا اجرا ہوا (۱۲) سال تک آپؒ نے کچھ نہیں کھایا، اور ایک ہی لباس میں رہے، جو نہ میلا ہوا، نہ بوسیدہ ہوا، آپؒ کے چہرے پر نقاب ہوتا تھا، کیونکہ آپؒ کی صورت پر جس کی نظر پڑتی تھی وہ بے اختیار سجدہ کرتا تھا۔ آپؒ کی دوسو پچاس سال کی عمر ہوئی۔ سنہ ۸۴۰ھ میں انتقال ہوا مکن پور میں مزار ہے۔

(۳۸)شجرۂ مداریہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عبداللہ علمدارؒ، حضرت یمین الدین شامیؒ، حضرت معین الدینؒ، حضرت طیفور شامیؒ، حضرت بدیع الدین شاہ مدار بن شیخ علیؒ، حضرت سید جمن جتی بہاریؒ، حضرت شاہ سُدھنؒ، حضرت بندگی سید صادقؒ، حضرت تاج برہنہ عدموریؒ، حضرت شاہ فرید الدینؒ، حضرت شیخ یحییٰ قُطب المدینہ چشتیؒ، حضرت شیخ رکن الدین احمد چشتیؒ، حضرت جمال الدین جمن ثانی چشتیؒ، حضرت حسام الدین محمد فرخ صوفی چشتیؒ، حضرت رکن الدین احمد ثانی چشتیؒ، حضرت رشید الدین مودود لالا چشتیؒ، حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاں چشتیؒ، حضرت خواجہ محمود میاں چشتیؒ، حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ احمد آباد گجراتؒ، حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، اور آپؒ کے بعد سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی زید مجدہٗ ''مداری'' سلمہ اللہ۔

(۳۹)فرخ شاہیہ سلسلہ:-

شیخ سلطان محمد نسیمانؒ کے صاحب زادے اور جانشین امیر المومنین فرخ شاہ سلطان کابل تارک المملکت کے نام سے فرخ شاہی سلسلہ جاری ہوا، جو یسی ہے۔ یہ سلسلہ امیر المومنین ابی حفص عمر بن خطابؓ سے جاملتا ہے۔

(۳۹)شجرۂ فرخ شاہیہ

حضرت رسول کریم ﷺ، حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظمؓ، حضرت صاحب زادہ مفتی الصحابہ الفقیہ المحدث المدعو بالخلافہ عبداللہؓ،

حضرت ناصرؒ، حضرت سلیمانؒ، حضرت سلطان بلخ حضرت ادہمؒ، حضرت ابراہیمؒ، حضرت سامیرؒ، حضرت اسحاقؒ، حضرت عبداللہ واعظ الاکبرؒ، حضرت عبداللہ واعظ الاصغرؒ، حضرت مسعودؒ، حضرت عبداللہؒ، حضرت سلطان سیمانؒ، حضرت سلطان شہاب الدینؒ، حضرت نصیر الدینؒ، حضرت محمد نسیمانؒ، حضرت سلطان فرخ جہاں کابلیؒ، حضرت شمس الدین احمدؒ، حضرت محمد طاہرؒ، حضرت شیخ طیبؒ، حضرت شیخ الاکبر عمرؒ، حضرت محمدؒ، حضرت عبدالرحمنؒ، حضرت کمال الدینؒ، حضرت سراج الدینؒ، حضرت یعقوبؒ، حضرت رشید الدینؒ، حضرت شیخ محمودؒ، حضرت محمدؒ، حضرت کمال الدین علامہ چشتیؒ، شیخ الاسلام حضرت سراج الدینؒ، حضرت شیخ مجدالدینؒ، حضرت نصیر الدین ثانیؒ، حضرت شیخ کبیر میاں جیؒ، حضرت شیخ حسن محمدؒ، حضرت شیخ محمدؒ، حضرت شیخ یحییٰ قطب المدنیؒ، حضرت شیخ سراج الدینؒ، حضرت شیخ عبدالرشیدؒ، حضرت شیخ رکن الدین احمدؒ، حضرت حسام الدین محمد فرخ صوفیؒ، حضرت رکن الدین احمد ثانیؒ، حضرت رشید الدین مودود لالاؒ، حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاںؒ، حضرت شیخ محمود میاںؒ، حضرت شیخ حسام الدین باوا میاںؒ، حضرت شیخ فرید الدینؒ، حضرت شیخ نصیر الدین چشتی گجراتؒ، بعد میں حضرت معین الدین ثانی چشتیؒ، اور آپؒ کے بعد سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی فرخشاہیہ ہیں۔ سلمہٗ اللہ۔

(۳۰) رکنیہ سلسلہ:-

شیخ رکن الدین ابی محمد منصورؒ سے منسوب ہے۔

(۴۰) شجرۂ رکنیہ:-

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، امیرالمومنین عمر بن خطاب ؓ، مفتی الصحابہ عبداللہ ؓ، حضرت عبدالعزیز ؒ، حضرت عبداللہ ؓ، حضرت عبدالرحمن ؒ، حضرت محمد ؒ، حضرت ربیعہ ؒ، حضرت علی ؒ، حضرت عبدالرحمن ؒ، حضرت عبداللہ عمر ؒ، حضرت نصر محمد ؒ، حضرت ابوالفتح منصور ؒ، حضرت حسین صالح بہر ؒ، حضرت طاہر ؒ، حضرت فخرالدین ؒ، حضرت زین الدین مظفر ؒ، حضرت سعد الدین ابومنصور محمد ؒ، حضرت صدرالدین ابولمعالی مظفر ؒ، حضرت رکن الدین ابی محمد منصور ؒ، حضرت رکن الدین یحییٰ ؒ، حضرت کمال الدین مسعود ؒ، حضرت نور الدین احمد شیرازی ؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب عالم ؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبی ؒ، حضرت شیخ کازن ؒ، حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتی ؒ، حضرت راجن کے بعد پورے خواجگان چشتیہ جن کے نام شجرہ نمبر (۱۹) میں تحریر ہیں، رکنیہ سے اجازت پائے ہوئے ہیں۔

(۴۱) شاهیہ سلسلہ:-

سید جلال الدین منیر شاہ بخاری ؒ سے شاہیہ شاخ نکلی ہے۔ آپ ؒ کم سنی میں ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، ایک جگہ پر نماز جنازہ ہونے والی تھی، آپ ؒ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ میت ہے، اسکی نماز جنازہ ہوگی، پوچھا! اس کے بعد؟ اسکے بعد زمین میں دفن کیا جائے گا، آپ ؒ نے کہا "اللہ اکبر" پھر میت کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا! "قم باذن اللہ" اسکے ساتھ ہی مردہ زندہ ہو گیا۔ یہ سُن کر آپ ؒ کے والد محترم نے سخت ملامت کی اور ایسی کرامت آئندہ

رکھانے کی ممانعت کر دی۔ آپؒ اپنے حجرے کے باہر جاتے تو آپؒ کا پیالہ
ذکر کرتا تھا۔ ۹۹۵ھ وفات ہوئی، اُوچ شریف میں مزار ہے۔ اس شاخ کو
"شاہیہ" "بخاریہ" بھی کہا جاتا ہے۔

(۴۱)شجرۂ شاھیہ:۔

اس خاندان کی اجازت موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو حاصل ہے۔ جو بزرگانِ چشتیہ کے ذریعے حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ سے جا ملتی ہے، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت صدر الدین راجیؒ، حضرت مخدوم جہانیاںؒ، حضرت احمد کبیرؒ، حضرت سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاریؒ، حضرت سید مُعید علیؒ، حضرت سید جعفرؒ، حضرت سید محمدؒ، حضرت سید محمودؒ، حضرت سید احمدؒ، حضرت سید عبداللہؒ، حضرت سید علی اصغرؒ، حضرت سید جعفر ثانیؒ، حضرت امام علی نقیؒ، حضرت امام علی تقیؒ، حضرت امام علی رضاؒ، حضرت موسیٰ کاظمؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت امام محمد باقرؒ، حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت امام حسین شہیدؓ، حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے خلیفہ ہوئے۔

(۴۲)ذوالفقاریہ سلسلہ:۔

یہ سلسلہ شیخ امام الدین ابی صمصام ذوالفقارؒ خلیفہ سید محمد الدین ابوالقاسم علی حسینیؒ سے منسوب ہے۔ ابوالقاسم علی حسینی کو سید حسینؒ سے خلافت ملی انکو امام حسن عسکریؓ سے، پھر سات واسطوں سے سلسلہ حضرت امام حسین شہیدؓ بن حضرت علی ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے جا ملتا ہے۔

(۴۲)شجرۂ ذوالفقاریہ:-

حضرت ذوالفقار کے خلیفہ ابی جعفر محمدؒ، حضرت شرف الدین ذوالفقارؒ، حضرت امام الدین محمدؒ، حضرت ابی عباس احمد بن یوسفؒ، حضرت رضی الدین مرتضیؒ، حضرت عبدالعزیزؒ، حضرت ابی سالم محمد بن علی ابن زہرہؒ، حضرت سید صرف الدین مشہدیؒ، حضرت نور الدین احمد شیرازیؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کازنؒ، حضرت خواجہ محمد راجن چشتیؒ، بعد تمام خواجہ گانِ چشت اجازت پاتے ہوئے حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغ گجراتؒ، اور بعد میں حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، اور بعد میں موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو "ذوالفقاریہ" کی اجازت حاصل ہے، اللہ سلامت رکھے۔

(۴۳)حمیریہ سلسلہ:-

حضرت محمدؒ، سے انہیں حضرت حامد بصریؒ سے، انہیں حضرت علی حامد محمدؒ، انہیں حضرت ثابتؒ سے، انہیں حضرت عبداللہؒ سے، انہیں حضرت صالح محمدؒ سے، انہیں حضرت عبداللہ محمودؒ سے، انہیں حضرت ابی یوسف یعقوبؒ سے، انہیں حضرت سید حسینؒ سے انہیں حضرت سید موسیٰؒ سے، انہیں حضرت عبدالعزیزؒ، سے انہیں حضرت عبدالرحمنؒ سے، انہیں حضرت سید حمزہؒ سے انہیں حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے یہ سلسلہ (۴) واسطوں سے حضرت علی ابی طالبؓ پر منتہی ہوتا ہے۔

(۴۳)شجرۂ حمیریہ:-

حضرت حمرائیہ نے حضرت عظمت الدین صفاہؒ کو خلافت عطا کی، آپؒ نے حضرت جلال الدین ابی الکرم عبداللہ بن فتوحؒ کو خلافت عطا فرمائی، آپؒ نے حضرت نورالدین احمد شیرازیؒ کو خلافت مرحمت فرمائی، آپؒ نے برہان الدین عبداللہ قطب العالم کو خرقہ خلافت عطا فرمایا، آپؒ نے حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ کو خلافت دی آپؒ نے حضرت شیخ کاذنؒ کو عطا فرمائی آپؒ نے خواجہ شیخ محمود راجنؒ چشتی کو خلافت دی، آپؒ کے بعد جملہ خواجگانِ چشت نے جن کے نام شجرہ نمبر (۱۹) میں تحریر ہیں، وہ سب خواجگانِ چشت نے ''حمرائیہ'' سلسلے کی اجازت پائی۔

(۴۴)نوربخشیہ سلسلہ:-اور شجرہ

حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ کے خلیفہ سید محمد نور بخشؒ سے **''نوربخشیہ''** شاخ منسوب ہیں، اس سلسلہ کا شجرہ ''بسطامی'' شجرہ نمبر (۱۶) کے مطابق ہے۔

(۴۴)شجرۂ نوربخشیہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سید الشہداء امام حسینؓ، حضرت امام زین العابدینؓ، حضرت امام محمد باقرؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ، حضرت الاعظم محمد طیاسیؒ، حضرت نورالدین علی طیاسیؒ، حضرت تقی اللہ طیاسیؒ، حضرت سدی الدین علی طیاسیؒ، حضرت رکن الدین احمد طیاسیؒ، حضرت محمد بکری شاغل حاضریؒ، حضرت تقی

الدین مکری شاغل حاضریؒ، حضرت شرف الدین محمود خادم الحاضریؒ، حضرت نجم الدین محمد اسفرائی ؒ، حضرت سید علی ہمدانی ؒ حضرت شیخ اسحاق ختلانی ؒ، حضرت سید محمد نور بخش ؒ، حضرت سید محمد غیاث نور بخش ؒ، حضرت محمد علی نور بخش ؒ، حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتی ؒ، اس کے بعد سے تمام اسمائے گرامی تا حال بزرگان تک بدستور ہیں۔

(۴۵) نقشبندیہ سلسلہ:۔ کم خواب

سید بہاؤ الدین نقشبندؒ کے نام سے موسوم ہے۔ چونکہ آپؒ اور آپؒ کے والد سید محمد بخاری کم خواب بافی اور نقش و نگار بناتے تھے۔ اسلیے ''**نقشبند**'' مشہور ہوئے، خاندان میں ذکر بالجہر کیا جاتا تھا، مگر حضرت نقشبند نے ذکر خفی کی پابندی کی، یہاں تک کہ ذکر جہر کرنے والوں کے حلقہ سے آپ باہر نکل جاتے تھے۔ ۷۹۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ بخارا میں مزار ہے۔

(۴۵) شجرۂ نقشبندیہ:۔

حضرت ابو القاسم محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت قاسم بن محمود بن ابو بکر صدیقؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت طیفور بایزید بسطامیؒ، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت ابو علی شیخ فضیل بن محمد فارمدیؒ، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ؒ، حضرت عبدالخالق غجدوانی ؒ حضرت عارف دیوگریؒ، حضرت محمود الخیر فغویؒ، حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ، حضرت محمد بابا سماسیؒ، حضرت سید کلال بخاریؒ، حضرت سید بہاؤ الدین نقشبندیؒ، حضرت یعقوب چرخیؒ، حضرت عبید اللہ احرارؒ، حضرت محمد زاہد رخشیؒ، حضرت مولانا

درویش محمدؒ، حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلویؒ، حضرت شیخ محمد مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید آدم بنوریؒ، حضرت سید علیم اللہؒ، حضرت فتح اللہؒ، حضرت جلال الدینؒ، حضرت محمد اسلمؒ، حضرت خواجہ رشید الدین مودود لالا چشتیؒ، حضرت حسام الدین محمد فرخ خوب میاں چشتیؒ، حضرت شیخ محمود میاں چشتیؒ، حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ، خورشید معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین روشن چراغؒ، حضرت خواجہ معین السالکین معین الدین ثانی چشتیؒ اور آپؒ سے موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی نقشبندی نے خلافت پائی۔ سلمہ اللہ۔

(۴۶) مہنیہ سلسلہ:-

حضرت ابو سعید ابو الخیر مہنیؒ سے "مہنیہ" شاخ جاری ہوئی، حضرت ابو الفضل واحد تمیمیؒ سے خلافت و ارادت تھی، حضرت تمیمیؒ کا سلسلہ چھ (۶) واسطوں سے حضرت حسن بصریؒ سے مل جاتا ہے۔

(۴۶) شجرۂ مہنیہ

حضرت ابو الخیر مہنیؒ کے خلیفہ ابو الفتحؒ ہیں، آپؒ کے حضرت عبد السلامؒ ہوئے، بعد میں حضرت محمد کیؒ، بعد میں حضرت صدر الدین مظفرؒ، بعد میں ابو محمد منصور راسکوؒ، بعد میں حضرت سعید محمد گازرونیؒ، بعد میں حضرت نظام الدین ابراہیمؒ، بعد میں نور الدین احمد شیرازیؒ، بعد میں برہان الدین عبداللہ قطب عالمؒ، بعد میں حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، بعد میں حضرت شیخ کازرنؒ، بعد میں حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ اجازت یافتہ تھے، آپؒ کے بعد پورے

سجادگان چشت اجازت پاتے رہے، اور حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ "روشن چراغ، حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ"، اور بعد میں موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہٗ العالی کو سجادہ نشین "مہمیہ" کے لئے مجاز ہیں۔ اللہ قائم رکھے۔

(۴۷) موسویہ سلسلہ:-

"موسویہ" سلسلہ حضرت موسیٰ کاظمؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت محمد باقرؒ، حضرت زین العابدینؒ، حضرت امام حسین شہیدؒ، حضرت علی ابنِ ابی طالبؓ سے منسوب ہے، اثنا العشری یعنی شیعانِ علیؓ آپکو ساتواں امام مانتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ہارون رشید نے آپؒ کو قید کر دیا تھا۔ بعد میں زہر دلوا دیا، جس سے بروز جمعہ پانچ رجب ۱۸۶ھ میں شہادت پائی۔ اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

(۴۷) شجرہ موسویہ

حضرت موسیٰ کاظمؒ کے جانشین آپؒ کے فرزند علی رضاؒ تھے۔ آپؒ کے خلیفہ ابراہیم مرتضیٰؒ، آپکے خلیفہ موسیٰ ثانیؒ، آپکے خلیفہ ابوعباس احمدؒ، آپؒ کے خلیفہ ابی محمد قاسم حسینؒ، آپؒ کے خلیفہ ابی عبداللہ مہدیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت علی غلام بن طوقانؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت ابوالفضل بن قیادؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت علی قاریؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت عبدالرحیم بن عثمانؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت علیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت احمدؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت رضی الدین عبداللہؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت قطب الدین محمدؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت تاج الدین محمدؒ، آپؒ کے

خلیفہ محی الدین علیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت نجم الدینؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت نور الدین احمد شیرازیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت برہان الدین عبداللہ قطب عالمؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، آپؒ کے خلیفہ حضرت شیخ کاذنؒ، آپؒ کے بعد شیخ محمود راجن چشتیؒ کو اس اجازت سے تمام چشتی بزرگوں نے استفادہ کیا۔ اور خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ گجرات، کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ اور بعد میں موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی کو "موسویہ" کی اجازت حاصل ہے۔ سلمہ اللہ۔

(۴۸) عباسیہ سلسلہ:-

حضرت رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ "عباسیہ" سلسلہ کے بانی ہیں سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی مدینہ شریف میں مدفون ہیں۔

(۴۸) شجرۂ عباسیہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، عم نبی حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علی بن عبداللہؓ، حضرت محمد بن علیؓ، حضرت عبداللہ صفاء بن محمدؓ، حضرت منصور بن عبداللہؓ، حضرت محمد مہدی بن منصورؓ، حضرت ہارون رشید بن مہدیؓ، حضرت محمد معتصم باللہؓ، بن ہارون رشیدؓ، حضرت جعفر متوکل اللہ بن معتصمؓ، حضرت مستنصر باللہؓ، حضرت معترب باللہؓ، حضرت معتضد باللہؓ، حضرت جعفر مقتدر باللہؓ، حضرت راضی باللہؓ، حضرت طائے اللہؓ، حضرت احمد القادر باللہؓ، حضرت عبداللہ قائم بہ امر اللہؓ، حضرت مقتدی بہ امر اللہؓ، حضرت احمد مستنصر باللہؓ، حضرت مقتدی بہ امر اللہؓ،

حضرت مستعلٰی باللہؒ، حضرت مصطفائی باللہؒ، حضرت احمد الناصر باللہؒ، حضرت محمد ظاہر بہ امر اللہؒ، حضرت جعفر منصور مستنصر باللہؒ، حضرت شرف الدین احمد عبداللہؒ، حضرت شیخ محی الدینؒ، حضرت امیر ابی القاسم عبداللہؒ، حضرت امام الدینؒ، حضرت نور الدین ابی الفتحؒ، حضرت صفی الدین طاہرؒ، حضرت نور الدین احمد شیرازیؒ، حضرت برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ، حضرت قاضی علم الدین شاطبیؒ، حضرت شیخ کازنؒ، حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ، حضرت راجن کے بعد تمام شیخین چشتیہ جن کے نام شجرہ نمبر (۱۹) میں درج ہیں، ''عباسیہ'' کی اجازت پاتے رہے، حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ روشن چراغ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ، آپؒ کے بعد موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی اس خاندانِ عباسیہ کے مجاز ہیں۔ اللہ سلامت رکھے۔

(۴۹) دردائیہ سلسلہ:-

حضرت ابوالقاسم محمد مصطفٰے ﷺ کے صحابی ابی الدرداء عمرؓ سے ''دردائیہ'' منسوب ہیں۔ عوام حضرت درداؓ کو زہد الصحابہ کہا کرتے تھے، اور قدسی صفات سرورِ کائنات ﷺ نے سید اہل صفہ کا لقب عطا فرمایا تھا، آپؓ کا وصال ۳۲ ھ میں ہوا اور مدفن مدینہ طیبہ میں ہے۔ حضرت درداؓ کے بعد نویں اجازت یافتہ خانہ کعبہ کے مجاور محمد بن عبداللہؒ بن احمد المتوفی سے ۹۷۶ھ المعمر بابا حبیب دہلویؒ نے ''دردائیہ'' سلسلہ کو ہند میں لائے۔ حضرت بابا حبیبؒ کے بعد تین بزرگوں نے اس خاندان کی خلافت پائی اور چوتھے حضرت شیخ کازنؒ تھے، آپؒ نے یہ سلسلہ کی اجازت حضرت خواجہ شیخ محمود گودی، اسکی تفصیل ذیل کے شجرے میں معلوم ہوگی۔

(۴۹)شجرہ دردائیہ

ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ ابی الدرداء بن عامرؓ شیخ الانقیبؒ، فضیل ابن عیاضؒ، محمد بن یزید شیرازیؒ، ہرب بن سمعیالؒ، مغیث الدین ابراہیم کرخیؒ، علی القواذیؒ، عبد الرحمن طواذیؒ، ابراہیم حزرویؒ، احمد یمنیؒ، محمد عبداللہ متریؒ، المعمر بابا حبیب دہلویؒ، نورالدین احمد شیرازیؒ، برہان الدین عبداللہ قطب العالمؒ، قاضی علم الدین شاطبیؒ، شیخ کاذنؒ، خواجہ محمود راجن چشتی دردائیؒ، حضرت راجن کے بعد (۱۲) سجادگان چشتیہ اس سلسلہ کے اجازت یافتہ ہیں، خورشیدِ معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی روشن چراغؒ کے بعد حضرت معین الدین ثانی چشتیؒ، آپؒ کے بعد "دردائیہ" کی اجازت موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو حاصل ہے۔ سلمہٗ اللہ

(۵۰)عیسویہ سلسلہ:-

حضرت عیسیٰ روح اللہ ابن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب ہے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہؑ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس رسالت میں شیخ مدینہ حضرت عبداللہ مطریؒ کو عیسوی خلعت و اجازت کا شرف بخشا۔

(۵۰)شجرہ عیسویہ

آپؒ سے سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ اس سلسلہ کو ہندوستان میں لائے۔ آپؒ سے شیخ کاذنؒ نے آپؒ سے خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ نے آپؒ کے بعد سے آج تک پورے چشتی سجادگان اس کے مجاز رہے ہیں۔

(۵۱) خضریہ سلسلہ :- اور شجرہ

یہ سلسلہ حضرت ابی الیاس حضرت خضر علیہ السلام سے منسوب ہے، اسرار اللہ شیخ شہاب الدین" ابی سعید الظین محمود کرمانی" ، اس سلسلہ کے پہلا اجازت پانے والے ہیں، جنہیں خود حضرت خضر علیہ السلام نے اجازت عطا فرمائی۔

(۵۱) شجرہ خضریہ

حضرت کرمانی" سے یہ سلسلہ حضرت حمید الدین سنوی" اور آپ" سے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں" ، ہند میں لائے ، اور سید صدر الدین راجو" کو خلافت دی، آپ" نے خواجہ شیخ محمود راجن چشتی" کو اجازت دی، حضرت راجن کے بعد سلسلۂ چشتیہ کے (۱۲) شیخین نے اِس سے استفادہ کیا، خورشیدِ معرفت خواجہ نصیر الدین چشتی" کے بعد حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی اور اب "خضریہ" کی اجازت موجودہ سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی کو حاصل ہے، اللہ سلامت رکھے۔

تاریخِ مذکورہ سلاسل

☆**مذکورہ (۵۱)** خاندان اور اُن کے بانی کے تاریخی حالات پیش کیے گئے، یہ وہ اکاون (۵۱) سلسلے ہیں جنکی اجازت وخلافت رکن الدین بن معین السالکین ومخدوم العصر حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مدظلہ العالی کو اپنے والدِ محترم حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ کو اپنے والدِ محترم اور شیخ المکرم خواجہ خورشیدِ معرفت حضرت نصیر الدین چشتی روشن چراغؒ سے اور آپؒ کو پدرِ محترم وشیخ معظم فردالافراد حضرت خواجہ فرید الدین چشتی قدس سرہ العزیز نے عطا فرمائی تھی۔

مذکورہ (۵۱) شاخوں میں سے کس سجادے کو کتنے سلسلوں کی اجازت ملی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) ایک سلسلہ کی خلافت واجازت نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ خواجہ شیخ محمود مظہرُ اللہ الصمد کو 'محمودیہ' کی عنایت ہوئی، (۲) "مداریہ" کی اجازت قطب الوصلین خواجہ شیخ یحییٰ قطب المدینہ چشتی کو شاہ تاج "برہنہ" مداری سے ملی (۳) حضرت محمد اسلم انیس عالمؒ سے خواجہ رشید الدین مودود لالا چشتیؒ 'نقشبندی' طریق کی اجازت پائی (۴) چوتھا سلسلہ "فرخ شاہی" آبائی ہے۔ (۵) اِن چار کے سوا قطب الاولیا خواجہ شیخ حسن محمد چشتیؒ کو حضرت محمد علی نور بخشؒ سے (۶) چھ شاخ کبرؔیہ۔ نور بخشیہ۔ ہمدانیہ۔ بسطامیہ۔ نقشبندیہ۔ قادریہ۔ کی اجازت حاصل ہوئی، (۷) باقی کے (۴۲) بیالیس طریقوں کی اجازت خواجہ شیخ محمود راجن چشتی کو حضرت شیخ کازن سے ملی۔

شیخ کازنؒ، قاضی علم الدین شاطبیؒ ابن معین الدینؒ۔ وفات ۲۰ رمضان سنہ ۸۶۰ھ مزار پٹن (گجرات) میں ہے، وہ خلیفہ سید صدر الدین راجوؒ بن سید احمد کبیر متوفی سنہ ۸۲۷ھ مدفن "موج" "آپؒ خلیفہ ہیں اپنے برادر سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ کے اور آپؒ خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ ہیں۔

شیخ کازن کا مزار پیران پٹن گجرات میں خان سرور کے حوض پر ہے۔ سہ شنبہ (منگل) سنہ ۹۲۰ھ میں رحلت پائی۔ اِس کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ بیالیس (۴۲) خاندان کی اجازت پانے والے محمود راجن کون اور کیسے ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر اَز صد سالہ طاعتِ بے رِیا

☆ بزرگوں کی صحبت میں کچھ وقت گزارنا سو سال بے ریا کی دیرینہ طاعت و عبادت سے بہتر ہے۔

جب تھوڑے وقت یکجائی کا اِتنا اثر ہوتا ہو تو عمر بھر کی صحبت کا اثر کیا ہو گا۔ اس بیان کی حاجت نہیں، حضرۃ بی بی صوفیہ بنتِ یحییٰ اِبن لطیف الدین کمال الدین علامہؒ کی زوجیت میں آئیں تو گویا پارس کے پاس پہنچی اور کندن بن گئیں، اس چراغ کی روشنی نے جناب صوفیہ کے سینے کو سمندر کر دیا۔ اللہ نے آپؒ کو دلیوں کی صفت بخشش فرمائی، ایک روز محترمہ صوفیہ نے اُپنے فرزند دلبند سجادۂ وقت کو مخاطب کر کے فرمایا:

علم الدینؒ تیرے چراغ کی روشنی کو "محمود" قائم کرے گا۔؟ یہ پیش گوئی ایک دلیہ کی تھی، اِس کا پورا ہونا ضروری تھا، چنانچہ خواجہ علم الدینؒ کی زوجہ

حاملہ ہوئی اور لڑکا تولد ہوا جس کا نام "محمود" رکھا گیا۔ اور انھیں پیار سے راجن پکارنے لگے۔ علم الدین جیسی بلند مرتبہ شخصیت کی زیرِ سایہ راجن پروان چڑھتے رہے، اس پھول کی خوشبو زمانے میں پھیلنے لگی، زہد و تقویٰ گھر کی چیز تھی، بچپن ہی سے رنگ چڑھنے لگا شعور کو پہنچنے تک ظاہری علوم کے ایسے عالم ہو گئے کہ بقولِ صاحب "مخبرالاولیانیکان آفاقِ بودند"۔ یعنی بے نظیر ہو گئے، اور خواجہ کی روحانی تربیت کے بارگاہِ صمدیت سے مقبولیت کا شرف حاصل کرلیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے وارے نیارے ہونے لگے، راجن ماں باپ کی آنکھوں کا تارا، رب کا پیارا، شیخین میں نیارا، راج دلارا، جدھر گیا آؤ بھگت ہوئی۔ سلطان احمد شاہ والی احمد آباد (گجرات) آستانہ بوس ہو تا رہا، جب حضرت شیخ ابوالفتاح کرنیؒ کی مجلس میں پہنچے تو آپؒ کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلیؒ جس وقت کمال الدین علامہؒ کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، سبحان اللہ، راجنؒ بھی تو اسی "محمود" کا محمود ہے، جو قابلِ تعظیم ہے۔

راجن کی بزرگی میں اضافہ ہوا جب خواجہ علم الدینؒ نے خلافت عطا کی، مشائخین کرام نے اس شہباز کو اپنا بنایا، حضرت شیخ احمد کھٹو مغربیؒ نے "مغربیہ" کی اور مخدوم عزیز اللہ متوکل اللہؒ نے اپنی خلافت دی اور شیخ کازنؒ نے (۳۹) شاخوں کی اجازت دی جو انکو حاصل تھی۔ حضرت راجنؒ کا مزار پاٹن گجرات میں ہے، اس طرح پٹن میں چشتی مسند کے تین سجادگان خواجہ سراج الدین چشتیؒ، دوسرے خواجہ علم الدین چشتیؒ، تیسرے خواجہ محمود راجن چشتیؒ

آرام کر رہے ہیں، ان سجادگان کو بھی دوسرے شیخین حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ، سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب الٰہیؒ، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ، خواجہ کمال الدین علامہؒ کی طرح دہلی میں ہونا اور سونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا کیوں نہیں ہوا، وہ تاریخ کا ایک راز ہے، سلطان محمود تغلق کے دور حکومت نے ملتِ اسلامیہ کو بے انتہا نقصان پہنچایا، بلکہ تمام ملک کا شیرازہ بکھیر دیا، اسی کی بناء پر مشائخ کا خانقاہی نظام بگڑ گیا، پیر اور پیر زادے کسی نہ کسی طرح حکومت سے منسلک ہو گئے، شہنشاہی احکام کے آگے سب مجبور ہو گئے، حضرت چراغ دہلیؒ شہنشاہی کا ستم سہہ رہے تھے، لیکن آپؒ کو منظور نہیں تھا کہ خانقاہ میں للّٰہیت وروحانیت کا اہتمام بادشاہ کی مرضی کے تابع ہو جائے، دہلی کی تباہی آپؒ کے کشف نے محسوس کر لی تھی، اس لیے آپؒ نے چشتی خانقاہ اور مسند کو محفوظ کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ پاٹن گجرات، کو پسند فرما کر آپؒ نے اپنے بھتیجے، بھانجے، پیر بھائی، اور خلیفہ خواجہ کمال الدین علامہؒ کو فرمایا کہ آپؒ پاٹن (گجرات) میں خانقاہ قائم کرو، حضرت علامہؒ بال بچوں کے ساتھ پاٹن آئے اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی، مگر آپؒ شیخ سے دوری کو گوارا نہ کر سکے، اس لیے آپؒ فرزند خلیفہ، حضرت چراغ دہلیؒ خواجہ سراج الدینؒ کو جانشین کی حیثیت سے خانقاہ وغیرہ سپرد کر کے خود دہلی چلے گئے، دہلی پہنچنے کہ تھوڑے روز بعد حضرت چراغ دہلیؒ کا وصال ہوا، اور آپؒ کے تقریباً تین ماہ بعد ہی کمال الدین علامہؒ بھی واصل بحق ہو گئے۔

پاٹن میں لوگوں نے سجادہ نشین کو "سراج الاولیاء" اور شہنشاہ ہند وشیخ

الاسلام ، کا لقب دیا حضرت سراج الدین شیخ الاسلام کے بعد آپؒ کے صاحبزادے خواجہ علم الدینؒ پاٹن ہی میں رہے۔ اب نیا شہر احمد آباد پوری طرح سے آباد ہو چکا تھا، اور یہاں آباد ہو جانے والے ایک عظیم بزرگ خاندان کی لڑکیاں اِس چشتی خاندان میں بیاہی گئی، حضرت سراج الدینؒ کی زوجہ بی بی صوفیہ، حضرت یحییٰ بن لطیف الدین دریا نوش کی صاحب زادی تھی، حضرت سراج الدینؒ کے پوتے خواجہ محمود راجن چشتیؒ کے ساتھ عزیز اللہ متوکل اللہ بن یحییٰ بن لطیف الدین دریا نوشؒ کی دختر دُر الملک کی شادی ہوئی۔ خاندانی تعلق کی وجہ سے چشتی سجادہ حضرت محمود راجنؒ نے احمد آباد میں بود و باش اختیار کر لی اور خانقاہ و مسند بھی احمد آباد میں قائم ہوئی حتیٰ کہ حضرت راجنؒ کے جانشین و پسر خواجہ جمال الدین جمنؒ نے شاہپور میں ایک مسجد ۹۲۰ھ میں تعمیر کی جو "چھپا مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اور آج تک مسند سے متعلق تقریبات اسی مسجد میں انجام پاتی ہیں۔

خورشید معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ "روشن چراغ کو جس قدر سلاسلِ طریقت کی اجازت ہے، اُن کے نام اور تاریخ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اَب حضرت کے نسب کے حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

نسب نامہ:

خواجہ رکن الدین محمد فرخ بن معین الدینؒ بن نصیر الدینؒ، بن فرید الدینؒ، بن بادامیاںؒ، بن محمود میاںؒ، حسام الدینؒ فرخ خوب میاںؒ، بن رشید الدین مودود لاڑؒ، بن رکن الدین احمد ثانیؒ، بن حسام الدینؒ "محمد فرخ صوفیؒ"،

بن رکن الدین احمد بن عبدالرشیدؒ، بن سراج الدینؒ، بن شیخ محمد بن حسن محمدؒ، بن شیخ احمدؒ، بن نصیر الدینؒ، بن مجدد الدینؒ، بن سراج الدینؒ، بن کمال الدین علامہؒ، بن شیخ محمدؒ، بن شیخ محمودؒ، بن شیخ عبدالرشیدؒ، بن شیخ یعقوبؒ، بن سراج الدینؒ، مشہور قاضی شعیب بن کمال الدین بن عبدالرحمنؒ، بن محمد عمرؒ، بن طیبؒ، بن طاہر شمس الدین احمدؒ، بن سلطان فرخ شاہؒ، بن سلطان نسیمان محمدؒ، بن سلطان نصیر الدینؒ، بن سلطان شہاب الدینؒ، بن سلطان مسیمانؒ، بن عبداللہؒ، بن مسعودؒ، بن عبداللہ واعظ الاصغرؒ، بن واعظ الاکبر عبداللہؒ، بن ابوالفتاح شیخ المشائخ باتغاق، بن اسحاقؒ، بن سلطان ابراہیم بن ادھمؒ، بن سلیمانؒ، بن ناصرؒ، بن عبداللہ مفتی الصحابہؓ، بن امیر المومنین عمر فاروق الاعظمؓ، والدہ "حتمہ" بنتِ ہاشم بن مغیرہؓ، پدر خطاب بن نوفل رسول اللہ ﷺ کے صحابی خسر اور داماد تھے، (اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور حضرت فاطمہ زہرہؓ کی صاحبزادی کلثومؓ، حضرت عمر کی زوجہ تھی۔)

حضرت عمرؓ کی چھ (۶) بیویاں اور دو کنیز تھی، اور سب کو آل و اولاد ہوئی، زوجہ اوّل حضرت زینب بنتِ مظعون بن حبیبؓ سے دو صاحبزادے عبداللہ مفتی الصحابہؓ اور دوسرے عبدالرحمنؓ اور ایک دُختر حفصہؓ پیدا ہوئیں، صاحبزادے اکبر حضرت عبداللہ مفتی الصحابہ سے جو نسل چلی اُس میں میرے خواجہ کا نسب قائم ہوتا ہے۔

اوپر کا نسب نامہ اُس شجرے سے ماخوذ ہے۔ جو اِس خاکسار نے غیر مطبوعہ مختلف کتب سے موادلیکر مُرتب کیا ہے، یہ کتابیں میرے خواجہ کے کتب

خانے میں موجود ہیں۔ یہ نسبی شجرہ حضرت آدم علیہ السلام سے میرے خواجہ پر ختم ہوتا ہے، درمیان میں ایسی شاخیں شریک ہیں جن سے اس شجرے کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

(یاد رہے کہ)

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منسوب ہونے والے "سادات" ہوتے ہیں۔

(۲) حضرت ابو بکرؓ کی اولاد "صدیقی" کہلاتی ہے۔

(۳) حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی اولاد "فاروقی" کہلاتی ہے۔

(۴) حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد "عثمانی" کہلاتی ہے۔

(۵) حضرت علیؓ کی اولاد "علوی" کہلاتی ہے۔

یہ شجرہ اس کے صفحہ پر ہے، حضرت عبدالاسلام مجدد۔ افغانستان سے ۱۹۶۲ء میرے خواجہ سے ملاقات کے لئے آئے تب فاروقی شاخ کی نسبت بات چیت کرتے رہے، جب میرے خواجہ نے اپنا نسب نامہ پیش کیا تو عبدالاسلام صاحب اُن سے بہت خوش ہوئے اور اُس سے اُنہوں نے اپنے شجرے کی تصحیح کی۔

☆ازدواجی کیفیت

حضرت اقدس کے "طریقی" حالات اور نسبی حالات دونوں تفصیل سے پیش کیے جا چکے ہیں اب آپؒ کی ازدواجی کیفیت کا بھی اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں، حضرت کے نسب نامہ کی بنیاد "فاروقِ اعظم حضرت امیر المومنین عمرؓ

سے ہے"۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ کی تاریخ میں نیا شگوفہ جو پھوٹا ہے وہ قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے نبی کریم ﷺ کی نواسی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی اُم کلثومؓ سے عقد فرما کر سادات سے رشتہ جوڑا اِس بنیادی اَمر کو چھوڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، اِس لئے اُسی سنّت پر میرے فاروقی خواجہ نے عمل فرمایا:

جس کی روداد حسب ذیل ہے۔

ہانسوٹ میں ایک گھرانہ مشہور تھا، اِس گھرانے کی نامور ہستی سید میراں صاحبؒ کی تھی، اِنکی دُختر ریاض النساء کے ساتھ خان صاحب سید ابوالحسن کی شادی ہوئی، یہ حضرت اُپنے دوست "آشنا" خاندان عوام اور حکومت میں اُپنے "عُرف حسومیاں" ہی سے پہچانے جاتے ہیں ابوالحسن کو کوئی نہیں جانتا، حسومیاں صاحب وضع زبان اور وقت کے بڑے پابند تھے، مجھ کو اکثر سابقہ رہا ہے، اِنکے اخلاق و عادات عوام اور حکام میں مقبول تھے، انگریزی دور میں "خان صاحب" کا لقب پایا: میونسپل بورڈ کے ممبر منتخب ہو کر بڑا نام پیدا کیا، اعزازی مجسٹریٹ بن کر اور چمک گئے، رفاہی کام سے آپؒ کو خاص لگاؤ تھا، لوگ بھی آپؒ کو مونس و محترم مانتے تھے، انجمن شوکتِ اسلام کی صدارت (چیئرمین شپ) اِنکو سپرد ہوئی، جس کو بڑی عمدگی سے انجام دیا۔ انتظامی صلاحیت کی قدر کی جاتی تھی، آپؒ کو کواپریٹو اربن بینک کی مینجنگ ڈائریکٹر شپ سپرد کی گئی، بڑے سلیقے سے سنبھالا، بہر حال حسومیاںؒ صاحب بڑی خوبیوں کے انسان تھے، آپؒ کا ایک بیٹا ہے سید احمدؒ اور وہ بھی صاحب اولاد

ہے، سیدہ ریاض النساء، زوجہ حسومیاںؒ نے ۱۹۱۵ء میں ایک سیدہ کو جنم دیا، آج سے ۵۵ سال پہلے حیا (پردہ) مسلمانوں کا مذہبی شعار رہا۔ بھروچ میں پرورش پانے والی "پیاری بیگم" پردہ نشین ہو کر دینی اور گجراتی تعلیم حاصل کرتی رہی، حسینی سید ہیں، نسبی سلسلہ اس طرح سے ہے۔

سید ابوالحسن حسومیاںؒ، بن سید قمر الدینؒ، بن سید نصیر الدینؒ، بن سید قمر الدینؒ تھانیدار، بن سید محمد رضا عرف بڑے صاحب فوج دار، بن سید میراںؒ، بن سید مرادؒ، بن فیض اللہ الخاطبؒ، سید ابوالمعالیؒ، بن سید مصطفیؒ، بن سید کمالؒ، بن سید مصطفیؒ، بن سید بڑھاؒ (بھوڑا) عرف سید علی خانؒ گجراتی بن سید "کالا، بن سید نعمت اللہؒ، بن ابوالمعالیؒ، بن سید حسام الدینؒ، بن سید عزیز الدینؒ، سید کمال الدین ترمذیؒ، بن سید عثمانؒ، بن سید ابوبکر ترمذیؒ، بن سید عبداللہؒ، بن سید طاہرؒ، بن سید ابی طاہرؒ، بن سید عبداللہؒ، بن سید علیؒ، بن سید زیدؒ، بن سید یحییٰؒ، بن سید احمدؒ، بن سید عمرؒ، بن سید یحییٰؒ، بن سید حسینؒ، بن سید شہیدؒ، بن امام ابوالقاسمؓ، بن امام حسن عسکریؓ، بن علی نقیؓ، بن علی موسیٰ رضاؓ، بن موسیٰ کاظمؓ، بن جعفر صادقؓ، بن باقرؓ، بن زین العابدینؓ، بن حضرت امام حسینؓ۔

اس نجیب الطرفین سیدہ "پیاری بیگم" کی شادی میرے خواجہ سے قرار پائی، بارات اسپیشل ٹرین سے بھروچ گئی اور یہ سیدانی خانوادۂ چشتیہ کی پیرانی بن کر احمد آباد آئی۔ خواجۂ خواجگان کی طرف سے "ولیمہ" کی دعوت طعام برائے عام کا اہتمام ہوا، اس خاکسار کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، بادشاہ، رئیس، امیر، غریب، فقیر، غرض کہ ہر قسم کی دعوتوں میں شریک ہونے کا اتفاق

ہوا ہے، مگر ۱۹۲۱ء میں میرے خواجہ کے ولیمہ کی دعوت ایک انوکھی بات تھی۔ پورا شہر مہمان تھا، سارے مکانات گلی کوچے، سڑک جدھر دیکھو مہمان ہی مہمان نظر آتے تھے۔ اپنی نوعیت کی ایک ہی دعوت تھی جو دیکھنے میں آئی۔

☆سیدہ پیاری بیگم

سیدہ پیاری بیگم خانوادۂ چشتیہ کے سجادہ نشین خواجہ نصیر الدینؒ کی زوجیت میں آنے کے بعد عروج کی منزل پر پہنچ گئیں، اس نسبت کا اثر پڑنا قدرتی بات تھی، پیاری بیگم نے "اُم المریدین چشتیہ بیگم" کا منصب حاصل کرلیا، شادی کے بعد چشتیہ بیگم کے بطن سے سات صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئے، جن کے نام درج ذیل ہیں۔

☆صاحبزادگان

(۱) معین الدین (۲) محمود میاں (چھوٹے صاحب) (۳) رشید الدین (۴) فرید الدین (۵) محی الدین (بیکی باوا) (۶) سراج الدین (۷) نجم الدین (جیلانی بابا)۔

☆احوالِ صاحبزادگان

ان صاحبزادگان کا احوال بتانے سے پیشتر اس خاندان کی ایک خصوصیت کو واضح کرنا یاد نہیں رہا، ہر شاخ اور ہر زمانے میں مجذوب پیدا ہوئے ہیں ملاحظہ ہو:۔

سنہ ۸۰۰ھ سے لیکر ۱۳۹۰ھ تک ۱۲ مجذوب سالک ہوئے۔

(۱) شیخ الاسلام سراج الدین اولیاء کے فرزند شیخ معین الدینؒ مجذوب تھے۔

(۲) قطب الدین بن شیخ جمال الدین حسنؒ .... مجذوب تھے۔

(۳) قطب محمد بن قطب الاولیاء حسن محمدؒ .... مجذوب تھے۔

(۴) شیخ فرید الدین محمد بن خواجہ شیخ محمودؒ .... مجذوب تھے۔

(۵) محمد عاشق بن یحیٰ قطب المدینہؒ .... مجذوب تھے۔

(۶) غلام احمد بن یونس بن یعقوب قطب المدینہؒ .... مجذوب تھے۔

(۷) عنایت اللہ بن حسن محمد معین الدین بن سراج الدین بن خواجہ شیخ محمدؒ۔ مجذوب تھے۔

(۸) میاں سلیمان بن سراج الدین بن خواجہ شیخ محمدؒ .... مجذوب تھے۔

(۹) امام الدین بن رکن الدین احمد اوّلؒ .... مجذوب تھے۔

(۱۰) کمال الدین بن جمال الدین بن رکن الدین ثانیؒ .. مجذوب تھے۔

(۱۱) میاں احمد بن رشید الدین مودود لالاؒ .... مجذوب تھے۔

(۱۲) میرے خواجہ کے فرزند جیلانی باباؒ .... مجذوبانہ رنگ ہے۔ لوگ آپکو مستان باوا کے نام سے پکارتے ہیں

☆صاحبزادیاں

اور خواجۂ خواجگان خواجہ نصیر پاک عالم پناہ کی چار صاحبزادیاں (۱) فریدہ بیگم (۲) نور الصبح (مرقوماں بیگم) (۳) صادقہ بیگم (۴) زاہدہ بیگم (شہزادی بیگم)

اب میرے خواجہ کے آل اولاد کا بیان سنیئے، لڑکے لڑکیوں کی لین دین کی وجہ سے رشتے داری نے جال کی صورت اختیار کرلی ہے۔

سید فخر الدین کے چھ بیٹے تین اولاد والے، اور تین لا ولد تھے۔

(۱) سید خسرو میاں

(۲) سید نجم الدین (۳) سید بدرُ الدین

دُختر "پیاری بیگم"

پیاری بیگم صاحبہ کی شادی میرے خواجہ سے ہوئی، اس لحاظ سے نجم الدین بدرُ الدین میرے خواجہ کے خسر ہوئے۔

میرے خواجہ کی ہمشیرہ عائشہ بی بی بدرُ الدین صاحب سے بیاہی گئی، اس لحاظ سے میرے خواجہ کے بدرُ الدین صاحب بہنوئی ہوئے۔ میرے خواجہ کے دل بند معین الدین کی شادی بدرُ الدین صاحب کی نورِ عین سیدہ بیگم سے ہوئی، اور بدرالدین صاحب کے فرزند حسام الدین میاں کی میرے خواجہ کی دُختر نیک اختر فریدہ بیگم سے ہوئی، اس لین دین نے تیسری رشتے داری سمدھیانے میں جوڑ دی، حسام الدین میاں کے صاحبزادے سید محمد فرخ پیدا ہوئے جو میرے خواجہ قبلہ کے نواسے ہوتے ہیں۔

میرے خواجہ کے دوسرے چچا خسر سید نجم الدین کے بیٹے سید معین الدین عرف راشد بابا کے ساتھ میرے خواجہ کی مجھلی لڑکی کا بیاہ ہوا جن کا نام سرفوما ہے، اِنکی ایک بیٹی بُتول فاطمہ اور ایک بیٹا صاحب ہے۔

میرے خواجہ کے بڑے صاحبزادے سجادہ نشین خواجہ معین الدین کی بیل خوب پھلی پھولی، ماشاء اللہ آپؒ کے دس بچے ہیں، چار فرزند اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔

☆**فرزند:۔**

(١) رکن الدین محمد فرخ صاحب، (٢) صلاح الدین،

(٣) ریاض الدین، (٤) ضیاء الدین،

☆**صاحبزادیاں:۔**

(١) شہناز بیگم (٢) ناز بیگم (٣) ممتاز بیگم

(٣) غوثیہ بیگم (٤) روحا ناز (٦) صبا ناز

☆منجھلے صاحبزادے محمود میاں عرف چھوٹے صاحب

منجھلے صاحبزادے محمود میاں عرف چھوٹے صاحب کی شادی انور بیگم بنتِ جمال الدین جمن رابعہ (چھوتے) متوفی ۱۳۸۹ھ۔ شوال کے مہینے میں جمال الدین جمن رابعہ بن نظام الدین بن رکن الدین پیر صاحب بن جمال الدین جمن ثالث بن رکن الدین احمد کے ساتھ ہوئی، چھوٹے صاحب کو ایک فرزند (خوب میاں) اور تین صاحبزادیاں (١) فلک ناز (٢) فرح ناز (٣) طلعت ناز ہیں۔

نظام الدین بن رکن الدین پیر صاحب کو خواجہ محمود میاں چشتیؒ، سجادہ نے خلافت عطا فرمائی تھی، یہ خلافتی سلسلہ جاری ہے، نظام الدین صاحب اپنے والد جمال الدین جمن رابعؒ کے جانشین ہیں۔

میرے خواجہ کے نسب سے تعلق رکھنے والی یہ ایک ہی شاخ جاری ہیں، چوتھی پشت پر دونوں شاخ ایک دادا سے مل جاتی ہے۔

رکن الدین احمد ثانی
جمال الدین حسن ثالث
رکن الدین پیر صاحب
نظام الدین
جمال الدین حسن رابعہ
نظام الدین انکی ہمشیرہ
انور بیگم
رشید الدین مودود لا سجادہ
حسام الدین فرخ خوب میاں
سجادہ
حسام الدین بادامیاں
محمود میاں سجادہ
فریدالدین چشتی سجادہ
نصیرالدین سجادہ
خواجہ معین الدین سجادہ
رکن الدین محمد فرخ
موجودہ سجادہ نشین

میرے خواجہ کے صاحبزادے فرید الدین کے ساتھ چٹ منگنی پٹ بیاہ کی رسم پوری ہوئی۔ ماں بیٹیوں میں باتیں ہو رہی تھیں باتوں میں یہ بات نکلی، بھائی رشید بابا امریکہ جا رہے ہیں، ان کی موجودگی میں فرید بابا کی شادی ہو جائے تو کتنا اچھا ہو، یہ بات بڑھتے بڑھتے گفتگو بن گئی، مخدوم بی بی اماں صاحب بڑی اور مجھلی بہو سیدہ بیگم اور انور بیگم اور تین بیٹیاں، فریدہ بیگم سرفوما شہزادی بیگم اور دو پوتیاں شہناز بیگم اور ناز بیگم کی مجلس میں چرچا ہوا، چھوٹی بیٹی شہزادی بیگم نے تجویز پیش کی کہ سردار پور والے اچھن میاں کی لڑکی خوبصورت اور بھائی کے لیے مناسب و موزوں ہے، قدرت یہ جوڑی مقدر فرما چکی تھی اور وقت بھی آچکا تھا، اس لیے بلا کسی حیل وحجت اُنکی پیش کش پسند کر لی گئی، اور اُسی دن سردار پور پہنچ گئے، وہم وگمان سے ہٹی ہوئی بات کا اچانک آجانا، دلوں میں تہلکہ مچا دیا، شادی کا مطالبہ سنکر تھوڑی دیر کے لیے ہوش بجانہ رہے، جب یہ کہا گیا کہ ”پرسوں بارات آئیگی“ وہ تو اچھن میاں کے گھر والوں کو پاگل کر دینے جیسی بات تھی۔

اُن لوگوں پر ایسا اثر ہونا ضروری نہیں بلکہ لازمی تھا، کیونکہ بن بلائے مہمان اور مجبور میزبان کے درمیان بڑا انوکھا واسطہ ہے۔ سردار پور تعلقہ بیجاپور ”ضلع مہسانہ کے ٹھاکر نور خان کے بیٹے پیر خانجی حضرت خواجہ فرید میاں چشتی“ کے مُرید تھے، ان کے بیٹے دوست محمد خان حضرت فرید میاں کے صاحبزادے خواجہ نصیر الدین چشتی“ سے بیعت ہوئے، دوست محمد خان کے پسر شریف احمد خان عرف اچھن میاں کو میرے خواجہ نے خواب میں فرمایا، ”مُرید ہو جا“ اِس

پر عمل ہونا باقی تھا شریف احمد دھو لکے والے شیر میاں جاگیر دار صاحب کے بھانجے ہیں، جن کی ماں، بہن، بیوی، بیٹا، میرے خواجہ کے مُرید ہیں، ان واسطوں کو پیش نظر رکھ کر محسوس کیجئے کہ:۔

(۱) پیرانی ماں اور پیرزادیوں کا اچانک پہنچ جانا؟

(۲) اور لڑکی کے لئے پیغام دینا۔؟

(۳) پرسوں بارات لانے کا اصرار کرنا؟

شریف احمد خان اور گھر والوں کے دِل و دماغ میں کیا ہلچل پیدا ہوئی ہوگی، اُنکو اِتنا وقت بھی نہیں ملا کہ کچھ سوچ سمجھ سکتے، اُس پر یہ قطعی فیصلہ سنایا گیا، "ہم کو کچھ نہیں چاہئے لڑکی چاہئے اور بس" اب اِنکار کرنے کی مجال نہیں تھی، اقرار کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

جہاں تک ٹیلیفون جا سکتا تھا اطلاع دی گئی، جو شریک ہو سکتے تھے آ گئے، ہزاروں کو شکوہ رہا، مگر شادی ہوئی، کس سادگی سے شادی ہوئی وہ تصویر بتا ئیگی، الحمدللہ ہمایوں سلطانہ بنتِ شریف احمد خان اور فرید الدین بن نصیر الدین چشتی کی شادی ۱۹۶۸ء میں ہوئی، فرید بابا صاحب کے پانچ بچے ہیں، (۱) صالح الدین (۲) حضرت صاحب (۳) فرحین (۴) نصیر ناز (۵) کاذن بابا۔

بیٹی کی شادی کے ایک سال بعد کسی بزرگ نے شریف احمد خان کو ہدایت فرمائی کہ "داتا جا" اُن کو اپنا خواب پہلے والا یاد آیا، اور ۱۹۶۹ء میں خواجہ کا دامن تھام لیا۔

☆ میرے خواجہ کے تیسرے فرزند حضرت رشید الدین صاحب مجرد ہیں۔

☆ یحییٰ بابا کی شادی بھروچ کے مخدوم پور کے سادات خاندان میں فہمیدہ بیگم سے ہوئی، آپؒ کے تین بچے ہیں، (۱) حسن محمد (۲) رُخسار (۳) شان بابا۔

☆ سراج بابا صاحب کی شادی بڑی شان سے بجانڑا کے سہروردی خاندان میں شریفہ بیگم سے ہوئی، آپ بھی صاحب اولاد ہیں، آپ کے پانچ بچے (۱) سنجیدہ بیگم، (۲) نصیر الدین (۳) غیاث الدین (۴) رکن الدین (۵) عروج ہیں۔

☆ آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مجدُ الدین عرف جیلانی بابا کی شادی حضور اقدس کی پردہ پوشی کے بعد ہوئی، قبلہ اماں حضور اور قبلہ سجادۂ وقت خواجہ معین الدین صاحبؒ اور دیگر برادران نے بڑی شان و شوکت سے احمد آباد نصیر باغ میں ہی دلہن کو بلا کر رسمِ نکاح ادا کرائی، مرحوم سید سرفراز علی سالیری صاحب متوفی کراچی پاکستان جو میرے خواجہ کے حلقہ بگوش تھے، اور جاں نثاروں میں سے تھے، اُن کی صاحبزادی جمیلہ بیگم سے جیلانی بابا صاحب کی شادی ہوئی، آپ بھی صاحب اولاد ہیں، آپؒ کے دو فرزند ہیں اور ایک بیٹی ہے (۱) معز الدین بابا (۲) ماہ ناز بی بی (۳) حسن صاحب ہے۔

☆ قاضی (جج)

میرے خواجہ کے اسمِ گرامی کے ساتھ "قاضی" اور سردار بھی کہا جاتا ہے، "قاضی" کی وجہ یہ ہے، کہ مغلیہ دورِ حکومت میں مسلمانوں کے مقدمات شرعی احکام کے تحت فیصلہ ہوتے تھے۔ "قضاۃ" کے نام سے عدالت اور "قاضی" منصف (جج) ہوتے تھے، اک خاندان میں "قاضی" رہے ہیں، خواجہ محمود میاں صاحب چشتیؒ بھی قضاۃ کے فرائض انجام فرما چکے ہیں، اب

حکومت نے "قضاۃ" برخاست کردی ہے، لیکن اسلامی احکام جاننے وال "قاضی باقی" ہے۔ ۱۹۳۰ء کے ماہ فروری کی ۶ تاریخ کو برٹش حکومت نے میرے خواجہ کو "فرسٹ" کلاس سردار آف گجرات، کا خطاب دیا، اسی تاریخ سے آپ "سردار" بھی کہے جانے لگے۔

☆ **تاریخ القاب**

کسی صاحب نے "فرسٹ" کلاس سردار آف گجرات کے پورے خطاب سے تاریخ نکالی ہے، جس سے ۱۹۳۰ء کا سال نکلتا ہے، "بہت خوب ہے" ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے، کہ پورا نام لقب، خطاب تاریخ ہو، اسکی صورت شاذ و نادر اور قدرتی ہوتی ہے، "جیسا کے لقب" خورشید معرفت سے سال ولادت ۱۹۱۰ء برآمد ہوا ہے، اسی طرح پورے خطاب یابی کا سال بن گیا ہے۔ جنہوں نے تاریخ نکالی ہے، اُنکے الفاظ بھی سن لیجئے بڑی صاف زبان ہے۔

قدرت نے عطا کیے مباحات ہے بالیقین یہ شکر کی بات
چھ فروری کو ہوئے نصیر بادا فرسٹ کلاس سردار گجرات

(۱۹۳۰ء)

(۶۲۴+۳۶۵+۱۱۱+۷۳۰=۱۹۳۰)

حضرت
خواجہ
معین الدین
ثانی
چشتی رحمۃ اللہ علیہ

﴿حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی﴾

﴿ولادت ۱۳۶۲ھ وصال ۱۴۱۲ھ﴾

سجادہ نشین

۱۴۰۰ھ سے ۱۴۱۲ھ

☆حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی ☆

حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ نے ملک الموت کو خوش آمدید کہا اور لبوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ قریب میں کھڑے ہوئے حضرات نہ سمجھ سکے کہ کسے خوش آمدید کہا گیا، اور "الوداع" کہتے ہوئے آپؒ نے اپنی روح کو جانِ جاناں کو حوالے کرتے ہوئے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

☆دستار و خلعتِ خواجگان

روزِ سوئم صاحبزادے اور خلیفۂ اکبر حضرت خواجہ معین الدین ثانیؒ کو دستار اور خلعتِ خواجگانؒ، آپؒ کے بزرگ چچا حضرت کمال الدین چشتیؒ نے تمام صاحبزادگان، قرابت دار، رشتے داروں، خلفاء اور دیگر صوفیانِ عظام کی موجودگی میں بھری مجلس میں پہنائی اور سجادگی کی مسند پر بیٹھایا، خواجۂ خواجگان کی گدی کے (۴۹) اُنچاسویں سجادہ ہوئے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چشتیؒ کا وصال سنہ ۱۳۰۰ھ میں ہوا، آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے سجادہ حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتیؒ ضیائے غریب پرور غریب نواز جانشین ہوئے۔ آپؒ نے ۱۳۱۲ھ پردہ فرمایا۔

☆اولاد

آپؒ کے چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) رکن الدین محمد فرخ بابا (۲) صلاح الدین بابا

(۳) ریاض الدین بابا (۴) ضیاالدین بابا

صاحبزادیاں (۱) وزّالملک (شہناز بیگم) (۲) نورالملک (ناز بیگم) (۳) بدرالملک (ممتاز بیگم) (۴) خوشیہ بیگم (۵) روحانازبیگم (۶) صبانازبیگم

حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی" کے صاحبزادے رُکن الدین محمد فرخ چشتی اور مجھلے صاحبزادے صلاح الدین بابا ان دونوں کی رشتے کی بات حضرت محمود میاں عرف چھوٹے صاحب کی دو صاحبزادیاں فلق ناز بیگم، اور فرح ناز بیگم، سے بحکم حضرت خواجہ نصیر اور دادی اماں چشتیہ بیگم نے منصوب کی۔ فلق ناز بیگم سے رُکن الدین محمد فرخ اور فرح ناز بیگم سے صلاح الدین بابا سے منسوب کی گئی۔

آپ کی منگنی کی رسم بڑے شایانِ شان وشوکت کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی" ضیاء غریب نواز کی موجودگی میں منائی گئی۔ (۲۳ دسمبر ۱۹۸۴ء) مطابق آپ کے دونوں صاحبزادے کی شادی نصیر باغ شاہی باغ احمد آباد میں بڑے دھوم دھام کے سات منائی گئی۔ آپؒ نے اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ کو اپنا جانشین بنایا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت

خواجه

رکن الدین

محمد

فرخ

مرکزی سجادہ نشین

﴿حضرت خواجہ
رکن الدین محمد فرخ مدظلہ العالی﴾

(سن ۱۳۱۲ھ)

☆مرکزی سجادہ نشین☆
حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی مد ظلہ العالی

☆ولادت

حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی ؒ کے وصال کے بعد روز سوئم کو خواجگان کی مسند نشینی ۱۴۱۲ھ پر مرکزی سجادہ نشین حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ مد ظلہ العالی کی دستار بندی کی گئی، اور خلعتِ خواجگان آپ کے چچا حضرت محمود میاں باوا چشتی ؒ اور حضرت خواجہ رشید میاں باوا چشتی ؒ نے کی اُس وقت کے تمام صاحبزادگان، قرابت دار، رشتے دار، خلفاء اور دیگر صوفیانِ عظام کی موجودگی میں ادا کی۔ خواجگان کی مسند کے آپ (۵۰) پچاسویں سجادہ ہیں۔

حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی بھی صاحب اولاد ہیں، آپ کے (۲) دو صاحبزادے اور (۲) دو صاحبزادیاں ہیں۔

(۱) **ولی عہد** خواجہ معین الحسن چشتی (۱) معین بابا، (۲) نصیر خسرو۔

صاحبزادیاں (۱) امثل فاطمہ (۲) حُسنِ فاطمہ۔

حضرت خواجہ فرخ چشتی مد ظلہ العالی کے مجھلے بھائی حضرت صلاح الدین بابا بھی صاحب اولاد ہیں، آپ کی (۲) صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

(۱) علم الدین بابا (۲) جمال الدین بابا (بچپن ہی میں وصال فرما گئے)

صاحبزادی (۱) عائشہ فاطمہ۔

حضرت خواجہ معین الدین ثانی چشتی ؒ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین خواجہ رکن الدین محمد فرخ کی سرپرستی میں دو چھوٹے بھائی ریاض الدین بابا، اور ضیا الدین بابا، اور دو چھوٹی بہنیں روحا ناز اور صبا ناز۔

ان سب کی شادی اور اپنی صاحبزادی کہکشاں فاطمہ کی بسم اللہ آپ نے بڑے اہتمام کے سات ادا فرمائیں۔

۸ جون ۱۹۹۳ء کو ریاض الدین بابا کی بارات نصیر باغ شاہی باغ احمد آباد سے انکلیشور پہنچی آپ کی شادی آپ کی پھوپھی سرفوماں کی صاحبزادی بتول فاطمہ کے ساتھ ہوئی، آپ بھی صاحب اولاد ہیں، آپ کی (۲) صاحبزادیاں ہیں، (۱) کوثر فاطمہ (۲) کائنات فاطمہ۔

۱۲ جون ۱۹۹۳ء کو ضیا الدین بابا کی شادی آپ کے چچا فرید الدین چشتی ؒ کی صاحبزادی فرحین بیگم کے ساتھ ہوئی۔ اور اُنکی دو چھوٹی بہنیں رُدحاناز، اور صبا ناز کی شادی اور نکاح رسم نصیر باغ شاہی باغ میں منائی گئی۔ ضیا الدین بابا بھی صاحب اولاد ہیں۔ (۱) صاحبزادے جنکا نام فہد بابا ہے۔

حضرت خواجہ رکن الدین محمد فرخ چشتی سجادہ نشین کے لخت جگر صاحبزادہ معین الحسن چشتی (معین صاحب کی شادی آپ کے چھوٹے بھائی صلاح الدین بابا کی صاحبزادی عائشہ فاطمہ کے ساتھ ہوئی۔ آپ کا نکاح ۲۰ دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق ۲۱ ذی الحج ۱۴۲۹ھ کو تمام سلسلے کے بزرگوں اور تمام خاندان والوں کی شرکت کے ساتھ نصیر باغ شاہی باغ احمد آباد میں بڑے دھوم دھام سے منعقد ہوئی، شہزادے کی شادی میں تین مہینوں تک ہجوم رہا جیسے ایک میلہ کا سماع دیکھ لو جس میں پورے شہر کی مہمان نوازی ہوئی اور کھانے کا انتظام بھی کیا گیا، ماشاء اللہ ایک یادگار شادی کا سماع قابل دید تھا۔ یہ سب میرے خواجہ کا کرشمہ ہے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

☆ عرضِ یوسف ☆

۱۹۶۱ء بروز اتوار کو حیدر آباد کالونی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی محفلِ سماع میں والد صاحب کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اُس وقت ہم کاروبار اور رشتہ داروں کی پریشانی میں گھرے ہوئے تھے۔ کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا، جب میں محفل میں جا کر بیٹھا تو مجھ پر کیفیت طاری ہوئی، ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی مجھ کو اپنی طرف بلا رہا ہو محفل سے صبح ۴ بجے فارغ ہوئے، صبح کو جب میں اپنے والد کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں اجمیر جانا چاہتا ہوں، میرے والد نے میری والدہ سے کہا کہ اب یہ بیٹا اپنا نہیں رہا، والدہ نے کہا کیا بات ہوگئی، رات کو محفل میں کچھ گڑبڑ ہوگئی، والد نے کہا نہیں یہ اجمیر جانا چاہتا ہے۔ والدہ نے حیرت سے کہا اس میں کیا حرج ہے جانے دو۔ والد نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس نہ تو پاسپورٹ ہے، اور نہ ویزا! کیسے جائے گا۔ میں نے کہا آپ مجھ کو اجازت دو؟۔ والد نے اجازت دی اور پیر کے روز میں نے اپنی دکان پر جا کر ارجنٹ پاسپورٹ کے لیے ایک صاحب کو روانہ کیا تا کہ ارجنٹ پاسپورٹ بنوا کر لا دو۔ اور وہ دوپہر ۲ بجے کے قریب پاسپورٹ لے کر آگئے، اُسکے بعد منگل کی صبح اُن صاحب کو انڈین ایمبیسی میں ارجنٹ احمد آباد کے ویزے کے لیے روانہ کیا۔ ۴ بجے وہ ویزا لے کر آئے، میں نے اُسی وقت ایئر انڈیا کے آفس میں معلومات کی کہ کس دن بمبئی کی فلائٹ ہے، معلوم ہوا کہ بروز بدھ اور ہفتے کو صبح ۱۱ بجے سیٹ دستیاب ہے۔ میں نے بدھ کی ٹکٹ بک کروالی۔ جب شام کو میں گھر پہنچا اور والدہ کو بتایا کل صبح ۱۱ بجے کی روانگی ہے، والد اور والدہ

کو بڑا تعجب ہوا کے اتنا جلدی انتظام کیسے ہوگیا۔اس کے بعد والد صاحب نے اپنے پاس بٹھا کے فرمایا، پہلے شاہی باغ جاکر خواجہ نصیر باوا" کا مرید بنا اُس کے بعد سرکار کی اجازت لے کر اجمیر جانا پھر دیکھ تجھ کو کیسا نوازتے ہیں۔اُس دن کی گھڑی اور آج کا دن ہے۔

انڈیا پہنچ کر میں پہلے احمد آباد گیا، جہاں میرے چچا رہتے ہیں۔اپنے چچا کے ہمراہ مُرید ہونے کے لیے شاہی باغ روانہ ہوا۔حضرت خواجہ نصیر باوا" کے دولت خانے پر ہم پہنچے تو وہاں سے معلوم ہوا نصیر میاں باوا" سورت تشریف لے گئے ہیں۔اُسی وقت ہم سورت جانے کے لئے روانہ ہوئے، سورت پہنچے تو وہاں سے معلوم ہوا نصیر میاں سرکار ڈوس میں گئے ہیں، ہم ڈوس روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی ابھی وہ سورت کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ہم سورت پہنچے تو معلوم ہوا سرکار" آبو تشریف لے گئے ہیں۔صبح سے لے کر مغرب تک اِدھر سے اُدھر چکر لگاتے رہے، آخر تھک ہار کے چچا کے سسرال پہنچے اور منہ ہاتھ دھو کر واپس احمد آباد روانہ ہو رہے تھے کہ اِتنے میں چچا کے دوست تشریف لائے، چچا سے دریافت کیا کہ آپ کب آئے! چچا نے کہا کہ آج صبح کو۔یہ میرا بھتیجا نصیر میاں باوا" کا مرید ہونا چاہتا ہے، مگر معلوم ہوا سرکار" آبو تشریف لے گئے ہیں۔

چچا کے دوست بھی سرکار" کے مُرید ہیں اُنہوں نے کہا میں ابھی سرکار" کے پاس سے ہی آرہا ہوں اور آپ" صبح کو آبو جانے والے ہیں۔میں نے کہا ابھی آپ ہمیں سرکار" کے پاس لے چلیں گے؟ چچا کے دوست نے کہا آپ

پھولوں کے دو ہار اور مٹھائی لے کر آؤ میں ان کو سرکارؒ کے پاس لے جاتا ہوں۔
اُس وقت سرکار کے مُرید بھی نماز کے لئے نیچے گئے ہوئے تھے، جنہوں نے ہمیں کہا تھا کہ سرکارؒ آبو تشریف لے گئے ہیں؟ جب ہم وہاں پہنچے تو اس وقت فرخ باوا (صاحبزادہ معین باوا) بالا خانے سے نیچے تشریف لا رہے تھے، جو موجودہ سجادہ نشین ہیں، ہم کو فرخ باوا، سرکارؒ کے پاس لے گئے، سرکارؒ اس وقت مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ نے مجھ کو (بیعت) مرید کیا۔ اُس کے بعد آپؒ پلنگ پر بیٹھ گئے، اور مجھ کو بھی پلنگ پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا میں آداب سے ناواقف تھا بیٹھ گیا، اِتنے میں جو لوگ نماز سے فارغ ہو کر بالا خانے تشریف لائے تو مجھ کو سرکارؒ کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو اِشارے سے اُٹھنے کو کہا مگر میں نہیں اُٹھ پایا، سرکارؒ نے مجھ سے میرے والد اور دیگر حضرات کے بارے میں خیریت دریافت کی، بعد میں آپؒ نے فرمایا کل تم احمد آباد شاہی باغ میں ملو، میں نے عرض کی آپؒ تو کل آبو تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا اَب میں آبو نہیں جا رہا۔ بعد از ہم نیچے آئے اور وہ لوگ جنہوں نے مجھ کو اِشارے سے منع کیا تھا کہ نیچے بیٹھ جاؤ، وہ بھی نیچے آئے اور مجھے اصلاحی انداز میں خانقاہی آداب بتائے۔

دوسرے ہی روز ہم احمد آباد کو روانہ ہو گئے۔ صبح ۱۰ بجے شاہی باغ پہنچ گئے، کچھ دیر کے بعد سرکارؒ باہر تشریف لائے، میں قدم بوس ہوا آپؒ نے مجھ سے کافی باتیں کی اُس کے بعد فرمایا کیا پروگرام ہے۔ میں نے کہا اجمیر شریف اور آگرا و دہلی جانا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہارے پاس ویزا ہے؟ میں

نے کہا نہیں تو آپؒ نے فرمایا کیسے جاؤ گے؟ میری زبان سے نکلا آپؒ میری سرکارؒ ہو مجھے آپؒ ویزا دو گے تو میں چلا جاؤنگا؟ آپؒ نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا ابھی سے یہ نوبت آگئی؟ اچھا جاؤ میں اجازت دیتا ہوں پہلے بڑی سرکارؒ میں (یعنی غریب نوازؒ) میں حاضری دینا بعد میں اور جگہ جانا اور واپسی میں آکر مجھ سے ملنا۔

آپؒ کی اجازت لے کر میں اور میرا دوست عبدالستار احمد آباد سے اجمیر پہنچے وہاں ہوٹل میں قیام کیا، اُسکے بعد درگاہ شریف میں حاضری دی ۹ روز تک رہے، بعد از نماز جمعہ اجمیر شریف سے روانگی اختیار کی، میں نے ارادا کیا تھا کے جمعہ کی نماز کے بعد غریبوں کو لنگر کھلاؤں گا۔ ہوٹل سے میں پیسے لیکر نکلا دھوبی کو کپڑے کیلئے پیسے دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا جیب کٹی ہوئی تھی، واپس ہوٹل جا کر پیسے لاکر دھوبی کو دے، اُسکے بعد وضو کر کے اُٹھا تو پھر جیب کٹی ہوئی تھی، دوبارا ہوٹل سے پیسے لیکر آیا، اب ۱۰ بجے ہم مسجد میں آکر بیٹھ گئے، جب لوگ چندا لینے کے لیئے آئے تو میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پھر ہاتھ آر پار ہو گیا، میرا دوست مجھ پر بہت ناراض ہوا۔ ہم نماز سے فارغ ہو کر ہوٹل پر لنگر کھلانے کے لئے گئے، میرے دوست نے مجھ سے کہا کے جیب میں پیسے نہیں ہیں اور تو کھانا کیسے کھلانے کے لیے جا رہا ہے؟ میں نے جواب دیا تو خاموش ہو جا؟ میں نے ہوٹل والے مالک سے کہا کے اتنے غریبوں کو اندر بٹھا کر کھانا کھلاؤ میرے دوست کو جانے مت دینا میں ابھی آتا ہوں؟ اس پر ہوٹل کے مالک نے ہنس کر کہا اسکو گروی رکھ کر جا رہے ہو؟ میں ہوٹل گیا وہاں سے اپنے

ہاتھ میں پیسے پکڑ کر لایا جیب میں نہیں ڈالے میں اتنا سہما ہوا تھا۔ ہوٹل میں آ کر ہوٹل مالک کو میں ہاتھ کی ایک ایک اُنگلی کھول کر پیسے دینے لگا؟ تو مالک نے گھبرا کر کہا کیا بات ہے جو آپ اتنے گھبرائے ہوئے ہو میں نے سارا واقعہ ہوٹل والے کو سنایا، تو وہ ہنس کر میرے دوست سے کہنے لگا کہ اب تم جاسکتے ہو یہ تمہارا دوست تم کو گروی رکھ کر گیا تھا، اس پر میرا دوست مجھ پر خفا ہوا۔

ہم اجمیر، آگرہ، دہلی، صابر پیا و دیگر مزارات کی زیارت کر کے احمد آباد خیریت سے پہنچے؟ اور پھر ہم شاہی باغ پہنچے تو سرکار اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ سرکار نے فرمایا (تین مرتبہ جیب کٹ گئی وہاں ضد نہیں کیا کرتے انہیں معلوم ہے کس کو کہاں ضرورت ہے اور کس کو کہاں دیا جاتا ہے جس کو جتنی ضرورت ہوتی ہے اُسکو دلادیتے ہیں) مگر مجھ کو اور میرے دوست کو سمجھ میں نہیں آیا، میں نے کہا ہم نے کوئی ضد نہیں کی؟ سرکار سے شام کو اجازت لے کر وہاں سے روانہ ہوئے تب ہم کو تعجب ہوا کے ہم دونوں کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں تو سرکار کو کیسے معلوم ہوا یہ معمہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا۔

ایک مرتبہ میں اپنی والدہ کو لے کر احمد آباد گیا وہاں سرکار سے اجازت لے کر اجمیر شریف بموقع عرس پر جانا ہوا۔ عرس کی تقریبات ۹ رجب کو ختم ہوئی اور ۹ رجب کی تقریبات کے بعد ہم کو اجمیر شریف سے احمد آباد کے لیے روانہ ہونا تھا کہ والدہ کو اچانک یاد آیا کے ۹ رجب کو پیر بھڑ یاد کا عرس ہوتا ہے اور میں وہاں جانا چاہتی ہوں میں نے کہا کہ ۹ رجب کی تقریبات کے بعد نکل چلیں گے، مگر والدہ رُکنے کے لئے تیار نہیں ہوئیں اور ہم دونوں احمد آباد کے لئے

روانہ ہو گئے۔ احمد آباد پہنچنے کے بعد فوراً پیر بھڑیاد میں عرس کی شرکت کیلئے روانہ ہو گئے ۱۲ رجب کو احمد آباد پہنچے تو معلوم ہوا سرکارؒ کی خانقاہ سے دو مرتبہ طلب کیا گیا ہے۔

دسمبر 1964 میں سرکارؒ کے ساتھ واٹہ گاؤں جانے کا شرف عطا ہوا۔ اُس وقت سرکارؒ نے مجھ سے پوچھا کہ ہرن کا گوشت کھایا۔ تو میں نے اَدب سے منع فرما دیا۔ سرکارؒ نے احمد آباد سے جو تقریباً واٹہ سے کافی دور تقریباً (60 میل کے فاصلے پر ہے) اپنی بندوقیں منگوائیں۔ بندوقیں لے کر معین بابا سرکارؒ اپنے ساتھ کچھ رفقاء کو بھی لے کر آئے۔ معین بابا سرکار کو تو معلوم تھا کہ سرکارؒ نے ۱۲ سال سے شکار کرنا چھوڑ دیا ہے پھر یہ بندوقیں کیوں منگوائیں۔ تو سرکارؒ نے بتایا کہ یوسف نے ہرن کا گوشت نہیں کھایا ہے اس لیے بندوقیں منگوائیں ہیں کہ ہرن کا شکار کر کے یوسف کو ہرن کا گوشت کھلائیں گے۔

معین بابا کے ساتھ جو رفقاء احمد آباد سے آئے تھے اُن سب کو واپس روانہ کر دیا۔ رات گزارنے کے بعد میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ نصیر الدین نصیر چشتی روشن چراغ ؒ نے صبح بعد نمازِ فجر جنگل کی طرف ہرن کے شکار کیلئے روانہ ہوئے مگر شکار شام تک نہ لگ سکا۔ دریں اثنا ہم واٹہ پہنچے۔ جہاں خانقاہ پیر بھڑیادؒ کے خادم، سرکارؒ کے منتظر تھے۔

بعد از گفتگو خادم نے فرمایا کہ سرکار اگر جام نگر آئیں تو وہاں شکار بہت ہے۔ پھر دوسرے دن صبح جام نگر کیلئے روانہ ہوئے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء بروز جمعرات، بمقام پیر بھڑیاد پہنچے، رات قیام کرنے کے بعد رات ۲ بجے جام نگر

کے لیے روانہ ہوئے۔ نمازِ فجر راستے میں ادا فرمائی اور ساتھ ہی ناشتے کے دوران مجھ سے سرکارؒ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھول، میں نے منہ کھولا، آپؒ نے اپنے منہ سے نوالہ نکال کر میرے میں ڈال دیا۔ اور کہا کھا جا۔

ناشتہ سے فراغت کے بعد ہم شکارگاہ پہنچے، وہاں پہنچ کر ہم نے ۱۲ ہرن شکار کیے۔ اس کے بعد سرکارؒ نے فرمایا کہ گاڑی کا تیل پانی چیک کرلو۔ جب چیک کیا گیا تو تیل ختم تھا۔ یہاں تک کہ جو تیل کے ڈبے گاڑی میں موجود تھے وہ بھی خالی تھے۔ سرکارؒ نے جلال کے عالم میں اپنے چھوٹے صاحب (محمود میاں باوا) کو کہا کہ گاڑی اُٹھاؤ (چلاؤ)۔ اسی دوران میں نے کہا کہ گاڑی کا انجن سیز ہو جائے گا۔ ہمیں بتاؤ ہم تیل لے کر آتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ۶۰ میل دور ہے کیسے جاؤ گے اور کیسے آؤ۔ چلو بیٹھو گاڑی میں، میں نے دوبارہ کہا کہ گاڑی کا انجن سیز ہو جائے گا۔ سرکارؒ نے جلال کے عالم میں فرمایا کہ میری گاڑی کا انجن سیز ہو جائے گا؟ اس سے بعد چھوٹے صاحب (محمود میاں باوا) نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہوئے، تمام افراد پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، کہ اچانک میرے خیال میں آیا کہ سرکارؒ نے فرمایا کہ شکاری جمعہ کے دن شکار نہیں کھیلتا، اس دن یکم جنوری ۱۹۶۵ء تھا، میں نے سرکارؒ سے عرض کی کہ غضب ہو گیا، سرکارؒ نے فرمایا کہ کیا ہوا، میں نے کہا کہ جمعہ کا دن اور آپؒ نے فرمایا تھا کہ جمعہ کے دن شکاری شکار نہیں کھیلتا۔ آپؒ نے کھیلا ہے۔

آپؒ نے فرمایا کہ "جام نگر میں پہلی گولی میری چلی ہے! جام نگر کا بیڑا غرق ہے"۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ کیا ہوا۔ دریں اثنا ہم لوگ ۶۰ میل دور تک

گاڑی چلانے کے بعد ایک ریسٹ ہاؤس میں رُکے اور پھر میرے سرکارؒ نے فرمایا کہ گاڑی میں اب پیٹرول اور آئل بھرواؤ۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یوسف! دیکھا میری گاڑی کا انجن سیز ہو جائے گا۔ اللہ کے ولیوں کے راز اللہ ہی جانے۔

شکار کردہ ہرن تقسیم کرنے کے بعد چار عدد ہرن لے کر ہم اپنی منزل (واٹہ) کی طرف روانہ ہوئے، ابھی واٹہ کی حدود میں داخل ہی ہوئے تھے کہ وہاں پر فرخ بابا (موجودہ سجادہ نشین) جو اپنے خادم کے ساتھ سرکارؒ کے لیے منتظر تھے۔ سرکارؒ نے فرخ بابا کو دیکھ کر گاڑی روکی اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر خانقاہ کی جانب رواں ہوئے۔ اسی دوران فرخ بابا نے سرکارؒ سے عرض کی دادا ابا آپؒ نے ۱۲ ہرن کا شکار کیا تھا مگر آپؒ ۴ کیوں لائے۔

اللہ اکبر یہ کرامت میرے خواجہ کے خانوادے ہی کی ہے۔ جو یہاں عیاں ہو رہی ہے۔ یقیناً میرے سرکارؒ کے گھرانے کا بچہ بچہ ولی ہے۔ یہاں میں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی چراغ دہلویؒ نے فرمایا تھا کہ میرے خاندان میں بچہ بچہ ولی ہوگا۔ اور اُس کے منہ کے الفاظ واپس نہیں ہونگے۔ جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں لوٹتا۔

☆☆☆☆☆☆

هو النصير

Khawaja Moinuddin Chishty

SAJJADA NASHIN
Khanwade Alia Chishtiya
AIWAN-E-CHISHT

هو المعین

خواجہ معین الدین چشتی

سجادہ نشین

خانوادہ عالیہ چشتیہ

ایوان چشت

سند خلافت چشتیہ

سبحان اللہ وبحمدہٖ کہ ذات واحد و یکتا نے انوار یزدانی سے مشت خاکی کو زینت بخشی گویا قطرہ بحر کو سمویا ہوا ہے۔ اس معرفت کی جستجو سالکین نے مختلف طریق سے کی اور فائز المرام ہوئے۔ ہر ایک کی منزل اگرچہ ایک ہی ہے مگر راستے الگ قرار دیے گئے ہیں۔ سلسلے شیخین اور جانشینوں نے اپنے رہبر کی ہی اتباع کی جو آج تک جاری ہے اور رہیگی

الحمد للہ والمنۃ کہ اس فقیر کو بھی اپنے شیخ و پدر بزرگوار شیخ معرفت حضرت خواجہ نصیر الدین ثانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے جن خانوادوں کی نسبت و اجازت ملی ہے انکے مجملہ سلسلہ چشتیہ کی اجازت و خلافت مخدوم شیخ یوسف بن نور محمد ادب ساکن کراچی پاکستان کو دی جاتی ہے لازم ہے پابندی آداب طریق بیعت لیں اور رشد و ہدایت جاری کریں فقط

سجادہ نشین خانوادہ عالیہ چشتیہ

المرقوم چہارشنبہ ۲۰ شعبان المکرم ۱۴۰۲ھ و ۱۲ جون سنہ ۱۹۸۲ء

منقبت

آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

تبرکِ سخن: یوسف نور آدب چشتی

کیسے روضے کے دلکش نظارے نصیرؒ — کیوں نہ صدقہ میں جاؤں تمہارے نصیرؒ
جذبِ عشق ہر دم پکارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

زندگی بھر بھٹکتا رہا دربدر — اب تمہیں چھوڑ کر بھلا جاؤں کدھر
آگیا ہوں تمہارے دوارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

دل یہ کہتا ہے رو رو کے شام و سحر — مجھ پہ ہو جائے بابا کرم کی نظر
ہے یہ حسرت کے دیکھوں نظارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

اب مخالف ہواؤں کے طوفان ہوں — میری کشتی کے تمہیں نگہبان ہو
میری نیا لگا دو کنارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

جو بھی آیا ہے در پہ سوالی کبھی — وہ گیا ہی نہیں ہاتھ خالی کبھی
آپؒ ہو بیکسوں کے سہارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

آپؒ کے ذکر سے دل کو سکوں مل گیا — دفعتاً جب تصور کیا آپکا
مٹ گئے میرے دکھ درد سارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

اب خدارا جھلک ہم کو دکھلائیے — اپنے در پے خدارا بلا لیجیے
اب نہیں چین آتا مجھے یا نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

لب پہ یوسف کے یہ وِرد ہے صبح و شام — پی کے پُر کیف ہو جاؤں عرفاں کا جام
اپنے رنگ میں رنگو میرے پیارے نصیرؒ — آج دولہا بنے ہیں ہمارے نصیرؒ

﴿..... اظہارِ تشکر .....﴾

میں تہہ دل سے خصوصی طور پر شکرگزار ہوں حضور امین ملت خواجہ محمد امین نظامی (۱۹ویں جانشین خواجہ نظام الدین اولیاء۔ دہلی شریف) کے جنہوں نے میری اس گجراتی کتاب کو اُردو زبان میں پیش کرنے کے لیے اپنا قیمتی وقت دے کر میری رہنمائی کی اور ساتھ ساتھ اُن تمام معاونین:

● شیخ مشتاق یوسف اَدب ● شیخ عبداللہ نور محمد اَدب ● عبدالرحمن لویا
● محمد ادریس لویا ● ادریس گنڈر ● بلال پڑدا ● حاجی احمد ● انیس
● مسعود عالم ● عبدالرزاق یمنی ● محمد اسلم راجپوت ● صاحبزادہ حسین نظامی
● محمد فرقان نظامی ● حافظ عدنان نظامی ● زینب بی بی (بہن) ● زینب بی بی
● بینا یوسف ● رخسانہ یوسف ● نوشابہ یوسف ● نزہت مشتاق۔

کا بھی بے حد مشکور ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے و طفیل میرے خواجگان کی فیضانِ نظر ان سب پر جاری وساری فرمائے اور ان کے دلوں کی مرادیں پوری فرمائے۔ آمین

یوسف نور محمد ادب

قدمبوسِ نصیر
مترجم: شیخ یوسف بن نور محمد اَدب
نصیری چشتی

یکم رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
بلاک C۔ C-170
نارتھ ناظم آباد۔ کراچی پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ (سورہ ابراہیم)

شجرہ طیبہ کی اصل کو ثبات ہے اور شاخیں آسمانوں میں ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِاَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ

شجرۂ منظوم چشتیہ نظامیہ محمودیہ فریدیہ

اے خدا اور عطا تو ذاتِ کبریا کے واسطے — رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

مَن عَرَف کے رمز مجھ پر کھول بہر مرتضیٰؓ — مشکلیں حل کر علیؓ مشکل کشا کے واسطے

خواجہ بصری حسنؓ کا لایا ہوں شفیع — شیخ عبدالواحدؒ اہلِ بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاضؒ — شاہ ابراہیمؒ بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرتِ خواجہ حذیفہؒ کیلئے تک رحم کر — اور ہبیرہ البصریؒ صاحب ہما کے واسطے

خواجہ ممشادؒ کی خاطر میرا دل شاد کر — شیخ بو اسحٰقؒ قطب چشتیاں کے واسطے

خواجہ ابدالؒ احمد بو محمد مقتدا — خواجہ یوسفؒ صاحب صفا کے واسطے

خواجہ مودود وحق اور خواجہ حاجی شریف — خواجہ عثمان ہارون مقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین چشتیؒ — نائب حضرت رسول کبریا ﷺ کے واسطے

مجھ کو تیرے فضل سے حاصل ہو تسلیم رضا — خواجہ قطب الدینؒ قطب الاولیاء کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکرؒ — شہ فریدالدینؒ زہد الانبیاء کے واسطے

ہو مجھے دیدار دنیا میں رسول پاک ﷺ کا — شہ نظام الدین محبوب اولیاءؒ کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل خواجہ مخدوم جہاںؒ ۔۔۔ شہ نصیر الدینؒ محمد راجح و اعلیٰ کے واسطے

کر عطا اپنی محبت اور دے کامل خلوص ۔۔۔ شہ کمال الدین کمال اصفیا کے واسطے

دور کر ظلمت سراج دین و دنیا کے لیے ۔۔۔ اور علم الحقؒ دین علم الہدا کے واسطے

حضرت محمود راجنؒ سرور دنیا و دین ۔۔۔ اور جمال الدینؒ جمن پیشوا کے واسطے

سور و فیض الٰہی حضرت شیخ حسنؒ ۔۔۔ یعنی حضرت خواجہ قطب الاولیاء کے واسطے

خواجہ شیخ محمد عبد اللہ الصمدؒ ۔۔۔ قطب الاقطاب زماں صاحب ہما کے واسطے

شیخ یحییٰ محی دین بو یوسفؒ صاحب لقا ۔۔۔ خواجہ قطب المدینہ مقتدا کے واسطے

شاہ رکن الدین اور ثانی جمال الدین جمنؒ ۔۔۔ اور حسام الدینؒ فرخ صوفیا کے واسطے

شاہ رکن الدینؒ ثانی صاحب صدق و صفا ۔۔۔ اور رشید الدینؒ مقبول خدا کے واسطے

سید کہ دنیا ئے دوں ثانی حسام الدین خوبؒ ۔۔۔ حضرت فرخ محمدؒ رہنما کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ دو جہاں کے دستگیر ۔۔۔ خواجہ محمود فخر الاتقیا کے واسطے

حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیاءؒ ۔۔۔ ثانی بابا فرید بے ریا کے واسطے

دل میں ہو الفت کے شعلہ بے مثال ہو تیرا ۔۔۔ شاہ محمودیؒ نصیر حق نما کے واسطے

صاحب سجادہ منظور نظر خواجہ نصیرؒ ۔۔۔ شہ معین الدین معین الاولیاء کے واسطے

دور ہو دل کی کدورت اور قلب روشن ہو میرا ۔۔۔ شاہ نصیر حق نما معین با کمال و باصفا کے واسطے

صاحب سجادہ نور نظر خواجہ معین ۔۔۔ شاہ رکن الدین محمد فرخ راہ نما کے واسطے

خاندانِ مسعود کا روشن رہے اس ماہ سے — روشنی قلب اربابِ صفا کے واسطے

پھل ہائے نصیری دہر میں پھولے پھلے — اولیائے چشت ذی جود و عطا کے واسطے

خادمانِ خاندان کا خاتمہ بالخیر ہو — اے میرے مولا معین الاولیا کے واسطے

دل منور نورِ عرفاں سے رہے ہر ایک کا — چشم بینا ہو عطا اپنی لقا کے واسطے

خاندانِ چشتیہ کے سب مریدوں کی خدا — رکھیو عزت آبرو خیر الوریٰ کے واسطے

اور سلامت مطالبان کی سب ہوں حصول — شافعِ محشر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

سرورِ عالم کی سب امت کی بر لا ہر مراد — تیرے سارے انبیا اور اولیا کے واسطے

ہو تمنائے دلی عاصی کی حاصل یا معین — واسطے پیرانِ شجرۂ چشتیہ کے واسطے

حاضرینِ جلسہ کے دل کی ہو پوری آرزو — ہاتھ اٹھاتے ہیں حصولِ مدعا کے واسطے

☆☆☆☆☆☆

سالانہ فاتحہ اولیائے چشتیہ
نظامیہ محمودیہ فریدیہ

درج ذیل فہرست انوز تشنۂ تحقیق ہے جبکہ اس کے ماخذ یہ ہیں۔
☆ مجموعہ وظائف (پیر کرم شاہ ازھریؒ) ☆ اسلام کی زندہ تحریک چشتیت (شاہ عبدالغفور غوریؒ) ☆ مفید الطالبین (قاضی شفیق احمد فاروقی نظامی) ☆ تاریخ مشائخ چشت (پروفیسر خلیق احمد نظامی) ☆ معمولاتِ چشت (شاہ علیم الدین چشتی نظامیؒ) ☆ تاریخ صوفیائے گجرات (ڈاکٹر ظہور الحسن شارب)

اسمائے گرامی	تاریخ وصال	مزار شریف
حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۵ محرم الحرام سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ
خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ	۵ محرم الحرام سنہ ۶۷۰ھ	پاک پٹن
خواجہ فضیل ابن عیاضؒ	۷ محرم الحرام سنہ ۱۸۷ھ	مکہ مکرمہ
خواجہ ممشاد دینوریؒ	۱۴ محرم الحرام سنہ ۲۹۸ھ	مکہ مکرمہ
خواجہ فرید میاں چشتیؒ	۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ شیخ محمود راجن چشتیؒ	۲۲ صفر المظفر ۹۹۱ھ	گجرات پٹن
خواجہ علم الدین چشتیؒ	۲۶ صفر المظفر سنہ ۹۰۸ھ	گجرات پٹن
خواجہ عبد واحد بن زیدؒ	۲۷ صفر المظفر سنہ ۱۷۷ھ	بصرہ
خواجہ شیخ یحییٰ قطب المدینہؒ	۲۹ صفر المظفر سنہ ۱۰۱ھ	مدینہ منورہ
خواجہ فضیل ابن عیاضؒ	۳ ربیع الاوّل سنہ ۱۸۷ھ	مکہ مکرمہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ	۱۴ ربیع الاوّل سنہ ۶۳۳ھ	دہلی شریف
خواجہ رکن الدین احمدؒ	۱۴ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۱۵ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ	۲۴ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۴۲ھ	دہلی شریف
خواجہ شیخ محمد مظہر اللہ الصمدؒ	۲۹ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۳۰ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ جمال الدین جمنؒ	۶ ربیع الثانی سنہ ۱۱۲۴ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ ابو اسحاق شامیؒ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	شام
خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتیؒ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۴۱۱ھ	چشت
خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ	۱۷ ربیع الثانی سنہ ۷۲۵ھ	دہلی شریف
خواجہ سراج الدین سراج الاولیاءؒ	۲۱ جمادی الاوّل سنہ ۸۱۷ھ	گجرات پاٹن
حضرت شیخ ابراہیم ادھم بلخیؒ	۲۸ جمادی الاوّل سنہ ۲۶۱ھ	شام
خواجہ ابدال ابو احمد چشتیؒ	۱ جمادی الثانی سنہ ۳۵۵ھ	چشت
حضرت مولانا فخر الدین چشتیؒ	۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ	دہلی شریف
خواجہ قطب مودود چشتیؒ	یکم رجب المرجب سنہ ۵۲۷ھ	چشت
حضرت ابو یوسف چشتیؒ	۳ رجب المرجب سنہ ۴۵۹ھ	چشت
خواجہ رشید الدین مودود لالا چشتیؒ	۳ رجب المرجب سنہ ۱۲۴۲ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ معین الدین چشتیؒ	۶ رجب المرجب سنہ ۶۳۳ھ	اجمیر شریف

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	۱۴ ربیع الاوّل سنہ ۶۳۳ھ	دہلی شریف
خواجہ رکن الدین احمدؒ	۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۱۵ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ	۲۴ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۴۲ھ	دہلی شریف
خواجہ شیخ محمد مظہر اللہ الصمدؒ	۲۹ ربیع الاوّل سنہ ۱۲۰۳ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ جمال الدین حسنؒ	۶ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۳ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ ابو اسحاق شامیؒ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	شام
خواجہ عز الدین ابو احمد چشتیؒ	۱۳ ربیع الثانی سنہ ۴۱۱ھ	چشت
خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ	۱۷ ربیع الثانی سنہ ۷۲۵ھ	دہلی شریف
خواجہ سراج الدین سراج الاولیاءؒ	۲۱ جمادی الاوّل سنہ ۸۱۷ھ	گجرات پاٹن
حضرت شیخ ابراہیم ادہم بلخیؒ	۲۸ جمادی الاوّل سنہ ۲۶۱ھ	شام
خواجہ ابدال ابو احمد چشتیؒ	۱ جمادی الثانی سنہ ۳۵۵ھ	چشت
حضرت مولانا فخر الدین چشتیؒ	۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ	دہلی شریف
خواجہ قطب مودود چشتیؒ	یکم رجب المرجب سنہ ۵۲۷ھ	چشت
حضرت ابو یوسف چشتیؒ	۳ رجب المرجب سنہ ۴۵۹ھ	چشت
خواجہ شہید الدین محمود اللہ چشتیؒ	۳ رجب المرجب سنہ ۱۲۳۲ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ معین الدین چشتیؒ	۶ رجب المرجب سنہ ۶۳۳ھ	اجمیر شریف

حضرت حاجی شریف زندنی ؒ	۱۳ رجب المرجب ۶۱۲ھ	بخارا
ناصر الدین ابی اسحاق یوسف ؒ	۲۷ رجب المرجب ۴۵۹ھ	چشت
خواجہ رکن الدین ثانی ؒ	۲۵ ماہ شعبان المعظم ۱۱۹۸ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ معین الدین چشتی ثانی ؒ	۳ رمضان المبارک ۱۲۱۲ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی ؒ	۱۸ رمضان ۷۵۷ھ	دہلی شریف
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
خواجہ عثمان ہارونی چشتی ؒ	۵ شوال ۶۱۷ھ	مکہ مکرمہ
حضرت ہبیرہ بصری ؒ	۷ شوال ۲۸۷ھ	بصرہ
خواجہ حذیفہ مرعشی ؒ	۱۴ شوال ۲۶۷ھ	بصرہ
خواجہ شیخ محمود میاں چشتی ؒ	یکم ذیقعد ۱۳۰۹ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ حسام الدین خوب میاں ؒ	۹ ذیقعد ۱۲۵۷ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ نصیر الدین روشن چراغ ؒ	۲۳ ذیقعد ۱۲۰۰ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ کمال الدین علامہ چشتی ؒ	۲۷ ذیقعد ۷۵۷ھ	دہلی شریف
خواجہ شیخ حسن محمد چشتی ؒ	۲۷ ذیقعد ۹۸۲ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ جمال الدین جمن چشتی ؒ	۲۰ ذی الحجہ ۹۴۰ھ	احمد آباد گجرات
خواجہ حسام الدین صوفی چشتی ؒ	۲۵ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ	احمد آباد گجرات

☆☆☆☆☆☆